

حسن البركة

في

شرح القصيدة البردة



وما

أبو البركات محمد عبد المالك "خان صاحب"

زاور پبلشرز

ارسالک  
الارحمة  
للخلمین

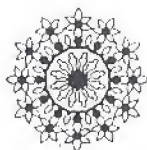
حَسَنُ الْجَرْدَةِ

فِي

شَرْحِ الْقَصِيدَةِ الْبُرْدَةِ

مُصَنَّفَهُ

أَبُو الْبَرَكَاتِ مُحَمَّدُ عَبْدِ الْمَلِكِ "خَانِ صَالِحٍ"



زَاوِي پبلشرز

8-C دربار مارکیٹ، لاہور

فون 042-7248657 فیکس 042-7112954

Mob: 0300-9467047 - 0321-9467047 - 0300-4505466

Email: zaviapublishers@yahoo.com



## جملہ حقوق محفوظ ہیں

2011ء

بار اول ..... 1000

ہدیہ ..... 250

زیر اہتمام ..... نجابت علی ناز

### ﴿سیگل ایڈوانسرز﴾

رائے صلاح الدین کھل ایڈوکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-7842176

محمد کامران حسن بھٹ ایڈوکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

### ﴿ملنے کے پتے﴾

اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی 051-5536111

احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی 051-5558320

کتاب گھر، کمیٹی چوک، راولپنڈی 051-5552929

مکتبہ بابا فرید، چوک چنی قبر، پاکپتن شریف 0301-7241723

مکتبہ قادریہ، پرانی سمزی منڈی، کراچی 0213-4944672

مکتبہ برکات المدینہ، بہادر آباد، کراچی 0213-4219324

مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی 0213-2216464

اقراء بک سیلرز، فیصل آباد 041-2626250

مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد 0333-7413467

مکتبہ سخی سلطان، حیدر آباد 0321-3025510

مکتبہ قادریہ، سرکلر روڈ، گوجرانوالہ 055-4237699

مکتبہ المجاہد، بھیرہ شریف 048-6691763

کتاب خانہ حاجی مشتاق احمد، بوہر گیٹ ملتان 061-4545486

رائل بک کمپنی، کمیٹی چوک، اقبال روڈ، راولپنڈی 051-5541452

علامہ فضل حق پبلیکیشنز دربار مارکیٹ لاہور 0300-4798782

مکتبہ مبینویہ، سیفیہ، بہاولپور 0301-7728754



الحمد لله الذي خلق الانسان وعلمه البيان واكرمه بالنطق والتبيان  
ليظهر به سرايا الجنان من استار الكتمان على شهود الاعيان وهذا انا  
الى سواء السبيل واوخم منا هم الصدق بالبرهان والدليل واعلى  
رايات معالم الدين ورفع اعلام الحق واليقين وجعل لنا التوفيق  
خير رفيق ويحبله المتين الاعتصام بليق وارسل رسوله بالحق  
والهدى فمن تمسك بهديه فقد فاز واهتدى كملت الاسان عن توصيف  
كمال وحارت العقول عن ادراك جماله اول شافع ومشفع يوم الدين  
كان نبيا وادمر بين الماء والطين منبع الرحمة معدن الكرامة قاعم ابنية  
الكفر قاطع اسباب الحج كاشف ظلمات الضلالة هاد مريناز الجحالة  
يعجز عن فهم حقيقة نبوته الادراك صاحب لولاك لما خلقت فلان  
مقاتل الكفار مجاهد الاشرار صلى الله عليه وسلم واعزله الله وكرمه  
برقت العيون من ضياء جماله عجزت العقول عن احاطة كماله وعلى اصحابه  
الذين هم الى سبيل الفلاح هادون والى سنن النجاح داعون مشاع  
الاسلام بتركتهم من واد غير مرجع الى الصيغ وناف مسك خلقهم في



الْأَفَاقِ حِينَ بَعْدَ حِينَ وَعَلَى أَلْه الطَّاهِرِينَ الَّذِينَ هُمْ عِمَادُ الْمِلَّةِ وَالَّذِينَ  
اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدِي يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ وَلَا تَحْفَظُ أَحَدًا  
بِرُوحٍ وَلَا حَصُونٍ إِلَّا مَنْ اتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ وَيَرْجُو رَحْمَةً رَبِّهِ الْكَرِيمِ  
حَسْبُنَا اللَّهُ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ وَهُوَ نِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ

## اما بعد

قصیدہ برودہ منظور امام شرف الدین محمد بن سعید بوسیری علیہ الرحمۃ الباقیہ  
کہ نصاحت بلاغت اور اخلاص محبت کے لحاظ سے حضور علیہ السلام کی نعت میں آج تک اس شان کا  
کوئی قصیدہ نہیں لکھا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اسکے ایک ایک شعر کا ایک ایک لفظ میں تاثیر ہے اور بعض  
شعروں کی تاثیر تو ایسی ثابت ہوئی ہے کہ بڑے بڑے صاحبین اور عام لوگوں نے اس کے متعلق متواتر  
شہادت دی ہے جس کی نسبت شک کرنا خلاف اخلاص ہے۔ میرے خاندان میں ہمیشہ سے  
یہ قصیدہ پڑھا جاتا ہے :

اور میں نے بار بار آزمایا ہے کہ یہ حصول حاجات اور دفع مصائب کے لئے تیر بہت ثابت ہوا ہے  
سن مانہ میں بھی اس کے برکات نظر کر رہا ہوں لیکن اس مانہ کے اکثر لوگوں کے عقائد و اخلاص  
میں ضعف آگیا ہے اور وہ کلام الہی اور بزرگوں کے کلام کی تاثیر سے انکار کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ  
بزرگان دین کی اس شہادت کو کہ اس کے پڑھنے سے ان کی حاجت بفضل خدا پوری ہو گئی اتفاق پر  
محمول کیا جاتا ہے لیکن منکرین اتفاق کے معنی نہیں جانتے جب ایسا ثابت ہے کہ لاکھوں بلکہ  
کرودوں کے حاجات حاصل ہوئے اور ہزاروں مصائب اس کے پڑھنے سے رفع ہوئے ہیں۔ تو ان کو  
اتفاق پر محمول کرنا جہالت اور گمراہی ہے میں نے قصیدہ غوثیہ کی شرح میں اس کے متعلق  
نسلی تجش بحث کی ہے اور اس غوی کو کہ کلام میں کیوں تاثیر ہوتی ہے عقلی دلائل سے ثابت کیا  
جب کوئی شخص اس کو کسی بزرگ کی اجازت سے ان شرائط کے ساتھ جن کو میں نے درج کیا ہے

اس کا وظیفہ کرے۔ تو ممکن نہیں کہ وہ کامیاب نہ ہو۔  
مرا باور نے آید کہ اگر کس اس قصیدہ را بخواند از خلوص دل نباشد حل مشکلمہا  
لیکن شرط یہ ہے کہ وہ حاجتیں جائز ہوں۔ نہ کہ ناجائز۔ اس کے منکرین وہی لوگ ہو سکتے  
ہیں جن کو اسلام سے واسطہ نہیں ہے۔ یا جو اس کا تجربہ نہیں کرتے :

بعض امور ایسے مخفی اور دقیق ہوتے ہیں کہ عام لوگ ان کو بوجہ اس کے کہ ان ذہن  
نہیں ہوتے نہیں سمجھ سکتے جب تک کہ وہ اسکے سمجھنے کی استعداد نہ پیدا کریں۔ یہی مثال کلام  
کی تاثیر کی ہے۔ دیکھو عام لوگ یہ نہیں سمجھ سکتے کہ مثلث کے تینوں زاویے مل کر دو قائموں کے برابر  
ہوتے ہیں کیونکہ ان میں مسائل ریاضی کے سمجھنے کی استعداد نہیں ہے۔ اگر کسی ایسے شخص کو جس نے  
شہد کبھی نہ کھایا ہو کھانا چاہئے کہ شہد میٹھا ہوتا ہے اور وہ اس کا منکر ہو۔ تو اس کا انکار ہے معنی  
اُس کو شہد کھانا چاہئے اگر میٹھا نہ ہو تو انکار کرے اسی طرح منکرین کو چاہئے کہ وہ پہلے اس کا  
وظیفہ کریں۔ اگر تاثیر نہ ہو تو پھر وہ انکار کر سکتے ہیں۔ نہ کہ قبل از عمل آزمائش :

ہاں کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض لوگ اس کو پڑھتے ہیں۔ اور وہ کامیاب نہیں ہوتے۔  
جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شرائط کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ جب انہوں نے شرائط کی پابندی کی تو  
وہ کامیاب ہو گئے :

اس کے شرائط مشکل نہیں ہیں۔ اور نہ اس کی تاثیر ایسے امور سے وابستہ ہے جن کا میا  
کرنا ناممکن ہو پس منکرین کو میں بجز اسکے کیا کہہ سکتا ہوں کہ وہ آزمائش۔ اور پھر انکار کریں  
بعض دواؤں میں خدا تعالیٰ نے تاثیر رکھی ہے کہ ان کے کھانے سے مریض اچھا ہو جاتا ہے لیکن  
جو مریض اس کا استعمال ہی نہ کرے اور اس کی تاثیر سے منکر ہے اس کا کیا علاج! قسوس تو  
یہ ہے کہ ہم روزمرہ تدبیروں میں دیکھتے ہیں کہ سائنس کے تجربوں سے طالبہ کو دواؤں کی تصدیق  
کرائی جاتی ہے۔ اور اقلیدس کے دعوے شکلوں کی تشریح سے ثابت کئے جاتے ہیں لیکن ہم  
طالب علم نہ تجربہ کرے اور نہ شکال اقلیدس کے سمجھنے کی کوشش کرے۔ اُس کو ہم کس طرح سمجھا سکتے



ہیں۔ ظاہر ہرین لوگ جو مادہ پرست ہیں۔ اُن کو یقین کرنا چاہئے کہ ایک عالم روحانی ہے جس کے واقعات روح کی ریاضت سے منکشف ہوتے ہیں۔ مگر جب ریاضت ہی کی جائے۔ تو کس طرح واقعات روحانی کا کشف دل پر ہو سکتا ہے جس طرح ریاضی اور ہندسہ کے شکل سے شکل مسائل مشق سے حل کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح عالم روحانی کے واقعات بھی مشق و تفکر سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ انسان کی جسمی روحانی عقلی اور فطری مشقوں کے اصول مقرر ہیں۔ جنکے نتائج مشق کے بعد نظر ہوتے ہیں۔ دہریت کیوں برہمتی جاتی ہے اس لئے کہ روحانی الکتاب لوگوں نے چھوڑ دیا ہے دنیا میں روحانی انکشاف کے کرشمے عام طور پر موجود ہیں۔ یہ تو بدیہی مرہے کے بعض امور شہادت کے ثبوت ہوتے ہیں اور شہادت میں دیکھنا ہوتا ہے۔ کہ گواہ کی کیا حیثیت ہے۔ ہزاروں پرہیزگار خدا پرست جن کے اخلاق پر کبھی دھتہ نہیں آیا۔ اور اُن کا تعلق خدا تعالیٰ اور اُس کے بندوں کے مخلصانہ ہے اس پر شاہد ہیں۔ ان مقدس ہستیوں کی شہادت کو نہ ماننا کس قدر تعصب ہے۔ اس زمانہ کے اکثر لوگوں میں یہ اعتقاد راسخ ہو جاتا ہے کہ جس چیز کو نیچر اور فلسفہ ثابت نہ کرے اس کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ لیکن وہ نیچر کو محدود اور فلسفہ کو مسلم الثبوت سمجھ کر ایسا کہتے ہیں۔ حالانکہ نیچر ہر ت وسیع اور فلسفہ نامکمل ہے۔ ہر ایک امر کے ثبوت کیلئے مختلف اسباب ہوتے ہیں۔ نافذ مشک کو اندھا دیکھ نہیں سکتا۔ کہ اُس کی کیا شکل و ہیئت ہے۔ اور ایسا ہی وہ شخص جس کی قوت شامہ مغفود ہو چکی ہو اس کی خوشبو کو محسوس نہیں کر سکتا۔ مگر آنکھوں والا اسکی ہیئت کو بیان کر سکتا ہے۔ اور وہ شخص جس کی قوت شامہ بحال ہے۔ اسکی خوشبو کو سونگھ سکتا ہے۔ اور جس کے تمام حواس قائم ہیں۔ وہ اس کی ہیئت اور خوشبو کو دیکھ اور سونگھ سکتا ہے۔ پس ایک چیز کے اثبات کیلئے خدا تعالیٰ نے کئی ذریعے پیدا کر دیے ہیں۔ کوئی شریعت حد ہو اس کے تمام احکام کو عقل دریافت نہیں کر سکتی تھی۔ اس لئے خدا تعالیٰ ایک ایسی بلند ہستی کو جس کی زندگی پاک ہو۔ اور جس کے اخلاق حسنہ ہوں۔ انتخاب کرتا ہے۔ جو لوگوں کو اس کے حکام سناتا ہے۔ جن لوگوں میں استعداد اور قابلیت ہوتی ہے۔ وہ اُس کو قبول کرتے ہیں۔ اسی طرح اس مسابہ پر کہ کلام

میں تاثیر ہوتی ہے۔ وہ لوگ جن میں استعداد ہے ایمان لاتے ہیں۔ دوسرے محروم ہتے ہیں۔ ہر چیز میں مشق درکار ہے۔ پہلو انوں کو دیکھو۔ کہ وہ ریاضت کرنے کرتے کس قدر توانا و توانمند ہو جاتے ہیں۔ کہ معمولی آدمی سے اُن کا وزن چار پانچ گئے سے زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ اور انکی خوراک دس آدمیوں کے برابر ہو جاتی ہے۔ یہ تجربے تو ہمارے سامنے ہر جگہ اور ہر وقت پائے جاتے ہیں۔ بازیکر ایک پتھر دس بارہ سیر کا اور پھینک کر پھر اپنے کاندھے یا ماتھے پر لے لیتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ یہی وجہ ہے کہ وہ یحیٰں سے پہلے چٹان تک پھر پاؤ پھر سیر علیٰ نقیاس تھوڑا تھوڑا وزن بڑھاتا جاتا ہے۔ اور اس طرح دس بارہ سیر تک وزنی پتھر کی اُس کو مشق ہو جاتی ہے۔ رنداں کہ برند برہا سنگ افزوں گفت جز بیا سنگ جب یہ جسمانی ریاضت کے کرتب آپ کے سامنے موجود ہیں۔ اور اُس کے حیرت انگیز کرشمے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ تو پھر انکار کی کیا وجہ ہے؟ مشق کے شدید سے ہر ایک علم و فن میں پائے جاتے ہیں۔ ایک مشق کرتے کرتے خوشنویس ہو جاتا ہے۔ دوسرا جو مشق نہیں کرتا بد خط رہتا ہے۔ روحانی مشق بھی جسمانی مشق کی طرح ہے۔ قدیم زمانے میں حکماء کے دو گروہ تھے۔ ایک مشائخ جو اپنے استادوں کے پاس جا کر تعلیم پاتے تھے۔ دوسرے اشرافین جو اپنی باطنی روشنی سے بذریعہ ریاضت اشیاء کی حقیقت پر آگاہ ہوتے تھے۔ دونوں کے معلومات کا نتیجہ متحد ہوتا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ دل کی روشنی کو بہت کچھ حقائق اشیاء کے معلوم کرنے میں دخل ہے۔ اس زمانے میں روحانی اور وجدانی دعوت پر لوگوں کا توجہ زکرنہ۔ اور قبل از آزمائش اُس کو فضول سمجھنا! کسی حقیقت محققہ کو معدوم نہیں کر سکتا۔ جب اس کے ثابت کرنے والے اور اس کو علی طور پر دکھلانے والے کثرت سے موجود ہوں۔ تو بدیہی امر ہے کہ اچھا کلام شعر ہو یا نثر۔ کئی دنوں تک لوگوں کے دلوں پر اثر رکھتا ہے۔ کیا یہ کلام کی تاثیر نہیں؟ ایک حاکم کی سرزنش یا تحسین کے الفاظ! محکوم کے دل پر کس قدر



اثر کرتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ تکلم کی قوت کلام کا اثر ان الفاظ و کلمات میں ہوتا ہے۔ اگر کلمات میں اثر نہیں ہے۔ تو پھر روزمرہ کے جلسوں میں تقریریں کرنا اور مختلف ذرائع سے پروپیگنڈا کرنا کی کیا ضرورت ہے۔ جو لوگ کلام کے اثر سے انکار کرتے ہیں ان کا انکار اس شخص کے انکار سے جو روز روشن میں آفتاب کا انکار کر رہے یا وہ تعجب انگیز نہیں۔ کیا آپ وزمرہ اپنے دوستوں و خویش و اقارب کے خطوط اپنے دل میں تاثیر نہیں پاتے؟ قدیم سے یہ دعویٰ علم الثبوت ہے ان من الشعر لحکمۃ وان من البیان لاسحوا۔ سخن را ہست تاثیر ہے بہر مجلس کہ مے گوئی

ہاں آپ یہ کیسے کہ انسانی کلام کو بارگاہ ایزدی میں کیا دخل ہے۔ کہ اس کے مقدار کو تبدیل کرنے ہم کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے مقدرات اس کے قبضہ میں ہیں۔ اور دعا کے کلمات بھی اس کے مقدرات میں سے ہیں۔ پس ایک مقدار خاص صورتوں میں دوسرے مقدار کو تبدیل کر سکتا ہے۔ یہ ثابت ہے کہ کلام کے الفاظ اور معنی ہوتے ہیں جن کا اثر دل پر پڑتا ہے۔ دل ایک اثر پذیر چیز ہے۔ اس پر توان کا اثر ہونا ضروری ہے۔ لیکن جسمانی صورتوں کو دیکھو۔ ان کا بھی دل پر اثر ہوتا ہے۔ ایک شخص کا دل شگفتہ پھول دیکھ کر ہشاش بشاش ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا کسی خوبصورت شکل کو دیکھ کر محو حیرت ہے۔ بعض انسانوں کی عجیب ہستی ہے۔ کہ ان کا دل باوجودیکہ تاثیر کلام اور قصودات و تصدیق کا آئینہ ہے۔ اور وہ لحظہ لحظہ دیکھ رہے ہیں۔ کہ خارجی چیزوں کا اثر ان کے دل پر یکے بعد دیگرے ہوتا جاتا ہے۔ مگر وہ ایسے غافل اور نامد سے ہیں۔ کہ جب ان کو مقررانہ لگا سے روحانی کشمیں کی دعوت دی جاتی ہے۔ تو وہ انکار کر دیتے ہیں۔

یہ بحث بہت کچھ ہے۔ میں نے جسے جستہ امور کا ذکر کیا ہے۔ اگر زیادہ فلسفی بحث کروں۔ تو اس کو عام لوگ نہیں سمجھیں گے۔ اور جو کچھ میں نے حتیٰ اور بدیہی شایں پیش کر کے مختصر لکھا ہے۔ اس کا لطف بھی جاتا رہے گا۔ زیادہ توضیحات کے لئے میری شرح "الجواہر المصنیۃ فی شرح القصیدۃ الغوثیہ" کو دیکھنا چاہئے۔

قصیدہ ہمدانی کی برکت و کرامت سے انکار کرنا، بدیہات کا انکار ہے۔ ہر زبان میں صاحبین کی مختلف جماعتیں اس کو پڑھتی رہی ہیں۔ اور اب بھی پڑھتی ہیں۔ اور اس کی تاثیر ہر مخلص پابند شرائط پر انظر من الشمس ہے۔

بہت سال گذرے کہ میں نے اس کی شرح مستے بہ اطباق التذکرۃ فی شرح القصیدۃ الہمدانی لکھی تھی۔ وہ بھی اس خیال سے لکھی تھی۔ کہ خود میں اور دوسرے لوگ جو اس کا ورد کرتے ہیں۔ اگر انہیں کسی لفظ کے معنی میں شک شبہ ہو تو اس کو دیکھ لیا کریں کیونکہ میں نے ہر ایک شعر کے مشکل الفاظ کے عام فہم مختصر معنی لکھ دیے تھے۔ اور اس کے ساتھ ترجمہ اور تشریح بھی ہر شعر کی لکھی تھی۔ الحمد للہ وہ اس قدر مقبول ہوئی کہ لوگوں نے اس کو بڑے شوق سے تعویذ بنا دیا۔ مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی۔ کہ بعض فضلاء نامدار تدریس کے وقت اس کو اپنے سامنے رکھتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہ سمجھا جائے۔ کہ میری تحقیقات ان سے اعلیٰ ہے۔ بلکہ اس کو خطا ہر کرنا مقصود ہے کہ اس کی شرح کی ترتیب میں نے سطح کی ہے کہ دوسری نظر میں ہر ایک شعر کے تمام الفاظ کے معانی ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ اور دوسری طویل شرحیں اور کتب لغات کے دیکھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ میں نے الفاظ کے معنی کیلئے کتب لغات و شروح دیکھنے میں بہت محنت اٹھائی ہے۔ اور کافی وقت صرف کیا ہے۔ میری ترتیب اور طریق علم و فضلہ کو پسند آیا۔ اور انہوں نے درس کے وقت اس سے حسب ضرورت کام لیا۔

اس کی مقبولیت طبقہ علماء و عوام میں غیر متوقع ہے۔ اب بھی عام لوگوں کا شوق اس کی طرٹ بدستور ہے۔ لیکن حالت یہ ہے کہ اب ایک نسخہ بھی اس کا نہیں ملتا۔ جس کے پاس اس کا نسخہ ہے۔ وہ کسی دوسرے کو نہیں دینا۔ یہاں تک کہ میرے پاس بھی اس کا کوئی نسخہ نہ رہا۔ لوگوں کے تقاضے کی وجہ سے بہت مدت سے میں یہ خیال کرتا تھا۔ کہ اس کو پھر طبع کرایا جائے۔ مگر فرصت نہ ملی۔ الحمد للہ کہ خدا تعالیٰ نے فرصت دی۔ میں نے اپنی سابقہ شرح کو پھر دیکھا۔ اور اس پر بہت کچھ اضافے کئے۔ اور تعلیمات کو زیادہ تشریح



سے لکھا۔ جس جس شعر کی تاثیر پسند صحیح معلوم ہوئی۔ اس کو درج کیا ۛ

اس قصیدہ کے بعض اعراب کی نسبت بعض شارحین کا اختلاف ہے۔ میں نے وہ اعراب لگائے ہیں۔ جن پر اکثر شارحین کا اتفاق ہے۔ اور جن میں زیادہ تاویل اور تکلیف کی گنجائش نہیں ہے۔ اور نیز جو شمار دو کسر نخول میں زائد ہیں۔ اور پہلی شرح میں رہ گئے تھے۔ ان کو بھی شامل کیا۔ الغرض پہلی شرح سے اس میں زیادہ اہتمام کیا گیا ہے ۛ

اس شرح میں میں نے ایک اور مفید اضافہ یہ کیا ہے۔ کہ ہر ایک شعر کا فارسی نظم میں ترجمہ کیا۔ اور اس میں یہ خیال رکھا۔ کہ جہاں تک ممکن ہو۔ اشعار کے الفاظ کا ترجمہ۔ اور شعر کا مضمون عام فہم ہو جائے۔ ان اضافوں اور تشریحات کی وجہ سے میری یہ جلد یہ تصنیف سمجھی جاتی چاہئے۔ اسی وجہ سے میں نے اس کا نام حسن الجبرد کا ذکر شرح القصیدۃ البرد کا رکھا ہے ۛ

میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ کہ اس شرح کے لکھنے میں مجھ کو اس کے کہ میں خدا تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا حاصل کروں۔ اور کوئی غرض نہیں ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے میں دنیاوی حاجات کا محتاج نہیں۔ پس میری شرح کی زیب و زینت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ میں اس شرح کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس سے انساب کروں۔ جن کی نعت میں قصیدہ لکھا گیا ہے مجھے یقین ہے کہ میرا بعل بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مقبول اور میرے الدین علیہا الرحمۃ کے لئے وسیلہ نجات و مغفرت ہو گا ۛ

وَلَا تَقْسُتُ غَمِّي لَدَا رَيْنٍ مِنْ يَدِي ۛ

اَلَا اَسْتَلِمْتُ الْيَدَايَ مِنْ خَلِيٍّ مُسْتَلِمٍ ۛ

اے میرے خدا میرا غم قبول اور مجھے دونوں جہان کے حسنات عطا فرما ۛ

روز قیامت ہر کسے در دست گیر و نامہ را  
من نیز حاضرے شوم شرح قصیدہ و بربیل

## شکریہ

میں اپنے عزیز فرزند (برادر زادہ) مولوی حاجی احمد صاحب مولوی فضل و فاضل  
پروفیسر صادق کالج بھاو پور کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے اس شرح کی ترتیب ترسیم  
اور اضافوں میں علمی امداد دی۔ اور میرے ساتھ ہر ایک لفظ کی تحقیقات میں شریک رہے اور  
مجھے ان کی تحقیقات سے بہت فائدہ پہنچا ۛ

## دُعاء

اے خدا نے پاک اس قصیدہ کی برکت سے میری تمام تکلیفوں کو رفع کر۔ اور مجھے صراط مستقیم پر  
چلنے کی توفیق دے۔ اور آخرت میں مجھے اور میرے والدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کو شرف کائنات  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو۔ آمین ۛ

## مختصر حالات ناظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

قصیدہ بردہ کے ناظم علیہ الرحمۃ کا نام امام شرف الدین ابو عبد اللہ محمد بن سعید بن عمار  
بن محسن بن عبد اللہ بن نہاج بن بلال منہاجی ہے۔ آپ بو صیدی کے لقب سے مشہور تھے۔  
آپ کا حال کتب قبل سے معلوم ہو سکتا ہے۔

قوات الوفیات مصنفہ ابن شاکر جلد دوم صفحہ ۲۰۵ ۛ

حسن المحاضرہ مصنفہ سیوطی جلد اول صفحہ ۲۷۳ ۛ

انسامیکلیو پیڈیا آف اسلام جلد اول صفحہ ۸۰۴ ۛ

معجم البلدان جلد اول صفحہ ۶۰۳ مطبوعہ مصر ۛ



آپ مغربی الاصل ہیں۔ دلاص میں پیدا ہوئے۔ اور بوجدید میں جو ملک مصر کے ایک گاؤں کا نام ہے، نشوونما پائی۔ آپ شوال کے پہلے سنہ ۱۱۰۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۱۷۰ھ میں وفات پائی۔ حافظ فتح الدین ابن سید الناس نے لکھا ہے۔ کہ آپ نظم میں جزار اور وراق سے (جو مشہور شاعر ہیں) فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے زیادہ فائق و افضل تھے۔ نثار نکوں سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ بہاء الدین وزیر کے ہم عصر ہیں۔ جو ۵۸۰ھ بمقام وادی غلہ (حوالی مکہ مکرمہ) میں پیدا ہوئے۔ اور ۵۹۰ھ میں فوت ہوئے۔ ان دونوں کے شاعرانہ کلام میں بہت مشابہت پائی جاتی ہے۔ ہم عصر ہونے کے لئے یہ تشریح ضروری ہے۔ کہ امام ابو بصیری رحمۃ اللہ علیہ کا جب تولد ہوا۔ تو اُس وقت بہاء الدین کی عمر ۲۷ سال کی تھی۔ اور امام ابو بصیری ۲۰ بہاء الدین وزیر کی وفات کے بعد ۳۴ سال زندہ رہے۔ امام ابو بصیری کسی بادشاہ کے شیر تھے۔ آپ نے بادشاہ کی تعریف میں کئی قصیدے لکھے۔ اور حضور علیہ السلام کی نعمت میں اس قصیدہ کے علاوہ اُن کے اور قصائد بھی ہیں۔ اس قصیدہ کی نسبت تواتر روایت ہے۔ کہ ناظم رحمۃ اللہ علیہ ایک دن بادشاہ وقت کے حضور سے واپس آ رہے تھے۔ کہ راستے میں شیخ ابوالجادر رحمۃ اللہ علیہ جو ناظم علیہ الرحمۃ کے دوست اور ایک صالح متقی اور قطب وقت تھے، مل گئے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا آج رات خواب میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں؟ آپ نے کہا۔ کہ اس رات تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف نہیں ہوا۔ لیکن آپ کے فرمانے سے میرے دل میں حضور علیہ السلام والسلام کی زیارت کا ایک خاص جذبہ پیدا ہوا۔ ناظم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں گھر آکر سو گیا تو خواب میں مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں چند قصائد پڑھے جن میں ایک قصیدہ ضربہ تھا۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

يَا وَتِ صَلِّ عَلَى الْمُخْتَارِ مِنْ مَخْصِرٍ  
وَالْأَنْبِيَاءِ وَجَمِيعِ الرُّسُلِ مَا ذَكَرُوا

اور دوسرا قصیدہ محمدیہ جس کا مطلع یہ ہے۔  
مُحَمَّدٌ أَشْرَفُ الْأَعْرَابِ وَالْحَجَمِ  
مُحَمَّدٌ خَيْرُ مَنْ تَبِعْتَنِي عَلَى قَدَمِ

بعد ازیں جب میرا مرض قاعج میں مبتلا ہوا۔ اور میرا بچا حصہ بدن کا بالکل بکھا ہو گیا۔ تو میں نے ارادہ کیا کہ اس مرض سے نجات پانا مشکل ہے۔ بجز اس کے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک قصیدہ لکھ کر پیش کروں۔ میں نے جب یہ قصیدہ ختم کیا۔ تو اُسی رات خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں یہ قصیدہ پڑھا۔ جب میں قصیدہ پڑھ چکا۔ تو جواباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک میرے تمام بدن پر پھیرا۔ جب میں صبح اٹھا۔ تو بالکل اچھا تھا۔ لیکن یہ معاملہ میں نے کسی پر ظاہر نہ کیا۔ پھر ایک دن اتفاقاً شیخ ابوالجادر سے ملاقات ہوئی۔ فرمانے لگے۔ کہ آپ وہ قصیدہ مجھے دیں جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت میں لکھا ہے۔ میں نے کہا۔ کہ کونسا قصیدہ؟ میں نے تو کئی قصیدے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھے ہیں۔ فرمایا۔ وہ قصیدہ جو اَمِنْ لَكَ كَسْرُ الْخِشْمِ سے شروع ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کس طرح معلوم ہوا۔ فرمایا کہ میں نے گزشتہ رات آپ کے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ قصیدہ پڑھتے دیکھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحالت سرور اس طرح مل رہے تھے جس طرح پر فر شاخ ہوا۔ اس کے جھونکوں سے ہلا کرتی ہے۔ جب میں نے یہ قصیدہ شیخ ابوالجادر کی خدمت میں پیش کیا تو پھر ہر طرف اس کی اشاعت ہو گئی۔

جب اس قصیدہ سے بہاء الدین وزیر ظاہر باللہ مشرف ہوئے۔ تو آپ نے نہایت محبت و شوق سے سنا۔ اور ایک نسخہ اپنے پاس لکھ لیا۔ اور تذمرانی کہ میں اس قصیدہ مبارک کو بشیر طائرہ مقررہ پڑھا کر دیکھا۔ الغرض یہ قصیدہ بلحاظ فصاحت و بلاغت اور اظہار کلمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ہی مقبول و مطبوع ثابت ہوا ہے۔ اور اہل حضرت صوفیہ نے اس کو



ہمیشہ اپنا ورد بنایا ہے \*

اس قصیدہ کے تین نام ہیں۔ ایک بُردہ جو مشہور ہے اس کی وجہ تسمیہ کئی وجوہ ہیں ایک یہ کہ بُردہ بروزن نعل وہ شے جس کو ریتی سے چمکایا جائے بُنت میں بڑک ریتی سے گرنے کو اور صابون دینے کو کہتے ہیں۔ چونکہ قصیدہ مبارکہ زوائد و حشو اور تعقید سے پاک و صاف ہے۔ اس لئے اس کا یہ نام کھا گیا۔ یا بُرد معنی سُکی (راحت آرام) سے مشتق ہے۔ چونکہ اس قصیدہ کے پڑھنے اور سننے سے دل کو راحت اور آرام حاصل ہوتا ہے اس واسطے اس نام سے موسوم ہوا۔ یا اس لئے کہ ناظم کو شفاء کامل ہو گئی تھی۔ یا بُردہ بمعنی چادر ہے۔ چونکہ ناظم کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے قصیدہ کے صلہ میں بحالت خواب چادر مبارک عطا ہوئی تھی۔ اس لئے یہ قصیدہ اس نام سے مشہور ہوا۔

دوئم بعض نے لکھا ہے کہ اس کا نام بُردہ ہے۔ چونکہ ناظم کو اس کے پڑھنے سے بہت یعنی مرض سے شفا ہوئی تھی اس لئے یہ نام مناسب ہے۔

سوم بعض کا خیال ہے کہ اس کا نام بُردہ منسوب بہ بُرد یعنی چادر ہے۔ جس کی وجہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں بعض کہتے ہیں کہ بُردہ اس چادر کو کہتے ہیں جس میں مختلف رنگ کی دھاریاں ہوں کوئی سُرخ۔ کوئی سفید۔ کوئی زرد۔ کوئی سبز اور کوئی سیاہ وغیرہ۔ چونکہ اس قصیدہ میں مختلف مضامین ہیں۔ مثلاً عشق کا تذکرہ۔ پھر اپنے قصور کا اعتراف۔ اس نوافل کا توشہ جمع نہیں کیا۔ پھر آیات قرآنی کی برکات کا بیان۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت پر سعادت اور معجزات کا ذکر۔ بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مجاہدین کی شجاعت کی مدح۔ اس وجہ سے قصیدہ کو بُردہ کہا گیا۔ \*

بعض شارحین حمزہ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ کہ دراصل قصیدہ بُردہ۔ یا بت سعاد ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے نظم علیہ الرحمۃ کو اپنی چادر عطا فرمائی تھی۔ تاریخ الخلفاء میں ہے۔

## فصل فی شان البُردۃ النبویۃ الَّتِیْ نَدَّیْهَا الخلفاء الِاخرون

اخرج السلفی فی الطوریات بسندہ الی الامام صمعی عن ابن عمر وبن العلاء ان کعب بن زہیر بن لما انشأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قصیدۃ یا بت سعاد رحمہ الیہ ببُردۃ کانت علیہ فلما کان منہ من مَعُویۃ بن کعب الکعب بقنا بردۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعشرۃ آلاف درہم فابی علیہ فلما مات کعب بعث مَعُویۃ بنہ الی اولادہ بعشرین الف درہم واخذ منهم البُردۃ الَّتِیْ ہِیْ عند الخلفاء ابوالعباس و ہکذا قالہ ثلاث اخرون اما الذہبی فقال فی تاریخہ اما البُردۃ الَّتِیْ عند الخلفاء ابوالعباس فقد قال یونس بن بکر عن ابن اسحاق فی قصۃ غزوۃ تبوک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعطى اهل بلنہ بردۃ مع کتابہ الذی کتب لہم امانا لہم فاشتراہا ابوالعباس السجاء بثلثمائۃ دینار فقلت فکانت الَّتِیْ اشتراہا مَعُویۃ فقدت عن نزل دولة بنی امیۃ۔ واخبر الامام احمد حنبل فی الزہد عن عروۃ بن الزبیر۔ ان ثوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی کان یخرج فیہ لوفد من اہل حضرہ طیولہ اربعۃ اذرع وعرضہ ذراعان وشیر فہو عند الخلفاء قد خَلَّوْا طَوْرَہ بشیاب تلبس یوم الاضحیٰ الفطر فی اسنادہ ابن الحبیۃ۔ وقد کانت ہذہ البُردۃ عند الخلفاء یتوارثوها ویطرحونها علی الکتاب فہم فی السواکب جلوسا و مرکوبا و کانت علی المقتدر حین قتل تلوث بالدم و اظن انہا فقدت فی فتنۃ التتار فان اللہ وانا البیہ اجعون۔ ترجمہ۔ فصل حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر مبارک کے بیان میں جس کو خلفاء عظام اخیر زمانہ تک بطور تبرک ہر یوم تن فرماتے رہے۔

امام سلفی نے طوریات میں بسندہ صمعی عن ابن عمر وبن العلاء سے روایت کی ہے کہ جب کعب بن زہیر نے اپنا قصیدہ یا بت سعاد حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں پڑھا۔ تو چادر حضور علیہ السلام



اُس وقت اوڑھے ہوئے تھے کہ کعبہ کی طرف پھینکتی یعنی بطور غلط فرائی حضرت علویہؓ نے اپنے زمانہ حکومت میں کعبہ کو دکھا کر حضور علیہ السلام کی چادر مبارک اس ہزار درہم کے عوض ہمارے پاس فروخت کر دیں۔ مگر کعبہ نے چادر فروخت کرنے سے انکار کیا جب کعبہ فوت ہوئے تو پھر معاویہؓ نے اُس کے وارثوں کو بیس ہزار روپیہ پیش کیا۔ اور یہ چادر جو بعد میں غلطی سے عبا کیسے پاس بطور تبرک ہی خرید لی۔ ایسا ہی دوسرے لوگوں نے روایت کی ہے لیکن یہی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ قصہ مغزوہ تبوک کے ضمن میں یونس بن بکر ابن اسحاق سے روایت کرتا ہے کہ جو چادر خلفاء عبا کیسے پاس تھی۔ وہ بھی جو حضور علیہ السلام نے اہل ایل کو اُس فرمان کے ساتھ جس میں آپ نے اُن کو امان دی تھی۔ عطا کی۔ پھر اہل ایل سے خلیفہ ابو بکرؓ نے تین سو دینار سے خرید لی۔ اور اُس خیال کرتا ہوں کہ جو چادر معاویہؓ نے کعبہ کے وارثوں سے خریدی تھی۔ وہ تو خلفائے بنی امیہ کی زوال خلافت کے ساتھ ہی گم ہو گئی تھی۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "زهد" میں عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ وہ چادر جس کو بہن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نمایندگان قوم سے ملاقات فرماتے تھے۔ وہ چادر حضری تھی (حضرمین میں ایک قصبہ ہے) اس کا طول چار ہاتھ اور عرض دو ہاتھ اور ایک یاشت تھا۔ یہی چادر خلفاء کے پاس تھی۔ یہ جب گنہ و دریدہ ہو گئی۔ تو خلفاء عظام عید اضحیٰ اور عید فطر کے موقع پر اس کو اپنے کپڑوں میں تبرکاً لپیٹ لیتے تھے اور اُس کے اسٹا میں ابن لبیدہ ہے (جو ضعیف اوی ہے) اور یہی چادر تھی جو خلفاء کو یکے بعد دیگرے رشتہ میں ملتی رہی۔ اور جب خلفاء اپنے لشکر و کلا جائزہ لینے کے لئے بیٹھتے یا سوار ہوتے۔ تو تبرکاً اُس کو اپنے شانوں پر ڈال لیتے تھے۔

جب خلیفہ المقتدر رشید ہوئے۔ تو آپ ہی چادر پہنے ہوئے تھے جو خون سے لت پت ہو گئی۔ اور میرا خیال یہ ہے کہ یہ تار کے جنگ میں گم ہو گئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ انتہی۔

میں نے اس کی تشریح اپنی شرح صادق الاثر فی تشریح بآنت سعاد میں مفصل لکھی ہے۔

## تقصیدہ کا وزن

یہ قصیدہ مبارک بحر بیض میں ہے۔ وزن مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن دو دفعہ اور رکن چہام اس کا ضروری مخبون ہے۔ اور رکن سوم ہر جگہ سالم۔ اور پہلا اور دوسرا رکن کسی جگہ سالم اور کہیں مخبون ہے۔ اور کسی جگہ پہلا مخبون اور دوسرا سالم اور کہیں بالعکس۔ ضمن اس حالت کا نام ہے کہ رکن کے اول میں سبب خیف کے ساکن حرف کو گرا دیا جائے۔ جس سے فاعلن سے فعلن اور مستفعلن سے مفاعلن رہ جائے۔ گھر حرف روی میں بہت جگہ شباع واقع ہوا۔ اور بعض جگہ نہیں۔ جیسا کہ حمی اور ظی میں +

## آداب تلاوت قصیدہ

شرح کے شروع کرنے سے پہلے چند ایک ضروری امور کا ذکر کرنا لازمی ہے حصول حاجات یا دفع بلیات یا رفع مشکلات کے لئے اس کا پڑھنا شرائط ذیل پر موقوف ہے۔

(۱) جس نے اس کا طیف شروع کرنا ہو۔ اُس دن حسب توفیق چند فقرہ کو اچھا کھانا کھلایا جائے۔

(۲) غسل کر کے صاف ستھرے کپڑے پہننا۔ اور خوشبو لگانا۔ اور پاک جگہ پر گوشہ تنہائی میں رو تیار ہو کر پڑھنا۔

(۳) صوت الفاظ و اعراب کو ملحوظ رکھنا۔ (جو لوگ کم قابلیت رکھتے ہیں۔ اُن کو چاہئے کہ کسی عالم سے اس کو پڑھ لیں)۔

(۴) ہر ایک شعر کے معنی اور مفہوم کو سمجھنا۔ اگر عربی نہ جانتا ہو۔ تو اپنی زبان میں اس کے مطلب کو ملحوظ رکھے جیسا کہ میں نے ہر ایک شعر کا مطلب اس شرح میں لکھ دیا ہے۔

(۵) اس کو نظم میں پڑھنا یعنی نظم کے طریق پر ہر ایک مصرع کو ادا کرنا۔ مذکر شر کے طور پر۔



(۶) اگر یاد ہو تو زبانی پڑھے۔ ورنہ کتاب پر۔ اور پڑھنے کے دوران میں کوئی دنیاوی

کام یا بات چیت نہ کرے۔ بجز اس کے کہ اس کو وضو کی ضرورت ہو۔

(۷) کسی صحیح عقیدہ بزرگ سے جو اس کا مجاز ہو۔ اجازت حاصل کرنا۔

(۸) ہر ایک شعر کے بعد بالتخصیص زیروہ شریف پڑھنا۔

مَوْلَانِی صَلَّی وَسَلَّمُ دَائِمًا اَبَدًا

عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرًا خَلَقْتَ كُلَّهُمْ

(۹) ایک جہد سے دوسرے جہد تک اس کا وظیفہ جاری رکھنا۔

(۱۰) جن لوگوں کو یہ قصیدہ یاد ہو۔ ان کے لئے یہ بہتر ہے کہ آدھی رات کو تاریکی میں

نہایت خضوع و خشوع سے سر برہنہ کھڑے ہو کر باادب بالا پڑھیں۔

(۱۱) اس کے بعد سجدہ میں جو حاجت ہو۔ اس کے لئے بارگاہ ایزدی میں بطفیل سید کو نبین

احمد مختار رحمہ اللہ علیہ و آلہ وسلم دعا مانگے انشاء اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے

اُس کی حاجت پوری ہوگی۔ اور اگر دفع مصیبت کے لئے پڑھے تو مصیبت سے نجات پائیگا۔

اس بارہ میں لاکھوں شہادتیں اور روایات ہیں۔ مگر گدا سے لے کر بادشاہ تک اس کی

برکت سے فائز المرام ہوئے۔

اس گنہگار نے تو کئی وقفہ آزمایا ہے۔ اور ایسا کبھی نہیں ہوا۔ کہ میں نے اس کا ورد

جائز حاجات کیلئے کیا۔ اور محروم رہا۔ وذلک فضل اللہ بؤتیہ من شأء۔

اختر العباد محمد عبد المالك عفی عنہ

# شرح قصیدہ بُرُکۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُکَ وَنُصَلِّیْ عَلٰی سُلُوْلِکَ الْکَرِیْمِ

## الفصل الاول فی خطای النفس

(۱) اَمِنْ تَذْکُرِ جِبْرَانَ بَدِیْ سَلَمٍ  
مَرْجَتْ دُمُجَارِی مِنْ مَّقْلَةٍ بَدَمٍ

یا زیاد الفستہ سیاگان فری سلم اشکھائے چشم آئینختی باخول بہم؟

ہمزہ استفہام بطریق تجاہل کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں کس لئے روتا ہوں۔ رَمَنْ

سببیہ جار مجرور متعلق مَرَجَتْ تَذْکُرِ مصدر مادہ اس کا ذکر بالکسر یا ذکر بالضم۔ وَکَر

بالکسر زبان سے یاد کرنا یا ذکرنا۔ تَذْکُرِ مصدر مضاف۔ جیوان مفعول مضاعف

الیہ فاعل اُس کا کاف خطاب محذوف ہے۔ اِی مِنْ تَذْکُرِکَ جیوانا۔ تیرا ہمسائوں

کو یاد کرنا۔ جیوان جمع جار ہمسایہ مراد محبوب کی قبیلہ عرب خانہ بدوش جنگلوں میں کبھی



کسی جگہ کبھی کسی جگہ رہتے ہیں۔ اس لئے ایام گزشتہ مواصلت موافقت انسان کو یاد آتے ہیں۔ اور وہ یاد ایام سے متاثر ہوتا ہے۔ سلمہ درخت مغیل یعنی بول۔ ذی سلمہ نام موضع جو مکہ و مدینہ کے درمیان ہے۔ بوجہ کثرت درختان مغیل اس نام سے مشہور ہوا۔ سلمہ وہ درخت خاص جس کے نیچے حضور علیہ السلام مکہ مکرمہ کو تشریف لے جاتے وقت آرام فرمایا کرتے تھے۔ مزجت فعل ماضی مخاطب مزج ملانا۔ دمع آنسو تجزای فعل ماضی جویان جاری ہوتا۔ من متعلق جزوی۔ مقلدہ حدیث چشم۔ آنکھ کا ڈھیلا۔ مراد آنکھ باجاریہ متعلق مزجت کے دم خون + ترجمہ۔ کیا تو نے مقام ذی سلم کے ہمایوں کی یاد میں آنسوؤں کو (جو تیری) آنکھ سے جاری ہیں خون سے ملا دیا ہے +

تشریح۔ آنسوؤں کو خون آلودہ کرنا مراد کثرت گریہ سے ہے۔ شاعر اپنے نفس سے خطاب کرتا ہے۔ قاعدہ ہے کہ شعرا کثرت قصید کے آغاز میں اپنے آپ کو ایک غیر شخص تصور کر کے خطاب کیا کرتے ہیں۔ اس کو ان کی اصطلاح میں تجرید کہتے ہیں۔ جیسا کہ اس شعر میں ہے

عرفی اگر بگریہ تیرے شعلے صال صد سال غیواں تبت اگر بستی  
حاصل شعریہ ہے کہ کیا مقام ذی سلم کے عبید کی فرقت میں تو رہا ہے +

(۲) اَمْ هَبَّتِ الرِّيحُ مِنْ تَلْقَاءِ كَاطِمَةٍ  
اَوْ اَوْ مَضَلَّ الْبَرْقُ فِي الظُّلَمِ مِنْ اَضَمِّ

یا وزید از کاظمہ بادیم صبحدم یا درخشیدہ بربق از سر کوہ ضم

آم یعنی یا۔ استفہام اور عطف کے معنی کا متضمن اور اکثر ہمزہ استفہام کے مقابلے میں وسط کلام میں واقع ہوتا ہے۔ اور ہمزہ استفہام ابتدائے کلام میں آتا ہے۔ اس کا عطف پہلے شعر پر ہے یعنی اصن تذکر جبران ام هبت الريح اور ایسا ہی آد جو اس شعر کے دوسرے مصرع او مض البرق کے ابتدا میں ہے۔ ہمزہ استفہام۔ آم اور آد ایک ہی سلسلے میں ہیں۔ آم متصلاً اور منقطہ دونوں معنی میں آتا ہے متصلہ کا تعلق کلام اقبل سے ہوتا ہے اور منقطہ کا اتصال باقبل سے نہیں ہوتا۔ یہاں آم متصل ہے بعض شارحین نے اس کو منقطہ لکھا ہے اور دونوں شعر و کلام الگ قرار دیا ہے۔ یہ فصاحت کے خلاف ہے۔ بعض نسخوں میں واو ہے اس صورت میں واو یعنی آو ہے۔ هبت فعل ماضی۔ افادہ فعل حال کا دیتا ہے۔ ہبوب ہوا کا چلنا۔ ریح ہوا یا بوسے خوش من ابتدائے۔ تلقاء طرف۔ جانب۔ کاظمہ مدینہ منورہ کا نام ہے۔ اور نیز مدینہ منورہ کے نواح میں ایک بستی اور بصرہ کے قریب ایک جبل ہے اور ایک معشوقہ کا نام بھی ہے۔ آخرت نزدیک اور مض فعل ماضی۔ انماض بجلی کا آہستہ آہستہ چمکنا۔ برق بجلی۔ فی الظلماء۔ فی جار ظلماء در شب تاریک بحر و متعلق او مض کے من جار اضم کسر اول و فتح ثانی مدینہ منورہ کے پاس ایک پہاڑ ہے۔ بحر و متعلق او مض فعل کے ہے +

ترجمہ۔ یا موضع کاظمہ کی طرف سے ہوا چل رہی ہے۔ یا شب تاریک کوہ اضم سے بجلی چمک رہی ہے +

تشریح۔ کیا تیرا رونا ذی سلم کے معشوق کی یاد میں ہے۔ یا موضع کاظمہ کی جانب سے جہاں تیرا معشوق رہتا ہے۔ ہوا چل رہی ہے اور وہ تیری آتش عشق کو



شتعل کر رہی ہے۔ یا کہ ضم سے جہاں تیرا عشق مقیم ہے بجلی کا چمکنا تیرے دل کو دیوانہ اور شفیق بنا رہا ہے جس سے بے اختیار تیری آنکھوں کا خون جاری ہے مختلف مقامات کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ ہر خانہ بدوش مختلف موسموں میں مختلف مقامات میں رہا کرتے ہیں اور ہر ایک مقام اور اس کے رہنے والوں سے خاص محبت رکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے محبوب کے ساتھ مختلف مقامات میں رہ چکا ہے۔

فَالْعَيْنَيْكَ إِنِّي قُلْتُ أَكْفَا هَمَّتَا  
وَمَا لِقَلْبِكَ إِنِّي قُلْتُ اسْتَفَقَ بِحُصْمٍ

چیت چیت اچو گوئی ضبط کن گزین دل | چیت ثابت کہ گوئی باش افزا بد دل

فَاغصیحہ ہے جو شرط محذوف کو ظاہر کرتی ہے۔ شرط محذوف یہ ہے۔ ان لہدیکن مزجک الدمع بالدمع من العشق اگر تیرا گریہ خون آلود عشق کی باعث نہیں ہے تو پھر تیری آنکھوں اور تیرے دل کو کیا ہوگا کہ سنبھلتے نہیں۔ مَا اسْتَفَقَ مِمَّہ۔ عینین تشبیہ عین آنکھ۔ ان قلت اکففا۔ ان شرطیہ۔ قلت فعل ماضی مخاطب۔ قول کہنا زبان سے یاد دل سے۔ اکففا صیغۂ تشبیہ امر۔ کف روکنا۔ رکنا۔ لازم و متعدی ہے۔ ہمتا صیغۂ ماضی مؤنث از باب ہی ہیئ و ہیکما۔ پانی اور انسوکا جاری ہونا۔ قلب دل۔ استفق امر متعاقب تک۔ فاقد ہوش میں آنا۔ ہشیار ہونا۔ یھم۔ نام یہیم ہما و ہیمانا سے۔ فعل مضارع ہے ہیمانا خیران ہونا۔ پریشان و گشتہ ہونا۔ ان قلت اکففا اور ان قلت استفق میں لہما اور لہ محذوف ہیں۔ ان شرطیہ اس لئے لایا گیا ہے کہ جب تک فی عاشق منع کرنے پر زیادہ اظہار محبت کے لئے اس کا عشق ثابت سمجھا جاتا ہے۔ پہلے مصرع میں

ہمتا صیغۂ ماضی تشبیہ اور دوسرے مصرع میں یھم مضارع استعمال کرنے میں عجیب نکتہ ہے۔ ماضی ثابت شدہ امر کے لئے اور مضارع آئندہ آنے والی چیز کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ چونکہ آنکھوں کا گریہ نظر آتا ہے وہ ثابت شدہ امر ہے اور دل کی حیرانگی پوشیدہ ہے اس پر لوگوں کو اطلاق کم ہوتی ہے۔

ترجمہ :- پس اگر یہ نہیں تو تیری آنکھوں کو کیا ہو گیا کہ اگر تو انہیں کتہا ہے کہ ختم جاؤ تو وہ اور بھی زیادہ بننے لگتی ہیں۔ اور تیرے دل پر کونسی آفت آن پڑی کہ اگر تو اسے کہے کہ سنبھل جا تو اس کی سرسبکی اور بڑھ جاتی ہے۔  
تشریح :- اگر تیرا اگر یہ عشق کے فراق سے نہیں ہے تو تیری آنکھوں سے کیوں بے اختیار آنسو جاری ہیں۔ اور تیرا دل کیوں غمناک اور اندوگین ہے؟  
تایخ فرشتہ نے اس شعر کی تاثیر کا ذکر کیا ہے (دیکھو جلد دوم مقالہ نمبر ذکر سلطنت شاہ حسین ثانی نگاہ) جب شاہ محمود لنگاہ فوت ہو گیا۔ اور ملتان کا محاصرہ مرزا شاہ حسین ارغون نے کیا۔ تو مولانا سید الدین لاہوری جو اس زمانے کے مشہور فاضل تھے اس وقت جامع مسجد ملتان میں مسند آرائے تدریس علوم دینیہ تھے۔ آپ اپنے حالات میں لکھتے ہیں۔ کہ قلعہ ملتان کا محاصرہ ایسا سخت تھا۔ کہ نہ کوئی آدمی باہر سے آسکتا تھا اور نہ قلعہ کے اندر سے باہر جاسکتا تھا۔ اذوقہ ختم ہو گیا تھا۔ لوگ کتے اور بیلے تک کھانے لگے۔ آخر کار قلعہ فتح ہو گیا۔

مرزا شاہ حسین کی فوج نے شہر کو لوٹنا شروع کیا۔ ہمارے مکان کی نشان دہی کر سپاہی اندر گھس آئے۔ اور میرے الدماجد مولانا ابراہیم جامع کو جنہوں نے ۶۵ سال خدمت تدریس تقاسیر و احادیث انجام دی تھی گرفتار کر کے لیگنے پھر



مجھے بھی قید کر لیا۔ ہماری رہ بند و حراست اس لئے تھی کہ ہم اپنا دھینہ اُن کے پیش کریں۔ ہمارا تمام اسباب لوٹ کرے گئے۔ اور مجھے وزیر کے پاس حاضر کیا۔ اور کہا ان کے پاس بہت دولت مدفون ہے۔ ان کے مکانات عالیشان اور ان کا رخت خانہ دلالت کرتا ہے کہ یہ بڑے خزانے کے مالک ہیں۔ وزیر نے مجھے ایک طویل ذخیر میں جکڑا اور ذخیر کا دوسرا سرا اپنے تخت چوبیس سے جس پر وہ بیٹھا تھا باندھ دیا۔ میں ناز ناز روٹا تھا۔ اور زیادہ میرا گریہ اپنے ضعیف العمر والد ماجد کی گرفتاری کی وجہ سے تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ

وزیر نے خدمتگار کو حکم دیا کہ وہ قلم دوات اور کاغذ لائے۔ خدمتگار نے تعمیل کی۔ وزیر کسی ضرورت کے لئے اندر چلا گیا۔ میں نے جرات کر کے ایک کوزہ لے کر جو پاس ہی تھا و غصہ کیا۔ اور وزیر کے تخت پر جو کاغذ رکھا تھا۔ اُس پر قصیدہ بردہ کا یہ شعر

فما لعینک ان قلت کففاہمتا وَمَا لِقَلْبِکَ ان قلت استغفیر

لکھا۔ جب وزیر آیا اور اُس نے یہ شعر لکھا ہوا دیکھا تو ادھر ادھر نظر کی کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ متحیر ہو کر پوچھا۔ یہ کس نے لکھا ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے لکھا ہے میرا حال دریافت کیا میں نے اپنی تمام مصیبت اور حضرت الد ماجد کی گرفتاری کا حال بیان کیا۔ بے تابانہ اٹھ کھڑا ہوا اور مجھے ایک عمدہ پوشاک پہنا کر مرزا شاہ حسین کی خدمت میں حاضر کیا۔ اور ہمارے خاندان کا حال عرض کیا۔ مرزا شاہ حسین ارغوں لرزہ بر اندام ہو گیا۔ اور حکم دیا۔ کہ حضرت مولانا ابراہیم جامع جہاں کہیں اسیر ہیں۔ اُن کو باعزاز تمام لائیں چنانچہ والد ماجد تشریف لائے۔ مرزا نے اُن کو تعظیم دی۔ اور اپنے

پاس بٹھایا اور ہمارا تمام اسباب واپس کیا جو نہ ملا اُس کی قیمت ادا کی۔ اور اسی کی کہ آپ میرے ساتھ چلیں۔ والد ماجد نے کہا کہ میں سفر آخرت پر آمادہ ہوں مجھے معاف کریں۔ اس شعر کی یہ تاثیر ہے کہ اگر کوئی مصیبت زدہ اس کو پڑھے تو اُس کی مصیبت فوراً دور ہو جاتی ہے۔

صوفیوں نے لکھا ہے کہ ان ہر سہ شمار کا یہ خاصہ ہے کہ اگر کوئی جانور سجانے سے رام و مژناض نہ ہو تو ان شعر دو کو صینی یا شیشے کے پیالے میں بارش کے پانی سے لکھ کر اُس کو پلایا جائے۔ تو وہ مطیع و فرمانبردار ہو جاتا ہے۔ اور جس شخص کی زبان تقریر کرتے وقت رکتی ہو۔ ان اشعار کو ہرن کے چمڑے پر لکھ کر بازو پر باندھے۔ وہ تقریر میں نہیں رکتا۔

(۴) اِيْحَسِبُ لَصَبًا اَنْ اُحِبَّ مِنْكُمْ  
مَا بَيْنَ مَنْجَمٍ مِنْهُ وَمُضْطَرِمٍّ

عاشق انگار کو کہ عشق او باند نہاں | در میان جہیم گریاں مینہ آتش فشاں

ہمزہ استغما میہ معنی انگار۔ یحسب سین پر فتح و کسرہ پڑھنا دونوں درست ہیں فعل حال حسبان خیال کرنا۔ گمان کرنا۔ سمجھنا۔ صِب دراصل مصدر یعنی بہنا ہے۔ چونکہ عاشق آنسو بہاتا ہے اس لئے بطور مبالغہ عاشق کو کہتے ہیں۔ ان تحقیق و تاکید کے لئے آتا ہے یعنی عشق کے ہونے میں کوئی شک شبہ نہیں ہے۔ حب محبت۔ منکم پوشیدہ ہونے والا۔ اسم فاعل ہے مابین میں مازندہ ہے۔ بین ظرف۔ در میان منجیم اسم فاعل بہنے والا۔ السجما مابنی کا بہنا۔ منہ کی ضمیر مجبور و صیب



کی طرت ہے۔ واو عاطفہ مضطرب مشتعل مضطرب اور منجمد موصوفہ مودت  
کامیابی ہے۔ ای دمع منجمد و قلب مضطرب

ترجہ ۸۸: کیا عاشق یہ خیال کر سکتا ہے کہ راز محبت اس کے اشک ان اور  
دل بریاں کے ہوتے ہوئے چھپ سکے گا؟ ہرگز نہیں

تشریح: عاشق یقیناً جانتا ہے کہ جب حالت میں آنکھوں سے آنسو بہے ہیں  
اور دل سے آنکھ رہی ہے اس کا عشق کسی صحت میں چھپ نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ  
دونوں نمازیں اور معتبر گواہ ہیں۔ ان کے ہونے عشق کا پورے کھانا ممکن ہے  
کہ عشق و مشک استوائ نہفتن

(۵) لَوْ لَا اَلْهُوٰی لَمْ تَرْقِ دَمْعًا عَلٰی طَلَلٍ  
وَلَا اَرَقْتَ لِذِكْرِ الْبَانِ وَالْعَلَمِ

گر بندے عشق کے بگریستی برشتہ ہا چوں شدے از یاد بان کو بے خوابی ترا

لو لا چار طرح پر استعمال ہوتا ہے اول جلا سمیتہ پر اس کا داخل ہونا ثابت کرتا  
ہے۔ کہ جب کسی چیز کے مقابلے میں کوئی غیر چیز موجود ہے تو وہ چیز ثابت نہیں  
ہو سکتی۔ اس صحت میں اس کی خبر واجب الحذف ہوتی ہے۔ دوسرے تخصیص کیلئے  
جب یہ مضامین پر واقع ہو تیسرا کسی کو تنبیہ اور شرمندہ کرنے کے لئے آتا ہے۔  
اس صحت میں یا معنی کے لئے خاص ہے چوتھا استفہام کے لئے مستعمل ہوتا ہے  
اس شعر میں لو لا کا استعمال بیعت اول ہوا ہے۔ اصل عبارت یوں ہے۔  
لو لا اَلْهُوٰی موجود فیک، گو یا موجود فیک کیا گیا ہے۔ ہوی محبت اور

ہوی مصدر ہے۔ ہوی بالعموم تین معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اول غیر مشروع امر کی خواہش  
دوم عشق و محبت۔ سوم محبوب۔ یہاں دوم و سوم کے معنی میں متصل ہے یعنی اگر تجھے  
عشق و محبت نہ ہوتا یا تیر کوئی محبوب معشوق نہ ہوتا۔ تو نہ آنسو بہاتا اور نہ جاگتا لیکن  
چونکہ تو آنسو بہاتا اور جاگتا ہے اس لئے ثابت ہوا کہ تو کسی کا رویدہ محبت ہے۔ لہ  
تو قہر میں لم تر روق تھا۔ واو وجہ کسرہ ماقبل کے یا ہو گیا اور یا التفاسے ساکنین کے  
باعث گر گئی۔ لہ تروق صیغہ جہلہ ماضی منفی اراقت بہانا۔ دمع آنسو۔  
طلل مندم مکان کے آثار اور نشان۔ ارقنت فعل ماضی اذ ارق یا ارق ارقا۔ ارق  
بیخالی۔ لذلک لام سیدہ جہر و تعلق ارقنت۔ ذکر یاد کرنا۔ بان سر داو و شمشاد کی  
طرح ایک سیدہ عارفہ عرب میں ہوتا ہے جس سے معشوق کے قد کو تشبیہ دیتے ہیں  
علمہ پہاڑ۔ اور مراد اس سے کوہ غم ہو سکتا ہے

ترجہ ۸۸: اگر تجھے کسی کی محبت نہ ہوتی تو کھنڈرات پر کیوں آنسو بہاتا۔ اور  
درخت بان اور کوہ غم کی یاد میں کیوں راتوں جاگتا؟

تشریح: اشعار عرب میں اس قسم کے مضمون بکثرت پائے جاتے ہیں۔ کہ شاعر  
کھنڈرات۔ درختوں اور پہاڑوں کو دیکھ کر روتا ہے۔ اور ان سے اپنے حباب کا پتہ  
دریافت کرتا ہے۔ اور ان بانے کی کیفیت کو دہراتا ہے۔ جب اس مقام پر اپنے  
دوستوں کے ساتھ رہتا تھا صحرائے عرب میں عرفانہ بدوشوں کی جا بجا جھونپڑیوں  
اور جھولدار یوں کے نشانات پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہر موسم میں اپنے مقام کو  
بدلتے رہتے ہیں۔ یعنی معشوق کے مکانات کے کھنڈرات کو دیکھ کر رونا اور ان پہاڑوں  
اور درختوں کو یاد کر کے جاگتے رہنا جہاں تیرا معشوق رہتا تھا تیرے عشق کا قطعی



ثبوت ہے جس سے تو کسی صورت میں انکار نہیں کر سکتا۔ شاعر کو درخت بان اور کوہِ اعظم  
درحقیقت کوئی تعلق نہیں۔ مگر از بسکہ وہ معشوق کے مسکن سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے  
اُن کو بھی بالعرض دوست کہتا ہے۔ چنانچہ ایک عاشق زار کہتا ہے ۷

وَمَا حُبُّ الدَّيَّارِ شَغَفَنَ قَلْبِي وَلَكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَّارَ

یعنی دیارِ محبوب کی محبت نے میرے دل کو مغتن نہیں بنا رکھا بلکہ اس (اُجڑے دیار کے)  
بسنے والوں کی یاد میں سراپیمہ ہو رہا ہوں۔ (۱۱) دفعہ ہر نماز کے بعد پڑھنا غم و الم کو دور  
کرتا ہے ۱۰

(۶) فَكَيْفَ تَنْكَرُ حَبَابًا بَعْدَ مَا شَهِدْتَ  
بِهِ عَلَيْكَ عُدُولُ الدَّمِيعِ وَالسَّقَمِ

چوں کئی انکار از عشقت کہ شد بر تو گواہ چشم گریان تو وہ بیمار ہے جسم تباہ

آجواب ہے شرطِ محذوف کا۔ کیفیتِ استفہام کے لئے ہے۔ تنکر صیغہ مضارع  
مخاطب۔ انکار مصدرِ منکر ہونا۔ حب و دوستی۔ بعد ظرفِ مضاف مآ مصدر غیریہ الیہ  
شہادت صیغہ ماضی ثبوت غایبہ فاعل اس کا عدول ہے۔ شہادت مصدر گواہی دینا۔  
بہ کی ضمیر حب کی طرف راجع ہے۔ جار مجرور متعلق شہادت۔ علیک میں علی واسطے  
ضرر کے آیا ہے عاشق محبت مخفی رکھنا چاہتا ہے اور گواہان اُس کے خلاف محبت کو  
ظاہر کر رہے ہیں۔ عدول جمع عادل کو گواہان صادق۔ دمیع آنسو۔ سقم بیماری ۷  
ترجمہ ۸۔ بعد اس کے کہ دو عادل گواہ آنسو اور بیماری۔ تیرے عشق پر شہاد  
دے رہے ہیں۔ تو کس طرح عشق سے انکار کر سکتا ہے؟

تشریح۔ جب تجھ پر عشق کا الزام معتبر گواہوں کی شہادت سے ثابت ہو چکا ہے  
تو ایسی حالت میں تیرا عشق سے انکار کرنا بے سود ہے۔ یہ پہلا شعر ہے جس کی فصاحت بلاغت  
پر (جب ناظم علیہ الرحمۃ عالم رویا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں یہ قصیدہ  
رہا تھا) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جھومنے لگے۔ اس شعر کو تین دفعہ پڑھنا اور حاجت  
کے لئے دعا مانگنا چاہئے ۹

اگرچہ یہاں شعر تہنید یہ بظاہر کسی دوسرے معشوق و عاشق کی نسبت معلوم ہوتے  
ہیں۔ مگر حقیقت میں محبوب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور عاشق بصری علیہ الرحمۃ کی  
محبت اور عشق کے دلکش اشارات میں ذی سلم کے ہمایوں کے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
اور آپ کے صحاب رضوان اللہ علیہم ہیں۔ کیونکہ سلم وہ درخت تھا جس کے نیچے حضور علیہ  
الصلوٰۃ والسلام سفر کے وقت استراحت فرماتے تھے۔ اور ناظم آپ ہی کے فراق میں  
خون کے آنسو بہاتا ہے یا اس سے مراد مدینہ منورہ ہے جس کو دار السلام کہا جاتا ہے  
یا روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے۔ جو شرف و عزت میں دار السلام بہشت کا  
رتبہ رکھتا ہے۔ کاظم مدینہ منورہ کے پاس ایک بستی ہے۔ اضم وہاں کے ایک پیاو کا  
نام ہے۔ ناظم محبت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں باد صبا کے جھونکوں اور کبلی کی  
کوند سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بوئے مشک سونگھتا اور انوار جمال دیکھ رہا ہے  
اور اپنی آنکھوں اور دل کو تسلی دیتا ہے۔ اور کسی پر عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر کرنا  
نہیں چاہتا۔ تاکہ ریا نہ ہو اور لذت سوز و گداز اپنے دل ہی دل میں چکھے۔ گوشہ  
تنہائی میں بیٹھا ولولہ عشق سے اپنی حالت کو بیان کر رہا ہے اس صورت میں شیخ  
تہنید اور تشبیب کے نہیں۔ بلکہ صفات الفاظ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت



بلا کسی تہید کے شروع کر دی ہے

شوق کہتا ہے جانے دو تہید صحت مطلب کہو جو کہنا ہے  
میری اس توجہ سے تمام اشعار کا مفہوم آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ ناظم حضرت اللہ علیہ  
اپنی ذات کو غیر قرار دے کر اس قسم کے مباحثے سے اپنے جذبہ عشق کو دو گواہان عادل  
اشک خون اور آہ زار سے ثابت کر دیا۔

(۷) وَاثْبَتَ الْوَجْدَ خَطِيئَةً وَضَنَةً  
مِثْلَ الْبَهَارِ عَلَى خَدَّيْكَ وَالْعَنَمَ

عشق بروئے تو از اشک مرض و خطیئہ  
بروز خسارت چو گلزار گلایہ پدید

واو عاطفہ یا عالیہ۔ اثبت فعل ماضی۔ اثبات ثابت کرنا۔ وجد غم خطیئہ خط  
لکیر مراد علامت نشان۔ عبودۃ آنسو اور عاطفہ ضعیفی بیماری و لاغری۔ مثل مصد  
حال ہے خط کا۔ بہار گلپ زرد۔ خدای تثنیہ نقد۔ خسار۔ غنہ ایک خست ہے  
جس کی شاخیں نازک اور سرخ ہوتی ہیں اور معشوق کی انگلیوں کو ان سے تشبیہ دیتے ہیں  
یا ایک قسم کی سرخ گھاس ہوتی ہے۔ دو نشان سے مراد ایک تو عاشق کے خون کو  
آنسو۔ دوسرا رنگ زرد ہے جو علامت عشق و غم ہے۔

شعر سابق پر اس کا عطف ہے یعنی کیف تنکوبہ ما اثبت الوجد  
خطی عبودۃ و ضنی +

ترجمہ اور نوع عشق سے کس طرح انکار کر سکتا ہے جب غم نے تیرے خسار و  
پر و نشان آنسو اور لاغری کے مثل گلپ زرد اور درخت غم کے نمایاں کر دیئے ہیں +

تشنج ہے۔ آنسو اور لاغری کا خساروں پر ظاہر ہونا عشق کو ثابت کرتا ہے اور انکار  
کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ لاغری کو گلپ زرد سے اور اشک خون آنسو کو درخت غم سے  
تشبیہ دی۔ شاعر نے عشق کے علامات اور اس کی تاثیروں کو ثابت کر کے عاشق کو قائل  
کر دیا۔ اور اسے تسلیم کر دیا۔ کو قبی وہ کسی کی محبت میں مبتلا ہے جیسا کہ شعر باقی میں  
آتا ہے :-

(۸) نَعْمَ سِرَطِيفٌ مِّنْ أَهْوَى فَارَقَنِیْ  
وَالْحُبُّ يَعْتَرِضُ الذَّنَاتِ بِأَلَا لَمْ

آگے یاد معشوق شب بیدار کرو  
عشق لذتِ مبدلِ مبین بربخ و در

نعم تعجب یا عجیب کے لئے آتا ہے۔ سریات کو چلنا۔ طیف خیال۔ من اسم  
موصول ہے ناظم نے معشوق کا نام ظاہر نہیں کیا تاکہ مخاطب کے دل میں شوق پیدا  
اور معشوق کی عظمت ثابت ہو۔ یا ایک سب کو معلوم ہے کہ اس کا محبوب کون ہے۔  
من اھوی جس کی میں محبت رکھتا ہوں۔ اھوی فعل مضارع تنکلم۔ ہوی محبت کرنا۔  
فارقنی میں فاعلامت جہ شرط محذوف کی ہے۔ اسی لہذا جاء الی الخ خیالہ۔ جب میر  
پاس کا خیال آیا۔ تو میں بیدار ہو گیا۔ اذ قنی صیغہ واحد غائب فعل ماضی معلوم از  
باب تفضیل۔ نون و فایہ۔ یا مے تنکلم مشتق از تادیق بمعنی بیدار کرنا۔ واو عالیہ  
حُب دوستی۔ یعترض فعل مضارع۔ اعتراض آگے آنا۔ مراد مانع ہونا۔ محاورہ عرب  
اعترض لہ بسهم اذ قبلہ بہ فرماہ نفقۃ حب کوئی کسی کو سامنے سے تیرا کر  
قتل کرے۔ تو کہتے ہیں۔ اعتراض لہ بسهم۔ یا یعترض کے معنی بھول کے ہیں



یعنی محبت لذات میں حاصل ہو جاتی ہے۔ اور زندگی کا مزہ چکھنے نہیں دیتی۔ مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عشق یا عشق الہی دنیا کی لذتوں کی ضد ہے اگر کوئی چاہے کہیں آخرت کے مراتب کو بدوں ترک نیا کے حاصل کروں تو یہ ہو نہیں سکتا۔ روایت ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے ایک ن خیال کیا کہ اچھا ہو کہ میں آخرت کے مراتب کو بغیر ترک نیا حاصل کروں یعنی دنیا میں بوعظمت مجھے حاصل ہے ہی عزت و آخرت میں بھی حاصل ہو جائے۔ بہلول ولی اللہ نے مکاشفہ سے ہارون الرشید کا خیال معلوم کیا خلیفہ کے دربار کے سامنے ایک بڑا بھاری پتھر کا ستون تھا۔ جس کو جماعت کثیر بھی مل کر نہیں اٹھا سکتی تھی۔ بہلول آیا اور اس پتھر کی ایک جانب کو اٹھایا۔ پھر پتھر کو درمیان سے پکڑ کر اٹھانے لگا تو اس سے نہ اٹھ سکا۔ خلیفہ دیکھ رہے تھے۔ بہلول سے دریافت کیا۔ بہلول علیہ الرحمۃ نے کہا۔ کہ جس طرح اس ستون کو میں نے الگ الگ ایک ایک جانب سے اٹھایا اور درمیان سے اٹھ نہ سکا۔ اسی طرح دنیا و آخرت کی مثال ہے ایک ہی حاصل ہو سکتی ہے دونوں نہیں حاصل ہو سکتیں۔ خلیفہ بہت متاثر ہوا۔

ہم خدا تو اہی وہم دنیا نے وں ایں خیال است محال است جوئوں  
لذات جمع لذت مراد عیش۔ راحت۔ فارغ البالی۔ اللہ نالائم امر کا محسوس کرنا۔  
مراد اندوہ و غم +

ترجمہ۔ ہاں ان گناہ رات کو معشوق کا خیال میرے پس آیا۔ اور اس نے مجھے یہ خواب کر دیا۔ واقعی محبت لذات زندگی کو غم سے فنا کر دیتی ہے۔ یا ان میں حاصل ہو جاتی ہے +

تشریح جب معترض نے انکار کی تمام راہیں بند کر دیں۔ اور یہی لائل و علامات سے عشق ثابت کر دیا۔ تو مخاطب کو تسلیم کرنا پڑا۔ کہ اسے معشوق کے خیال محبت نے اندوہ گیں کر رکھا ہے۔ اور اس کی خوشی کو غم سے بدل ڈالا ہے۔ (اس شعر کو ۲۱ دفعہ ہر نماز کے بعد پڑھنے سے غم شدہ چیز مل جاتی ہے) +

(۹) **يَا لَا تُحْيِي فِي الْهَوَىٰ لِعُذْرِي مَعْدِرَةٌ  
مِنِّي إِلَيْكَ وَلَوْ أَنْصَفْتَ لَمْ تَلَمْ**

اے ملائکہ عشق عذرم عذرم نہ کر۔ اگر گنی انصاف لائتم ملامت باگبر  
یا لا تہی میں پہلے یا حرف نہ اور اخیر میں یا تے شکم ہے۔ لائتم ملامت کرنے والا۔  
ہوئی محبت عذری بنی عذرہ کی طرف جو ایک قبیلہ ہے جس کے لوگ عشق میں مشہور  
ہیں منسوب ہے۔ اور وہ عشق کے مرض میں اکثر جوانی میں مرتبے ہیں۔ یا ہوئی  
عذری وہ عشق مراد ہے جس میں عاشق معذور اور بے اختیار ہو۔ اور شیفتگی و  
دیوانگی اس پر غالب آجائے۔ معذرة مفعول فعل مخذوف کا ہے یعنی اقبل  
معذرة متنی یعنی میرا عذر قبول کر۔ متنی متعلق اقبل مخذوف کے چال یا صفت کے  
نمودہ کی۔ لو حرف شرط انصفت فعل ماضی معلوم اگر تو انصاف کرتا لہذا لہذا ملامت نہ کرتا +  
ترجمہ۔ اے میرے سرزنش کرنے والے میرا عشق جس کی نسبت آپ مجھے  
لامت کرتے ہیں۔ بنی عذرہ کے جوانوں کا عشق ہے۔ جو کبھی زائل نہیں ہو سکتا۔ میرا  
عذر قبول کیجئے (کہ میں اس عشق میں مجبور ہوں۔ اس لئے ہٹ نہیں سکتا) اگر تو  
انصاف کرتا تو مجھے ملامت نہ کرتا +



تشش بیج عاشق عشق کا اقرار کر کے معافی کا خواستگار ہے اور کہتا ہے کہ دل میرے قابو میں نہیں ہے۔ جو میری حالت ہے وہ تو دیکھ لے۔ میں مجبور ہوں۔ ایسی حالت میں طعن و ملامت قرین نصاف نہیں ہے۔

(۱۰) عَدَّتْكَ حَالِي لَا سِرِّي بِمُسْتَتَرٍ  
عَنِ الْوَشَاةِ وَلَا دَائِي بِمُتَكَسِّمٍ

حالم ترا نیک دانی از سخن چیں از من نیست پوشیده نہ درم میر و از جان تن

عدت تک میں عدت فعل مضارع ضمیر خطاب یعنی میرے عشق کا قصہ تجھ سے تجاویز کر کے اور لوگوں تک پہنچ گیا ہے۔ علاوہ اعدان و درنا۔ مراد تجاویز کرنا حال سرگشتہ سر بھید۔ مستتر پوشیدہ ہونے والا۔ اسم فاعل۔ وشاة جمع واشی غماز۔ داء مرع۔ منقسم اسم فاعل ہے انقسام سے بمعنی انقطاع۔ منقسم منقطع کرنے والا۔

تو مجھ سے۔ نہمارے سوا اور لوگوں تک بھی میرے عشق کا چرچا پہنچ چکا ہے۔ اب نہ تو میرا از غمازوں سے پوشیدہ ہو سکتا ہے اور نہ میرا مرض دور ہو سکتا ہے۔

تشش بیج۔ اب ملامت کا وقت نہیں ہا۔ اگر میرے از پر سوائے آپ کے اور کوئی مطلع نہ ہو نا۔ تو ممکن تھا کہ آپ کی ملامت کا رگڑ ہوتی۔ مگر اب معاملہ حد سے بڑھ گیا ہے۔ چنانچہ خوار میرے معاملے کو مخفی نہیں رہنے دینگے اور نہ میرا عشق زائل ہونے والا ہے۔

پہل ب ملامت سے کیا فائدہ۔

حضرت ناصح گرائیں دیوہ دل فرشاہ پر یہ سمجھا دے مجھے کوئی وہ سمجھائیے کیا؟ اس شعر کے متعلق بعض شارحین نے لکھا ہے کہ اس میں ملامت کر کے بددعا ہے عدت تک جالی

خدا کرے تیرا حال بھی میرے جیسا ہو جائے تاکہ تجھے ملامت کا نتیجہ معلوم ہو۔ کہ عاشق کے لئے ملامت کا سننا کس قدر ناگوار ہوتا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ اس میں ملامت کر کے بددعا ہے۔ خدا کرے میری بیماری عشق (تجھ سے) نکل جائے۔ تجھ پر ٹھہرنے جائے۔ اور تو اس سے محفوظ رہے۔ یہ دونوں معنی فصاحت کے منافی ہیں۔ اور تکلف سے خالی نہیں۔ معنی وہی درست ہیں۔ جو راقم نے نتیجے میں لکھے ہیں۔ کہ جب میرے حال زار کی خبر تیرے سوا اور لوگوں نے سن لی ہے۔ تو اب ملامت کا کچھ فائدہ نہیں عربی کا مقولہ ہے۔ السوا اذا جاور الا شبن شناع جب رازد و تک پہنچ جائے تو وہ جہان میں پھیل جاتا ہے۔ میری رائے میں عدت تک بمعنی تجاوز تک میرا حال تجھ سے گزر کر اور دوسرے تک پہنچ چکا ہے انہیں معنی کو میں نے فارسی میں نظم کیا ہے۔

(۱۱) مُحَضَّتِي النَّصْرَ لَكِنْ لَسْتُ أَسْمَعُهُ  
إِنَّ الْمَحِبَّ عَنِ الْعُدَّالِ فِي صَمَمٍ

ناصحا اگر دلی نصیحت گو شمع آں را نشنود از ملامت گر ہمیشہ گوش عاشق کر بود

محضتنی محض سے مشتق ہے۔ محض شیر خالص۔ احماض خالص اور صاف کرنا۔ اس جگہ مراد اس نصیحت ہے جو محض خیر خواہی سے کی جائے۔ اور کوئی غرض اس سے وابستہ نہ ہو۔ النصیر نصیحت کرنا۔ لیکن حرف استدراک یعنی دفع تو ہم جو مخاطب کو کلام سابق محضتنی النصیر سے پیدا ہوا۔ کہ عاشق نے اس کی نصیحت مان لی ہے اس کو فقط لیکن سے دفع کرتا ہے۔ اسمعہ میں اسمع صیغہ واحد مکمل۔ لا ضمیر النصیر کی بعض نسخوں میں محضتنی من بتفصیل ہے۔



طرف اجماع ہے۔ لست اضی تکلم۔ لست اسمعہ کے معنی میں اسے سنا بھی نہیں جاتا  
محب عاشق عدال جمع عادل۔ ملامت کرنے والے۔ صمد ہر ابن حدیث شریف میں آیا  
ہے۔ حدث الثقی یعمی یصم کسی چیز کی محبت اندھا اور بہر کر دیتی ہے۔ عن  
العدال لی عن عدال العدال۔ ان المحب عن العدال۔ ان اس جگہ واسطے اثبات  
حقیقت کے ہے کہ عاشق ملامت گروں کی ملامت سننے سے بہر ہے۔

ترجمہ۔ ناصح تو بیشک مجھے خلوص دل سے نصیحت کرتا ہے لیکن (افس) کہ  
میں اس کو سن نہیں سکتا۔ کیونکہ عاشق ملامت گروں کی ملامت سننے سے بہر ہوتا ہے  
تشریح۔ کہتا ہے کہ میں تیری شفقت نصیحت کا تو معترف ہوں لیکن افسوس  
کہ وہ میرے مفید نہیں ہو سکتی عاشق جوش عشق میں اندھا اور بہر ہوتا ہے۔ گویا  
شاعر ایک اور غز پر پیش کرتا ہے کہ عشق میں اس قدر دیوانہ اور سرگشتہ ہوں کہ مجھے تمہاری  
ملامت اثر نہیں کر سکتی۔

اُو نصیحت می کند بہر کرم پندہ ام در گوش کن تا نشنوم  
اس شعر کو سر کے اگلے حصہ پر پگڑی کے نیچے رکھنے سے شرعاً اسے حفاظت ہوتی ہے

اِنِّیْ اَتَّهَمْتُ نَصِيْبَهُ الشَّيْبُ فِي عَدَالِي  
وَالشَّيْبُ اَبْعَدُ فِي نَصِيْحَةٍ مِّنَ التَّهَمِ

نفس من بر پندیری نہم بلبل است | ورنہ وعظ و پند پیری تو تر از تہمت است

اِنِّیْ اَتَّهَمْتُ میں ان حرف تاکید یا اے تکلم۔ اَتَّهَمْتُ جیدہ اضی تکلم۔ نصیحت  
فیصل معنی ناصح نصیحت کرنے والا شیب پیری فی عدالی۔ فی جار۔ عدال مجرور متعلق

فصل اَتَّهَمْتُ۔ عدال ملامت کرنا۔ ابعدا بہت دور۔ مراد پاک اور بُتر ا نصیحت نصیحت۔  
تھم جمع تھمت کی۔

ترجمہ۔ ہر چند کہ پیری اپنے ناصح ہونے میں (بوجہ قدرتی ناصح کے) ناکستی کی  
تہمت پاک اور بُتر ہے۔ لیکن میں اس کی اس ملامت میں جو وہ مجھ کو کرتی ہے متہم کرتا ہوں  
اُس کو سچا نہیں جانتا۔

تشریح۔ بڑھاپا ایک قدرتی امر ہے۔ سفید بال اور خم پشت یقیناً قُرب موت کے  
آثار ہیں۔

موتے سفید از جیل آر و پیام پشت خم از مرگ ساند سلام

لیکن طبعاً انسان اس قدر غافل ہے کہ باوجود طور علامات قُرب موت ہی تصور کرتا ہے کہ  
ابھی اس کے مرنے کا وقت نہیں آیا۔ اور خیال کرتا ہے کہ سفید بال اور خم پشت قبل از وقت  
کسی بیماری کی وجہ ہیں۔ وہ دنیا کے کاروبار میں برابر متفرق رہتا ہے یہاں پختہ تعمیر کرنا  
ہے۔ کہ اس میں ہمیشہ رہیگا۔ باغ لگاتا ہے کہ اس کا پھل کھائیگا۔ حالانکہ بڑھاپا اس کو  
نصیحت کرتا ہے۔ کہ آخرت کا انتظام کر۔ مگر انسان اُس کو سچا نہیں سمجھتا۔ پس جب انسان  
ایسے رستہ باز کی نصیحت کو سچا نہیں سمجھتا۔ تو میں بھی انسانی فطرت رکھتا ہوں۔ جب  
میں نے بڑھاپے کی نصیحت کو ٹھکرا دیا جو حقیقت الامر پر مبنی ہے۔ تو آپ کی نصیحت  
اُس کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔ ع

مرد چوں پیر شود عرص جال سے گدود



# الفصل الثاني في التحذير من النفس

(۱۳) فَإِنَّ أَمَارَتِي بِالسُّوءِ مَا أَتَعَطَّتْ مِنْ جَهْلٍ أَبْذَى الشَّيْبِ وَالْهَرَمِ

از بہالت نفس امارت بدست بدیدیر | از علامت با پیری ز نصیحت با پیری

فالتعلیل اور آن تاکید کے لئے ہے۔ امارۃ صیغہ مبالغہ مشق امر سے مضاف بریاء تشکیم سو بدی امارۃ السوء بدی کا حکم دینے والا۔ مراد نفس سرکش۔ مَا أَتَعَطَّتْ میں مانا فی فاعل امارۃ۔ اتعاظ وعظ قبول کرنا۔ جمل نادانی نذیر ڈرانے والا۔ یا بمعنی اندازہ کیا کر نیکر بمعنی انکار کرتا ہے۔ شیب پیری۔ الهرم نہایت پیری۔

توجہ۔ کیونکہ نے بحقیقت میرے نفس امارہ نے جو برائی کی طرف کھینچتا ہے اپنی جہالت سے ڈرائیو لے بڑھاپے کے وعظ کو قبول نہ کیا۔

تشریح۔ گو یا نفس سرکش کا پیری کے وعظ اور دھمکی کو قبول نہ کرنا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ پیری کو جو تہمت میرا ہے۔ اس کو اس تہمت متهم کیا گیا۔ کہ اُس کی نصیحت کسی غرض پر مبنی ہے۔

(۱۴) وَلَا أَعَدَّتْ مِنَ الْفَعْلِ الْجَمِيلِ قَرِي ضَيْفٍ أَلَمْ يَرَأِ أَيْ غَيْرِ مُحْتَشَمٍ

(۱۴)

آہ آمد برسم ناخواندہ مہمان آبرو | دعوت مہمان نکردم از عمل ہائے نیکو

لا اعدت کا عطف ما انتعظت پر ہے۔ اعدت مشتق اعدار سے تیار کرنا اعتد کا نال ضمیر راجع ہے نفس۔ فعل جمیل نیک کام۔ قریٰ بمعنی قول مہمانی۔ دعوت۔ ضیف مہمان۔ اَلَمْ يَرَأِ سے بمعنی اُنزنا۔ نازل ہونا۔ د اُس سر۔ غیر محتشم اگر غیر کی را پر کسر ہو تو ضیف کی صفت ہوگا۔ یعنی ضیف غیر محتشم (مہمان ناخواندہ) اگر غیر کی را پر فتح پڑھی جائے۔ تو حال ہوگا ضمیر سے یعنی وہ مہمان ایسی حالت میں آیا کہ بے وقار و بیقدار ہے۔ احتشام تنظیم کرنا۔ غیر محتشم جس کی تنظیم نہ کی جائے۔ مراد اُس مہمان جو بلا اطلاع و بلا طلب آئے۔ استعارہ ہے بڑھاپے سے جس کا آنا ہر ایک کو ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ پیری کو غیر محتشم بحالت موجودہ نتیجہ کہا گیا ہے۔ ورنہ حقیقت میں قابل تنظیم ہے غیر محتشم کو اگر بصیغہ اسم فاعل پڑھیں تو مراد ایسے مہمان سے جو بے بلائے آؤ جو ہوا و زمین بان کا پاس ادب نہ کرے۔

توجہ۔ اور اُس مہمان کے لئے جو بے خبر اور بلا درخواست میر سر پر آ موجود ہوا میرے نفس امارہ نے اعمال کئے اُس کی کوئی آؤ بھگت نہیں کی۔

تشریح۔ مجھ پڑا جتنا کہ بڑھاپے سے پسند نیک عمل کرتا۔ و نفس کو نیک کا خوگیر نہ تھا۔ نظر نا انسان بڑھاپے میں نیک عمل کرتا ہے۔ لیکن فسوس میں نے کوئی عمل نیک نہ کیا۔

(۱۵) لَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ إِلَى مَا أَوْقَرُ كَمْتُ سِرًّا أَبَدًا إِلَى مِنْهُ بِالْكُتْمِ

(۱۵)

علم گر بودے مرشکل بودا کر امیں | کردے رازیکہ ظاہر گشت از وسوسہ میں



لو حرف شرط۔ کنت صیغہ ماضی تکلم۔ کان دلالت کرتا ہے زمانہ دروازوں پر۔  
کان اللہ عز و جل حکیم خدا کے تعالیٰ ازل سے عزیز و حکیم ہے۔

اس عجزِ ناظم نے اظہار کیا ہے کہ مجھے بدت زمانہ پہلے اس کا علم ہو چاہئے تھا۔ اعلیٰ  
مضارع واحد تکلم۔ علمہ جاننا۔ انی ما اوتسک۔ ان مینہ ہے یعنی بیان کیلئے۔ یا تے تنکلم  
ما مانافہ۔ اوتسک صیغہ مضارع واحد تکلم۔ لا ضمیر مفعول راجع بطرف ضیف۔ توقیر تنظیم  
کرنا۔ کتمت کتم سے معنی پوشیدہ کرنا۔ سرراز۔ بدآشتق بد سے ظاہر ہونا۔  
منہ کی ضمیر مجرور ضیف کی طرف راجع ہے۔ کتمہ سمر جو بالوں کو لگایا جاتا ہے۔  
اصل میں کتم کے معنی پوشیدہ کرنے کے ہیں۔ چونکہ سمر بالوں کی سفیدی کو ڈھانپ لیتا  
ہے۔ اس واسطے اس کو کتم کہتے ہیں۔

ترجمہ ۸۸۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میں اس مہمان کی عزت نہیں کروں گا۔ تو میں  
اس (ازدوسٹے سفید) کو۔ جو اس مہمان کی باعث ظاہر ہوا۔ دوسرے سے چھپا لیتا۔  
تشریح۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میں گناہوں سے نہیں بچ سکتا۔ تو بہتر یہ تھا کہ میں  
بالوں کو دسم لگالیتا۔ تاکہ لوگ مجھ کو اپنی ریش و فتن طعن نہ کرتے۔ لیکن مجھ نے عاقبت اندیش  
سے اتنا بھی نہ ہو سکا۔

(۱۶) مَنْ لِي بِرَدِّ جَمَاحٍ مِّنْ غَوَايَ تَهَا  
كَمَا يَرُدُّ جَمَاحُ الْخَيْلِ بِاللِّجَمِّ

کیست تا این نفس سرکش کند از پند ام | بچنناں لبر پسن ام کردار لگام

من استفہامیہ متعلق اس کا مزد و فکرم۔ ای من هو ضامن لی و متکفل فی کون میرا

طمان و کفیل ہو سکتا ہے۔ سر د روکنا۔ جماع سرکشی۔ من جار ابتدائیہ۔ غوای تھائی ضمیر  
نفس اتارہ کی طرف راجع ہے۔ غوایت ضلالت گمراہی۔ کما میں کاف تشبیہ مازائدہ۔ یزد  
عینہ مضارع مجہول جماع جمع جہوج ہنسن سرکش۔ الخیل گھوڑا۔ جماع الخیل سرکش  
گھوڑے۔ باللجم میں باستعانت کیلئے ہے۔ لجم جمع لجام (معرب لگام مفرد)۔

ترجمہ ۸۹۔ کیا کوئی شخص میرے لئے اس امر کا ذمہ لیتا ہے کہ میرے نفس کی سرکشی کو  
جو گمراہی میں مبتلا ہے۔ روکے۔ جس طرح سرکش گھوڑوں کو لگام سے روکا جاتا ہے۔  
تشریح۔ اس شعر میں دو جگہ جماع آیا ہے۔ پہلے مضارع میں جماع اصل مصدر کے  
معنی سرکشی۔ اور دوسرے مضارع میں جماع جمع جہوج کی ہے۔ کیونکہ اس کی اضافت خیل کی  
طرف ہے۔ اور خیل جنس ہے بعض شارحین نے اس شعر میں استفہام انکاری سمجھا ہے۔ کہ  
میرا دنیا میں کوئی مددگار نہیں ہے۔ جو مجھے گمراہی سے بچائے۔ اس میں سوء ادب بلکہ کفر  
ہے۔ خدا تعالیٰ حتیٰ قیوم ہادی واجب الوجود ہے۔ نعم لمولیٰ و نعم لولیکم ہر یک  
گمراہ کو جسے چاہتا ہے۔ ہدایت دیتا ہے۔ بلکہ یہ استفہام بطور تمنی و تمنعات ہے یعنی  
عاشق رور و کرتا ہے۔ کہ کوئی ہے جو برائے خدا میری دستگیری کرے اور مجھے در طء  
ضلالت بچائے؟

(۱۷) فَلَا تَرُمُ بِالْمَعَاصِي كَسْرَ شَهْوَتِهَا  
إِنَّ الطَّعَامَ يَقْوِي شَهْوَةَ النَّهَمِ

ہاں نینداری علاج شهوت فرط گنا | می شود از خوردن بسیار افزون شدت  
فانصیحہ جواب شرط محذوف کا ہے یعنی اذا اثرت اصلاح النفس رجب نفس



نہیں چھوڑتا

(۱۹)

فَاصْرِفْ هُوَا هَا وَحَاذِرًا نَّتَوَلِّيَهُ  
إِنَّ أَطْوَأَ مَا تَوَلَّى يَصُمُّ أَوْ يَصِيمُ

الحذر بخود کن یا نفس سرکش اسو! طاعتش قسمت کند یا منی نماید عیب

فائدہ نتیجہ کے لئے ہے۔ اصروف صیغہ امر صرف پھینا۔ ہوی خواہش۔ ہا ضمیر  
نفس کی طرف ارجع ہے۔ اصرفت ہوا ہا کے دو معنی ہیں۔ اصرف النفس عن ہوا ہا  
نفس کو اس کی خواہش سے روک دے۔ یا اصرف عن النفس ہوا ہا۔ خواہش کو نفس  
روک دے۔ مطلب ایک ہی ہے۔ حاذر بمعنی احذر صیغہ امر۔ باب مفاعلہ کا استعمال مبالغہ  
کے لئے ہے۔ حذر ڈرنا۔ تَوَلَّى تَوَلَّى۔ مضارع مخاطب مذکر۔ ضمیر ہوا کی طرف  
ہے۔ تولیۃ حاکم بنانا۔ ما موصول۔ تَوَلَّى ماضی واحد غائب۔ دراصل تَوَلَّى  
ضمیر مستتر ہوا کی طرف اور ضمیر مخدوف ما کی طرف۔ تَوَلَّى مصدر حاکم بنانا  
یصم اول مشتق ہے اصم سے شکار کو تیر سے اس طرح مانا کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹنے  
نہ پائے۔ یصم ثانی مشتق ہے وسم سے بیمار کرنا۔ عیب ناک کرنا۔ یصم اور یصم  
کی ضمیر ہوا کی طرف ارجع ہے۔ (یصم اور یصم مجزوم ہیں۔ کیونکہ جملہ ماتولی  
متضمن معنی شرط ہیں) کا جواب ہیں +

ترجمہ ۱۹۔ نفس کو اپنی خواہش سے روک اور ڈر یعنی ہشیا رہ رہ  
کہ میں تو اس کو اپنا حاکم نہ بنا دے کیونکہ ہوائے نفس جس پر غالب آجاتی ہے۔  
اُسے یا تو مار ڈالتی ہے۔ یا ناک کر دیتی ہے +

تشریح۔ جب تو جانتا ہے کہ نفس کی مثال شیر خوار بچے کی سی ہے۔ تو لازم ہے کہ  
اُس کو خواہشوں سے روک پا جائے کیونکہ اگر وہ فتنہ زفنا گناہوں میں مبتلا ہو گیا۔ تو  
علاج ناممکن ہو گا +

(۲۰)

وَمَاعِمْهَا وَهِيَ فِي الْأَعْمَالِ سَائِمَةٌ  
وَأَنَّ هِيَ اسْتَحْلَتِ الْمَرْءَ فَلَا تَسِمُ

درپہر گاہ عمل کا نیکو اور اگر ازار اگر ورا شیریں بداند از چہ بدین بازدا

و اعطف۔ راع صیغہ امر از راعی یراعی مراعات۔ رعی۔ چرانا حفاظت کرنا۔  
ہا ضمیر نفس کی طرف ارجع ہیں۔ اعمال جمع عمل مراد نیک کام۔ سَائِمَةٌ۔ سائمتہ  
چرنے والا۔ سومر چرنا۔ داو استیناف کیلئے ہے۔ اِن ہا۔ اِن شرطیہ۔ ہی ضمیر رائیج نفس  
کی طرف ہے۔ استحلت صیغہ ماضی واحد غائبہ مؤنث از باب استعملی استحلتہ اصل میں  
اسْتَحْلَيْتَ تھا تعلیل سے اسْتَحْلَتَ ہوا۔ استحلتہ شیریں سمجھنا۔ مراد خوش گوار خیال  
کرنا۔ مرعی چر گاہ۔ لا تسم صیغہ نہی حاضر۔ اسامۃ پرانا +

ترجمہ ۲۰۔ جس حالت میں کہ نفس سرکش (چر گاہ) اعمال میں چر رہا ہو۔ اُس کی  
پوری پوری حفاظت کر اور اگر وہ چر گاہ کو خوشگوار خیال کرنے لگے تو مت چرنے دے +  
تشریح۔ اگر نفس نیک عمل میں دلچسپی سے مشغول ہو تو بھی اُس کی حفاظت سے  
غافل نہیں ہونا چاہئے اور اس میں پر غور کرنا چاہئے کہ یہ دلچسپی اوصاف اللہ ہے یا  
ریاکے لئے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اس فعل کو جو دلچسپی سے کرتا ہے۔ اس میں یا کاری ہو  
ایسی حالت میں فے الفور اُس کو روک دے۔ ایسے ہی دردد و وظائف کو جن میں ریا کی بو آئے۔



چھوڑ دینا لازم ہے۔ اگر فرائض اور سنن مؤکدہ میں یا پیدا ہو۔ تو دبا کا علاج کرنا چاہیئے  
نہ یہ کہ فرائض اور سنن کو چھوڑ دیا جائے۔ یا یہ معنی ہیں کہ جو عمل نیک عادت کا کیا جائے۔  
وہ عبادت کا رتبہ نہیں کھتا۔ اس لئے نیک کاموں کرنے میں اس امر کا خیال رکھنا چاہئے  
کہ نہ بطور عبادت کئے جاتے ہیں۔ یا عادت جب یہ معلوم ہو کہ فیصل عادت کئے جاتے  
ہیں۔ تو نفس کو اُن سے وک کر فاصل عبادت کی طرف متوجہ کرنا چاہئے ۛ

(۲۱) کَمْ حَسَنْتَ لَذَّةَ لِمَرْءٍ قَاتِلَةٍ  
مِنْ حَبِثُ لَمْ يَدْرِ أَنَّ السَّمَّ فِي الدَّمِّ

خوش نامید مرالذت کہ سوش بائل است | اونداند و طعام چرب ہر قاتل است

کہ خبر یہ یہاں کثرت کے معنی دیتا ہے۔ مضاف الیہ اس کا مخدوف ہے یعنی کہ  
نہ مان و کم مرتبہ و کم شھوۃ یعنی اکثر اوقات اور کئی خواہشیں حسنت صیغہ ماضی۔  
تحسین آرہن و بیکوئی نسبت کردن۔ فاعل اس کا ضمیر ارجح بجانب نفس۔ موع  
مرد۔ قاتلہ منصوب صیغہ لذت۔ لہذا در بصیغہ مخاطب فعل محمد معروف۔ اگر لہذا  
بصیغہ قائب ہو تو ضمیر موع کی طرف ارجح ہوگی۔ مصدر اس کی روایت جانتا۔ سم زہر۔  
دسم چرب کھانا ۛ

توجہ نفس کئی خواہشوں کو اس طرح بنا سنوار کر آدمی کے سامنے پیش کرتا  
ہے۔ جو اس کے لئے مہلک ہوتی ہیں۔ وہ نہیں جانتا۔ کہ بعض قدر لہذا چرب کھانے  
میں زہر ملا ہوتا ہے ۛ

تشریح نفس اکثر انسان کو دھوکہ دیتا ہے۔ اور مہلک لذتوں کو مایہ حیات

کی شکل میں دکھاتا ہے۔ اور اس کے اس قریب کھانے کی وجہ یہ ہے کہ انسان میں  
یہ استعداد نہیں ہے کہ وہ زہر کی تمیز کر سکے۔ جب وہ کھانے میں ملا کر اس کو دیکھئے۔  
کیونکہ سبب لذت وہ زہر کو محسوس نہیں کر سکتا۔ اسی طرح نفس غذا انسان  
کو گناہ کی لذت سے اپنے دایم قریب میں پھانس لیتا ہے۔ نکتہ اس میں یہ ہے کہ  
لفظ سم لفظ دسم میں موجود ہے ۛ

(۲۲) وَأَخْشَى الدَّسَائِسَ مِنْ جُوعٍ وَمِنْ شَبَعٍ  
فَرُبَّ مَخْمَصَةٍ شَرٌّ مِنَ التَّخْمِ

(۲۲)

خوف کن از کمزلی فاقہ و زسیری خد | بار ہا فاقہ بود بدتر ز تخم و زسیر

و اعطف۔ اخش صیغہ امر از خشی یخشلی۔ خشية وزن۔ دسائس جمع دسیہ  
یعنی پوشیدہ مراد پوشیدہ کراؤ مخفی عیوب ہے۔ من بانیہ۔ جوع بھوک۔ شبع سیری۔  
ہا ب کثرت کے معنی میں مستعمل ہے۔ عند الاکثر۔ مخمصہ بھوک۔ شربا۔ اصل اس کی  
اشترار اسم تفضیل ہے۔ بعد اذ عام شربوا تخفیف کے لئے ہمزہ گرایا گیا۔ تخرج جمع تخرجہ  
معد کا فساد اس محلے میں قلب ہے۔ کیونکہ اس کی اصل فرب تخم شرب من المخمصہ ہے  
ترجمہ۔ بھوک اور سیری کے اندر دو فی نقصانوں سے ڈرتا رہے کیونکہ بسا اوقات بھوک

شکم سیری کی نسبت زیادہ بُری ثابت ہوتی ہے ۛ

تشریح اکثر دولتندی جس کی خواہش میں لوگ مرتے ہیں مفلسی بدتر ہوتی ہے  
کیونکہ دولت بسا اوقات انسان گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اگر فقرہ اخیرہ کو اپنی  
حالت پر چھوڑا جائے۔ تو معنی یہ ہونگے کہ بسا اوقات بھوک فساد معدے سے بدتر ہوتی ہے



مثلاً ریاسے کم کھانا یا بھوک کی حالت میں کلمہ کفر کتنا اُس شکم چری سے زیادہ بُرا ہے جس میں صرف موت کا اندیشہ ہو۔ مگر ایمان کا خطرہ نہ ہو حضور علیہ صلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔  
كَادَ الْفَقْرُ أَنْ يَكُونَ كُفْرًا. خلاصہ یہ کہ نفس غلشی اور تو لگری ہر وصوت میں راہزنی کر سکتا ہے پس انسان کو ہمیشہ اُس کی اندرونی چالوں سے آگاہ رہنا چاہیے اور نیز بھوک کے آدمی کو خیانت چوری اور راہزنی کی عادت پڑ جاتی ہے +

(۲۳) **وَاسْتَفْرِغِ الدَّمْعَ مِنْ عَيْنَيْهِ قَلِيلًا مِمَّا تَمَلَّكَ مِنَ الْمَحَارِمِ وَالزُّمَرِ حِمِيَةِ السَّدَمِ**

از گناہاں پاک کن دل را چشم اشکبار از دمت تابیا بی عفو از پروردگار  
واو عطف۔ استفراغ خالی کرنا۔ یعنی آخر جاری کرو ارق آنسو بہا۔ استفراغ آنسو نکال۔ استفراغ قے کرنا۔ علاج ہے استفراغ مدہ کا۔ عرب کہتے ہیں۔ استفراغ الماء من الماء میں نے برتن سے تمام پانی نکال دیا۔ دمع آنسو۔ عین آنکھ۔ امتلئت صیغہ ماضی معلوم مؤنث۔ امتلا پر ہوا۔ محاکم جمع محرم یعنی حرام۔ الذم امر زوم یعنی لازم پکڑنا ثابت قدم رہنا۔ حمیۃ پرہیز اور بچاؤ۔ ندہ پشیمانی۔ حمیۃ الندم۔ توبۃ الندم۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ الندم توبۃ یعنی گناہ سے پشیمان ہونا ہی توبہ ہے +

ترجمہ۔ اپنی آنکھ سے ہوا زکاب حرام کے گناہوں کے پر ہے۔ رورور آنسو بہا۔ اور اس توبہ پر جو توبہ گناہ کے بعد تو نے کی ہے ثابت قدم رہ +  
تشریح۔ اس قدر رو کر آنکھوں میں آنسو باقی نہ رہیں۔ اور پھر اس گریہ و زاری کے بعد جو اتنا تیرے دل میں پیدا ہو اُس کو غنیمت سمجھ کر کلام اللہ شریف میں آیا ہے فَلْيَضْحَكُوا

قلیلًا و لیبیکوا اکثرًا جس طرح جسمانی ناپاکی پانی سے دھوئی جاتی ہے۔ اسی طرح روحانی نجات رونے سے دور ہو جاتی ہے۔ اس شعر کو ہر نماز کے بعد ادا دینے پڑھنے سے علم و ترقی کا ملکہ حاصل ہوتا ہے +

(۲۴) **وَخَالِفِ النَّفْسَ وَالشَّيْطَانَ فِي أَحْصِهِمَا وَإِنْ هُمَا فَحْضَاكَ النَّصْرُ فَأَقْصِمِ**

نفس شیطان مخالف باش خود او دور  
گزارا گویند عطا و پند بش نشان شمار  
واو عطف۔ خالف صیغہ امر حاضر مخالفی مشتق ہے جس میں معنی مبالغہ کے ہیں۔ النفس الشیطان نفس سے مراد نفس امارہ شیطان بر وزن فیعال یعنی نون عملی شطن سے مشتق ہے چونکہ شیطان جنت و دوزخ ہوا اس لئے اُس کی شیطان کہا یا قتلان کے وزن پر نون اید مشتق شاط سے شاط بمعنی ہلاک۔ ہلاک ہوا۔ یا اسرع فی التبیان چلنے میں جلدی کی شیطان انسان کے دل میں جلدی اتر کرتا ہے۔ اعص صیغہ امر۔ عصیان کشری۔ ان شرطیہ۔ ہما کی ضمیر نفس شیطان کی طرف راجع ہے۔ محض خالص کرنا۔ نصیر خیر خواہی۔ محضاتك النصیر اگر مشفقہ طور پر تجھے نصیحت کریں۔ فاقصم فاع جزاء۔ اقصم صیغہ امر اس کو قسم کر۔ اقصام قسمت دینا +

ترجمہ۔ نفس و شیطان کی پوری پوری مخالفت کر اور ان کا کتنا ہرگز زمان۔ اگر وہ کہیں کہ ہم محض خیر اندیشی سے نصیحت کرتے ہیں تو بھی ان کو جھوٹا سمجھ +  
تشریح۔ نفس اور شیطان کا کبھی کبھار وہ بظاہر کوئی فائدے کی بات

لے بند معنی کر جید و نیک و متبدل بنداست از بہار عجم +



بھی کہیں تو ضرور اس میں تیرا نقصان ہوگا۔ کیونکہ وہ انسان کی کبھی بہتری نہیں چاہتے۔  
ان ہر دشمنوں کو جمعہ کی نماز کے بعد ادا نہ پڑھنے سے گناہوں سے حفاظت رہتی ہے۔

(۲۵)  
وَلَا تَطْعَمِنْهُمَا خَصْمًا وَلَا حَكَمًا  
فَأَنْتَ تَعْرِفُ كَيْدَ الْخَصْمِ وَالْحَكَمِ

طاعت ہو بود و فرات تو جو رستم | خوب میدانی تو کید خصم و حکم

آوا و عطفہ۔ لا تطعم یعنی نہی۔ اطاعت فرمانبرداری۔ منہما کی ضمیر نفس و شیطان کی طرف راجع ہے۔ تعرف صیغہ مضارع مخاطب معرفت جانتا۔ کید مکر۔ بداندیشی۔ خصم بداندیش۔ بدخواہ۔ مخالف۔ حکم منصف یا وہ حکم جو فریقین کا صلح پر فیصلہ کرے۔ الخصم اور الحکم میں الف لام عہد خارجی کا فائدہ دیتا ہے جس کو فی طلب اور تکلم جاتے ہیں۔ ترجمہ نفس و شیطان دونوں کی کسی حالت میں بھی اطاعت نہ کر۔ خواہ وہ بلباس مخالف ہوں یا بلباس حاکم عادل ایسے مخالف اور حاکم کے کمروں کو تو خوب جانتا ہے۔ تشبیہ خصم سے مراد نفس ہے جس کی بُرائی بادی النظر میں ظاہر نہیں ہوتی اور حکم سے مراد شیطان ہے کیونکہ وہ انسان کو اس طرح دھوکا دیتا ہے کہ انسان کو سمجھ نہیں آتی۔ یا یہ معنی ہیں کہ جو خصم یا حاکم نفس و شیطان کی جانب سے ہوں۔ انہی اطاعت نہ کر۔ مراد یہ ہے کہ ہم شینان بدکردار و مصاحبان فسق شکار سے کنارہ کشی کر۔

یہ شعر ذرہ مزید غور کے قابل ہے۔ ایک شارح لکھتا ہے کہ شیطان و نفس کا خصم و حکم ہونا بظاہر صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ میں نے اپنے ایک مباحثہ میں جناب محمد توفیق میری حمد اللہ علیہ السلام قصیدہ کو دیکھا اور دریافت کیا کہ اس شعر کی ذرہ تفصیل فرمادیجئے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ انسان

میں تین چیزیں ہیں جو منع خواہش میں۔ قلب نفس شیطان اگر قلب کوئی نیک کام کرنے لگتا ہے تو نفس اسے روک دیتا ہے۔ پھر ہر دو میں جھگڑا ہوتا ہے اور شیطان ہر دو میں حکم بن جاتا ہے اور وہ نفس کے حق میں فیصلہ دیتا ہے! اسی طرح جب قلب شیطان میں جھگڑا ہوتا ہے تو نفس حکم بن کر شیطان کے حق میں فیصلہ دیتا ہے پس شیطان و نفس میں سے ہر ایک مرنے و جینے خصم بھی ہے اور من و جہ حکم بھی ہے۔ و اعلم عند اللہ تعالیٰ۔

(۲۶)  
اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ مِنْ قَوْلٍ بِلاَعْمَلٍ  
لَقَدْ نَسَبْتُ بِهِ نَسْلًا لِّذِي عَقْمٍ

مغفرت خواہم ز حق از قول بے عمل | سؤئے ناز نسبت لاؤ در دم بے محل

استغفار بخشش مانگنا۔ لقد نسبت جہا قسم مذوقہ یعنی واللہ لقد نسبت خدا کی قسم میں نے منسوب کیا، بہ کی ضمیر راجع ہے قول بلا عمل کی طرف۔ نسل اولاد عقم عورت کا بانجھ ہونا۔ ذی عقم وہ مرد جس کی پشت میں نطفہ ہی نہ ہو۔ یا وہ عورت جس کا رحم نطفہ قبول نہ کرے۔

ترجمہ۔ ایسے کلام سے جس پر میں خود کار بند نہیں ہوں۔ یعنی خدا تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں۔ خدا کی قسم (میرا) لوگوں کو نصیحت کرنا گویا بانجھ عورت کی طرف اولاد کو منسوب کرنا ہے۔

تشریح۔ شاعر اپنے نفس بلا عمل کو ذی عقم مرد یا عورت کے ساتھ تشبیہ کر رہا ہے کہ جس طرح ذی عقم مرد یا عورت کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح میرا نفس ہے عین خود گناہوں میں مبتلا ہوں اور دو سر کو نیکی کی ہدایت کرتا ہوں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ اَنَّا نُرِي



النَّاسُ بِالْآثِرِ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ ۚ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَمَلَهُمْ هُمْ يَعْمَلُونَ اور اپنے تئیں فراموش کر دیتے ہو +

خلاصہ یہ کہ جس طرح بانجھ عورت بچہ نہیں بنتی۔ اسی طرح میرے قول بلا عمل سے کوئی نتیجہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ یا نیک کاموں کے بغیر جو دے وہی نسبت سے جو اولاد کو بانجھ عورت سے ہوتی ہے +

(۲۶۱) اَمْرُكَ الْخَيْرُ لَكِنْ مَا أَتَمَرْتُ بِهِ  
وَمَا اسْتَقَمْتُ فَمَا قَوْلِي لَكَ اسْتَقِم

گوئیٹ شو نیک ہی لیکن نیم خود نیک ہی راست و مستی چہ از چوں نیم من راست

امر حکم کرنا۔ خیر نیک۔ نیک کام لیکن استدراک کے لئے ہے۔ ما نافیہ۔ اتمرت۔ اتمرتا حکم ماننا۔ بہ کی ضمیر اس سے تکرار کی طرف۔ وما استقامت۔ واو عاطفہ ہے عطف اتمرت پر ہے۔ ما نافیہ۔ استقامت صیغہ ماضی تکلم۔ استقامتہ راستی پر قائم رہنا۔ استقم صیغہ امر متق انتقامتہ سے نما قولی میں ما تو بیج اور طعن کے لئے ہے +

ترجمہ ۱۱۔ تجھ کو تو میں نیک کا حکم دیتا ہوں لیکن میں خود اس حکم کی فرمانبرداری نہیں کرتا جب میں خود سیدھے راستے پر نہیں چلتا۔ تو میرا تجھے یہ کہنا کہ سیدھے راستے پر چل بے مٹے ہے۔ (یعنی شرم کی بات ہے) یا یہ کہ اس کی تاثیر در حقیقت کیا ہو سکتی ہے۔ ع

خفتہ را خفتہ کے کسند بیدار؟

تشریح۔ یہ بیت پہلی بیت کی تشریح ہے +

(۲۶۲) وَلَا تَزَوِّدْتُ قَبْلَ الْمَوْتِ نَافِلَةً  
وَلَمْ أَصِلْ سِوَى فَرَضٍ وَلَمْ أَصُمْ

پیش از مرگ نہ کروم جمع توشہ حسرتاً جز نماز و روزہ فرضی نہ شد از من ابداً

ولا تزودت۔ واو عاطفہ۔ لا نافیہ۔ تزودت فعل ماضی۔ تزود توشہ مہیا کرنا۔

اس کا عطف ما استقامت پر ہے۔ قبل الموت موت سے پہلے یعنی زندگی میں نافلہ

نفل۔ مراد زائد عبادت۔ لم اصل واحد فعل جہ معلوم۔ صلوة و نماز۔ فرض وہ حکم

جو قطعی دلیل شرعی سے ثابت ہو۔ لم اصم ایضاً فعل جہ۔ صوم روزہ۔ لم اصل صلوة

و لم اصم صوماً۔ غیر فرض حدیث قدسی میں آیا ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔

لا يزال العبد يتقرب الي بالتواضع حتى احببته فاذا احببته كنت سمعه

الذي يسمع به وبصره الذي يبصر به ولسا انه الذي يتكلم به ويد التي يبطش

بها۔ فبى يسمع وبى يبصر وبى يبطش وبى يبطش +

ترجمہ ۱۲۔ میں نے مرنے سے پہلے نوافل کا کچھ توشہ حاصل نہیں کیا۔ نہ میں نے نماز

فرض کے سوا نماز پڑھی اور نہ میں نے فرضی روزوں کے سوا کبھی روزے رکھے +

تشریح۔ اگرچہ نفل میں کل نماز روزہ سوائے فرض کے داخل ہے۔ اور حاجت تشریح

ماسوائے فرض کے نہیں ہے۔ مگر حسرتاً اور تحسناً ماضی اول کے مضمون کو دوسرے الفاظ میں

دہرایا گیا ہے اس پر چند جزیل سوالات قابل حل ہیں :-

(۱) فرائض کا ادا کرنا جب توشہ عاقبت میں داخل ہے۔ تو ناظم علیہ الرحمۃ کا لا تزودت

کہنا کیا معنی رکھتا ہے؟



(۲۱) یہ ظاہر کرنا کہ نماز روزہ ادا ہوتا رہا ایک گونہ فخر ہے :

پہلے سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ فرائض بمنزل قرض کے ہیں۔ ان کا ادا کرنا حق عبودیت کو ادا نہیں کرتا۔ اس لئے ناظم نے ادا سے فریضہ کو کسی شمار میں نہیں سمجھا۔ اس کے نزدیک حق عبودیت تب ہی ادا ہوتا ہے جب نوافل کا بے انتہا گوشہ جمع کیا جائے :

سوال دوم کا یہ جواب ہے۔ کہ فرض کی متون تغلیل کے لئے ہے یعنی اگر کچھ ادا بھی ہو۔ تو فرائض کا کچھ حصہ ادا ہوا۔ گویا تمام فرائض بھی ادا نہیں ہوئے :

بائیوں کہو کہ حق عبودیت اسی صوت میں ادا ہوتا ہے۔ جب انسان اپنی عمر کو نوافل میں صرف کرے۔ میرے تصور بہت کو دیکھو کہ میں نے صرف نماز روزہ فرضی پر کفایت کی۔ پس یہ ظاہر فخر نہیں ہے۔ بلکہ انکسار ہے۔ یا فرض۔ واجب سنت مؤکدہ کے ادا میں جو نقصان واقع ہوتا ہے۔ نوافل اس کو پورا کرتے ہیں۔ پس جب میں نے نوافل کا گوشہ جمع نہیں کیا تو میرے فرائض بھی کما حقہ ادا نہ ہوئے۔ سو اس پر مجھ کو حسرت اور فوس ہے :

لَبَّيْكَ يَا مَلِكُ اسْوَأُ صَلَاتِي لَكَ اللَّهُ وَالْحَمْدُ  
الفصل الثانی بیان حال دل لہر علیٰ وجہ

(۲۹) ظَلَمْتُ سُنَّةَ مَنْ أَحْيَا الظَّلَامَ إِلَى  
أَشْتَكْتُ قَدْ مَاهُ الضَّرْمُ مِنْ وَدَمِ

ترک کردم سنت نگار شرب زندہ کرد و عبادت پائی پائش اشد از آس درد

ظلمت فعل ماضی متعلق منظم سے۔ ظلم کسی چیز کا غیر محل میں کھانا کسی کے حق میں

بلا اجازت تصرف کرنا۔ مجازاً یعنی ترک کے استعمال ہوا۔ سنیہ طریقہ مراد سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ سنت پر ظلم کرنے سے مراد ہے اس کو چھو دینا۔ اس کی پیروی نہ کرنا۔ اس کے حقوق کو پورے طور پر ادا نہ کرنا۔ من موصول نام مبارک کی جگہ من کی لفظ لانے میں مخاطب کو شوق میں ڈالتا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و تظیم مطلوب ہے۔ احییٰ بالفتح ماضی از احیاء بالکسر باب فعال سے یعنی زندہ کیا۔ ظلام تاریکی شب مراد مطلق شب۔ احیاء الظلمات کا زندہ کرنا۔ تمام اوقات عبادت میں جاگتے رہنا۔ الی انتہائے غایت کے لئے یعنی اس قدر رات کو کھڑے رہتے تھے کہ آپ کے قدم مبارک سوچ جاتے تھے۔ ان مصدیہ۔ اشتکلت صیغہ واحد غائبہ فعل ماضی اشتکاء کرنا یا بیمار ہونا۔ عرب کا مادہ ہے۔ اشتکلی فلان ای مرض فلان۔ فلان آدمی بیمار ہوا۔ قدامتہ تشبیر قدم کا خمیر ارجح ہے طرف من موصول کے۔ غیو تکلیف۔ سختی نقصان۔ ورم آس بوجہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاؤں مبارک کے شکایت کرنے سے یہ مراد ہے۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک نماز میں کھڑے کھڑے سوچ جایا کرتے تھے :

ترجمہ :- (افسوس) میں نے اس ذات اقدس کے طریقہ منونہ کی پیروی نہ کی۔ جو اندھیری رات کو زندہ رکھتے تھے۔ عبادت کیلئے کھڑے ہتے تھے، یہاں تک کہ دو نول قدم مبارک دم سے بیمار ہو جاتے تھے۔ یا ورم کی شکایت کرتے تھے :

تشریح :- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ابتداء نزول وحی میں کلام رات نوافل چھتے رہتے تھے جس سے پاؤں مبارک سوچ جایا کرتے تھے۔ چالت دیکھ کر صحابہؓ نے عرض کیا کہ تشق علی نفسک وقد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر



فَقَالَ ۴ اَفَلَا اَكُونُ عَبْدًا شَكُوْرًا یعنی حضورِ نفس پر کیوں اس قدر تکلیف اٹھاتے ہیں  
حالانکہ خدا تعالیٰ نے آپ کے اگلا درجہ کھلے گناہ بخش دئے ہیں مگر یا کیا میں خدا کا شکر گزار  
بندہ نہ بنوں یعنی انعاماتِ مغفرت کا حق نہ ادا کروں؟ پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔  
طه مَا اَنْزَلْنَا عَلٰكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی (ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا۔  
کہ تم اُس کے باعث سے مشقت اٹھاؤ) اس شعر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت کی  
طرف گریز ہے۔ اور اگر اشتکات سے مراد شکوہ لیا جائے۔ تو اس کے یہ معنی ہونگے۔  
کہ پاؤں مبارک پر درمِ ظاہر ہوا جس کا لازمی نتیجہ تکلیف تھی۔ ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کی ذاتِ اقدس سے بعید ہے کہ وہ اس تکلیف کی شکایت کرتے جو عبادت کی وجہ سے  
لاحق ہوئی ۵

(۳۰)  
وَشَدَّ مِنْ سَغَبٍ اَحْشَاءُهَا وَطَوَّ  
تَحْتَ الْحِجَارَةِ كَشْحًا مَثْرُوفَ الْاَدَمِ

پہلوئے جسمِ مبارک بود گل از گستاں | بر شکم رست سنگ از فاقہ درد ہنہاں

و اوعاطفہ احیا الظلام پر عطف ہے یعنی وہ ذاتِ اقدس جس نے رات کو  
زندہ کھا۔ اُس نے بھوک میں اپنے شکم پر پتھر باندھا۔ شد مضبوط کرنا کش کے باندھنا  
سغَب بھوک۔ احشاء جمع حشاؤں یا جو چیز شکم میں مثل دل جگر اور آنت وغیرہ کے  
پائی جاتی ہے۔ عرب کہتے ہیں۔ فلان لطیف الاحشاء طوی صیغہ ماضی شقی ط سے  
لیپینا۔ تحت زیر۔ حجاجہ پتھر۔ کش پلو۔ مَثْرُوف نازک۔ اِتراف نعمت پر رش  
کرنا۔ مراد اس جگر نازک و لطافت سے ہے۔ آدَم جمع ادیم۔ کشحا مَثْرُوف الْاَدَمِ

نازک لطیف چمڑے والا پہلو ۶

نرسجہ ۷۔ وہ ذاتِ اقدس جس نے بھوک کی شدت سے اپنے پیٹ کو کسا اور

اپنے نازک پہلو پر پتھر باندھا ۸

تشریح عطف اس کا احیا الظلام پر ہے۔ وہ آیت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

اپنے پیٹ اور پہلو پر بحالتِ شدت جو پتھر باندھ لیتے۔ کیونکہ پیٹ پر کسی سخت چیز کا  
باندھنا بھوک کی شدت کو کم کرتا ہے۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالِ صبر اور  
تحملِ تکلیف پر دال ہے ۹

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی  
خدمت میں بھوک کی شکایت کی۔ اور ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے پیٹ پر ایک  
پتھر باندھا ہوا دکھایا۔ یہ کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے اپنا شکم مبارک ہم کو  
دکھایا جس پر دو پتھر بندھے تھے ۱۰

حضور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے بطنِ مبارک پر پتھر اس لئے باندھا تھا تاکہ پتھر کی  
برودت لرغلی کی حرارت کو رفع کرے! ورنہ صحابہ علیہم السلام جو تحمل کی تعلیم حاصل کریں

(۳۱)  
وَرَاوَدَتْهُ الْجِبَالُ الشُّمُّ مِنْ ذَهَبٍ  
عَنْ نَفْسِهِ فَاَرَاهَا اَيُّ مَا شَمَمَ

کوہِ زرد بحالِ فاقہ اش بر آستان | وانگروہ چشم ز ستغنا سوسے کوہِ گراں

و اوعاطفہ اس شعر کا عطف شعرِ قبل سے ہے۔ راودت از مراد و آمد رفت کھنا کسی  
چیز کے حاصل کرنے کی جدوجہد کرنا۔ رَاوَدَكَ عَنْ نَفْسِهِ یعنی اس کو پھسلانا چاہا۔ قَالَ



اللہ تعالیٰ وراؤد کثہ الہی ہوئی بیکتہا عن نفسہ۔ جبال جمع جبل۔ پہاڑ۔ شعر۔  
باضم جمع اشم نہایت بلند۔ الشم۔ الجبال کی صفت ہے یعنی الجبال الرفیۃ۔ ذہب زر۔  
من ذہب صفت ہے جبال کی۔ آراھا۔ فاعل ارمی ضمیر راجع بحضہ وعلیہ السلام۔ وضمیر راجع  
بجبال۔ آیتما۔ آتی کسی چیز کی عظمت پر دلالت کرتا ہے۔ مازائدہ۔ شمر بفتح شین  
بنی۔ مراد کمال استغناء۔

ترجمہ ۱۱۔ سونے کے بلند پہاڑوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پھسلاتا چاہا۔  
پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہایت تنہا ظاہر کیا۔ کچھ پروانہ کی +  
تشریح ۱۱۔ اشارہ ہے اس وایت کی طرف۔ ان جبریل ۴۱ نزل فقال لا للہ  
یقرئک السلام ویقول لک التحب ان جعل ہذا الجبال ذہبا و تكون معک  
اینها کانت فتوقف ساعة فقال یا جبرائیل ان الذیادام من کادارلہ و مال  
من کمال لہ قد یجمعہا من لا عقل لہ فقال لہ جبرائیل ثبتک اللہ یا محمد بالقول الثابت  
ترجمہ ۱۲ وایت ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں گئے اور  
کہا کہ خداوند تعالیٰ بعد تجھے سلام کے فرماتا ہے کہ اگر آپ کی خواہش ہو تو میں آپ کے لئے  
پہاڑوں کو سونا کر دوں اور جہاں آپ جائیں یہ آپ کے ساتھ ہوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
نے بعد از تامل فرمایا کہ اسے جبرائیل دینا اس شخص کا گھر ہے۔ جب کہ اور گھر نہیں ہے اور  
اس شخص کا مال ہے جب کہ اور مال نہیں ہے اس کو بے وقوف آدمی اپنا ذخیرہ بھٹتا ہے۔  
جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ خدا آپ کو اس پر ثبات قدم رکھے +

پانچ پہاڑ تھے جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں یہ رز و پیش  
کی تھی جبل ابوقیس۔ جبل حرا۔ جبل ثور۔ جبل بعلجا۔ جبل عرفات +

وَ اَكَدَتْ زُهْدًا فِيهَا ضُرُوتُهُ  
اِنَّ الضُّرُوتَ لَا تَعْدُو عَلَى الْعَصَمِ

(۱۳۲)

زہد اور افاقہ اور کد حکم گراں

عصمت کے شود و مخلو چاہاں

داو عالمذیا ابتدائیہ۔ اکدت فعل ماضی۔ تاکید محکم کرنا۔ مضبوط کرنا۔ زہد  
بے غیبی۔ ترک دنیا بقول اکدت۔ فیہا کی ضمیر جبال کی طرف ہے یا دنیا کی طرف۔  
جو ضمنا لفظ ذہب (جو شعر سابق میں ہے) سے سمجھی جاتی ہے۔ کیونکہ دنیا زہد مال کا  
نام ہے۔ ضرورت۔ سخت احتیاج۔ فاعل اکدت۔ زہد کی ضمیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کی طرف راجع ہے۔ لا تعد و صیغہ واحد مؤنث غائبہ معلوم فعل مضارع منفی۔ عد ان  
حد سے تجاوز کرنا۔ غالب آنا۔ عصم کبیر اول فتح ثانی جمع عصمت و عصمت یعنی  
بازداشتن و نگاہ داشتن از گناہ۔ وہی لطف من اللہ تعالیٰ یحمل العبد  
علی فعل الخیر و یزجرہ عن الشر و یہ قد اے تعالیٰ کی مہربانی ہے جو بندہ  
اچھے کام کی طرف رغبت دیتی ہے اور بُرے کاموں سے بچاتی ہے +  
ترجمہ ۱۳ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دنیوی حاجت نے حضور علیہ السلام  
کے زہد کو اور بھی زیادہ مستحکم کر دیا۔ فی تحقیق احتیاج دنیوی عصمت تحقیق پر غالب  
نہیں آسکتی +

تشریح ۱۳۔ لوگوں کی دنیوی احتیاج ان کی پرہیزگاری کو کمزور کرتی ہے  
برخلاف اس کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جس قدر دنیوی احتیاج زیادہ ہوتی۔ اسی قدر  
آپ کا زہد زیادہ مستحکم ہوتا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مایحتاج الیک پر اکتا کرتے



تھے۔ کیونکہ آپؐ نیا اور اس کی ضرورتوں کو ایک فریب سمجھتے تھے۔ گویا ضرورتوں کا پیش آنا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان کے انصرام میں کم تو جی فرمایا باعث تحکیم زہد ہوتا تھا۔ رُوی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کَانَ مضطجِعًا عَلٰی سِرِّ مَقْرُوشٍ بَنِي خَفِيفٍ طَبِ اخْضَرٍ تَحْتَ رَأْسِهِ وَسَادَةٌ مِنْ اَدِيمٍ مَلُوءَةٌ بَلِيفٍ فَدْخَلَ عَلَيْهِ عُمَرُ مَعَ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ فَانْخَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَى عُمَرُ اَثَرَ الْفَرَّاشِ عَلَى جَنْبِهِ فَبَكَى فَقَالَ مَا يَكِيدُكَ يَا عُمَرُ فَقَالَ كَيْفَ لَا ابْكِي اَنْ كَسَرْتَنِي وَقِصْرَ يَنْعَمَانِ فِيمَا يَتَنَعَمَانِ فِيهِ مِنَ الدُّنْيَا وَلَنْتَ عَلٰی هَذِهِ الْحَالَةَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا عُمَرُ مَا تَوْضِي اَنْ يَكُونَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الْآخِرَةِ فَقَالَ بَلَى - فَنَزَلَ جِبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ سَنَةِ اللَّهِ قَدْ جَرَتْ عَلٰی اَنْ لَذَّةُ الْآخِرَةِ تَنْقُصُ عَلٰی كُلِّ اَحَدٍ يَحْبِبُ اَنْ يَزِيدَ لَذَّةُ الدُّنْيَا فَمَا كَانَتْ لَذَّةُ الدُّنْيَا اَلْكَوْكَانَتِ لَذَّةُ الْآخِرَةِ اَقْلَ كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالٰی اِذْ هَبْتُمْ طَبَقًا تَكْمُرُ فِيْ حَيَاتِكُمْ الدُّنْيَا لَنْكُنَّ اللَّهُ يَقُولُ قُلْ لِمَحْمَدٌ خَذَ مِنْ عِظَائِهِمُ الدُّنْيَا مَا تَرِيدُ وَاَطْلُبُ مَا تَشَاءُ فَاَنْتَ كَمَا لَا يَنْقُصُ مِنْ لَذَاتِكَ فِي الْآخِرَةِ بِسَبَبِ لَذَاتِكَ فِي الدُّنْيَا فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاللَّهِ خَيْرٌ وَابْقَى +

ترجمہ۔ روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک چارپائی پر چہرہ رکھ کر کھڑا ہوا تھا۔ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور سر مبارک کے نیچے چمڑے کا کھیر تھا جس میں کھجور کی چھال بھری تھی جس سے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسا چمڑے کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اتفاقاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وٹ لی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ وسلم کے پہلو پر پروردگار کے نشان دیکھتے ہی ابھید ہو گئے حضور نے پوچھا۔ عمر! کیوں کہتے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے وٹے کا یہ باعث ہے کہ اگر کمرے وغیرہ تو دنیا میں نہایت شانہ شوکت اور عشرت کے ذمہ کی سر

کرتے ہیں۔ اور حضور اس حالت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا۔ عمر! کیا تو یہ نہیں جانتا۔ کہ ان کے لئے دنیا ہو اور چمڑے لئے آخرت؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ بیشک میں ہی جانتا ہوں۔ پس جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا۔ خدا تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ دنیا کی لذتیں جبرائیل علیہ السلام اُسی قدر آخرت کی لذتیں کم ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ کہ تم اپنی نیکیوں کو دلوں دنیا میں پانچے ہو لیکن خدا پاک فرماتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دو کہ تم دنیا کی نعمتوں کو چھوڑنا۔ جی چاہے۔ لو آپ اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں۔ تمہاری لذات آخرت لذات دنیاوی کے حامل نہ ہونے سے کم نہ ہونگی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اللہ بہتر و باقی ہے +

(۳۳۱) **وَكَيْفَ تَدْعُو إِلَى الدُّنْيَا ضَرَفَةً مَنْ لَوْ لَا لَمْ تَخْرُجِ الدُّنْيَا مِنَ الْعَدَامِ**

**حُبُّ دُنْيَا كَيْفَ كَشَدَّ اور ازراہ مستعمل اگر نوے اور نوے کا ثبات و جہاں**

داواستینافیہ۔ کیف کسی چیز کے حالات دریافت کرنے کی واسطہ استعمال ہوتا ہے۔ یہاں استفہام استبعاد ہے یعنی آپ کے شان سے بعید ہے کہ دنیا کی جذبات آپ کو اپنی طرف کھینچے۔ تدعو فعل مضارع واحد غائبہ مؤنث۔ دعاء بلانا۔ کیف تدعو استفہام نکار کی، دنیا شائق دلوں سے بعید نزدیک ہونا اس جہاں کو دنیا اس لئے کہتے ہیں کہ وہ باعتبار زمان نسبت آخرت کے انسان کی ذات سے قریب ہے۔ یا شائق ہے دنائیت یعنی خست کینگی سے کیونکہ یہ تقرب الی اللہ کی مانع ہے۔ لولا لا ضمیرہ راجع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بقدر خبر خود محذوت۔ لہٰذا تخرج ضمیرہ محمد۔ یا تویر ضمیرہ ہم از۔ خود جہاں سے نکلنا سے۔ یا مجموعہ از اخراج یعنی نکلنا اس جگہ دونوں صحیح ہیں۔ عدہ مرقیہ +

توجہ کس طرح ممکن ہے کہ ایسی ذات اقدس کو اس کی ضرورت دنیا کی طرف



بلائے کہ اگر آپ پیدا نہ ہوتے تو دنیا ہی عدم سے وجود میں نہ آتی ۛ

تشریح - پہلے شعر میں جو بظاہر تعجب پیدا ہوا تھا۔ اُس کو رفع کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ جب حضور علیہ السلام کے حق میں لولاک لما خلقت الافلاك یا ہے تو پھر ضرورت انسانی دنیا نے فی کی طرف کس طرح حضور کی توجہ کو پھیر سکتی ۛ

(۲۳۲) مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَمِنْ عَجَمٍ

نام پاک و محمد سید ہر دوسرا نازش عرب و عجم جن بشر پریشوا

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مرفوع - صیغہ اسم مفعول مبالغہ بہت تعریف کیا گیا۔ نام حضور علیہ السلام کا ہے۔ خبر سے مبتدئہ محذوف کی۔ اے ہو محمد۔ یا مبتدئہ اور خبر اُس کی سید لکونین۔ سید سردار کونین دو جہان دنیا و آخرت الثقلین مراد انسان و جن کیونکہ ان پر شرعی تکالیف کا بار رکھا گیا ہے۔ اس لئے ان کو ثقلین کہا گیا ہے۔ وثقلین بمعنی دو گروہ گراں از روئے کثیر الخلق اور ذوی العقول بننے کے۔ فریقین دو گروہ۔ عرب یعنی عرب و عجم عین و سکون ا۔ ایسا ہی عجم و عجم ملک عرب عجم کے رہنے والے یا سوائے عرب باقی تمام ممالک عجم میں داخل ہیں۔ یہ نام عربوں نے رکھا۔ کیونکہ وہ ان کو بمقابلہ اپنی فصاحت و بلاغت و وسعت زبان کے عجم یعنی گنگا کہتے تھے ۛ

ترجمہ - اوصاف مذکورہ بالا کے مصداق جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

لے اس ناری شعر میں عرب و عجم عین و سکون اڑھو کہ ثقلین عرب کے معنی اہل عرب ۛ

والد وسلم ہیں جو دین اور دنیا جن و بشر اور دونوں فریق عرب و عجم کے سردار ہیں ۛ

تشریح - اشارہ ہے حدیث انا سید ولد آدم و لا فخر کی طرف۔ یعنی میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں اور میرا یہ کہنا بطور فخر نہیں۔ بلکہ امر واقعی ہے چونکہ حضور علیہ السلام گروہ انسان اور گروہ جن ہر دو کی طرف مبعوث ہوئے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو نوع کے سردار ہیں ۛ

(۲۳۵) نَبِيُّنَا الْأَمْرُ النَّاهِي فَلَا أَحَدٌ أَكْبَرُ فِي قَوْلٍ لَامِنَهُ وَلَا نَعَمٌ

آمر و ناہی نشاندہاں مثلش نبی صادق اند قول خود ایجاب شدہ نفی

نبی یا مشق ہے بنا بمعنی خبر سے یا نبوت بمعنی رفعت پس نبی بمعنی مخیر یا رفیع ہوا اصطلاح میں نبی وہ شخص ہے جس پر وحی نازل ہوتا کہ لوگوں کو حکام الہی سکھائے عام اس سے کہ کوئی صحیفہ اس پر نازل ہوا ہو یا نہ۔ اور رسول جس پر وحی کے ساتھ صحیفہ بھی نازل ہوا ہو۔ امور نیکی کا حکم دینے والا۔ ناہی برے کام سے روکنے والا۔ فلا احد فخر - یعنی اذاکان محمد سید لکونین جب حضور دو جہان کے سردار اور نبی ہوں تو پھر کوئی آپ کے برابر نہیں ہو سکتا۔ لا نفی مشبہ بتیس۔ احد بمعنی واحد انسانی افراد میں کوئی فرد۔ ابو صیغہ فعل تفضیل بہت سچ کہنے والا۔ بڑا نیکو کار۔ فی قول لا فی حرف جار۔ قول مصدر۔ لا کنایہ نفی سے۔ منہ غمیر ارجع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف۔ نعم کل ایجاب۔ لا اشارہ ہے محرمات کی طرف اور نعم مراد ہے بیان فرائض و واجبات وغیرہ سے یا مراد لا اور نعم سے نفی اور اثبات ہے جو کلمہ شریف



لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ اِنَّهُ عَنِ الْمُنْكَرِ  
توجہ ۸۸۔ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اچھے کاموں کی ہدایت کرنے والے  
اور بُرے کاموں سے روکنے والے ہیں۔ پس کوئی امر و نہی کے بیان کرنے میں حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم سے زیادہ است کو نہیں ہے۔ یا کسی سوال کے جواب دینے میں آپ سے بڑھ کر  
کوئی اور صادق نہیں ہے۔ خواہ وہ جواب نفی میں ہو یا اثبات میں۔ کیونکہ جواب کی  
یہی دو صورتیں ہو سکتی ہیں +

تشریح۔ لفظ نبینا کا مقدم کرنا خصوصیت پر دلالت کرتا ہے حالانکہ اور  
پیغمبر بھی امر و نہی گذرے ہیں مطلوب یہ ہے کہ اس زمانہ میں اور آئندہ جو حکم تعلیم  
ہونے کے ہمارے ہی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام امر و نہی ہو سکتے ہیں۔ کوئی اور پیغمبر  
کیونکہ اور شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں۔ کلام اللہ شریف میں آیا ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ  
الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحٰی +

(۳۷۱) هُوَ الْحَبِيبُ الَّذِي تَرْجُو شَفَاعَتَهُ  
لِكُلِّ هَوٍ مِّنْ اَهْوَالِ مُقْتَحِمٍ

آن حبیب حق زودش است میبد  
در حوادث و وقت ہر نہ کہ بر سر می  
ہو عنبر ارجع طرف حضرت محمد رسول اللہ علیہ السلام کی۔ ہو ابتدا۔  
الحبیب خبر الفلام جو حبیب پر لگا یا گیا ہے واسطے تصر کے ہے یعنی وہی حبیب  
اور کوئی نہیں۔ حبیب بروزن فیل معنی مفعول دوست رکھا گیا۔ تو لہجی صیغہ مضارع  
مجمول۔ دجا امید رکھنا۔ شفاعت طلب الخیر الخیر من الخیر کسی سے کسی لئے بہتری کی سفارش

کرنا۔ لکل ہول لام متعلق تَرْجُو یا شفاعت کے اور لام اس شعر میں فی کے معنی دینا  
چنانچہ قول اللہ یلعبتہنی قدمت الحیاتی نکاش میں اپنی زندگی میں نیک عمل کر لیتا  
یا لام توفیق کے لئے ہے یعنی خوف خطر کے وقت۔ جیسا کہ قول اللہ اَقِمُّوا الصَّلَاةَ  
لِدُلُوكِ الشَّمْسِ نَمَاز کو قائم کر سوج کے ڈھلنے کے وقت پر۔ من الاہوال۔ من  
جارہ۔ اہوال جمع ہول مصیبت حادثہ خطرہ۔ مقتحمر بصیغہ فاعل یا مفعول ہول  
مقتحمر وہ بلا جو انسان پر وقت واقع ہو۔ یا انسان اس میں گرفتار ہو جائے۔ اقتحام  
دو چیزوں کے درمیان میں گھسنا۔ مراد اس جگہ ان مصیبتوں سے ہے جو یکایک انسان پر  
آپڑتی ہیں۔ ہول سے ہول دوزخ بھی مراد ہو سکتا ہے جس میں آدمی تھرا اور جبراً  
داخل کئے جائینگے +

توجہ ۸۸۔ آپ ایتہالی کے وہ محبوب ہیں۔ کہ مصیبتوں میں ہر ایک سخت مصیبت میں  
آپ کی شفاعت کی توقع کی جاتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اَنَا حَبِيبُ اللّٰهِ وَالْخَلِیْفَہُ  
مِنْ عَدَاكَ اوست ہول اور مجھے کوئی فخر نہیں +  
دعا

اے خدا پیغمبر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھ کو اس دنیا کے مصائب سے  
محفوظ رکھ اور ہر ایک حادثہ میں میری امداد کر۔ اور قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وآلہ وسلم کی شفاعت اور تیری رضا مجھ کو نصیب ہو۔ آمین +

تشریح۔ مثل شعلہ علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ یہ شعر مقبول اور مستجاب ہے جس کو  
حاجت دنیا و آخرت کی ہو اس شعر کو ایک ہزار ایک دفعہ ایک ہی جگہ پڑھ کر پڑھے۔  
اور درمیان میں بات چیت نہ کرے انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مصیبت دور ہوگی۔



اُور یہ مرثا خ کرام کے مجربات سے ہے :

(۳۷) دَعَا إِلَى اللَّهِ فَالْمُسْتَسْكُونَ بِهِ  
مُسْتَسْكُونَ بِحَبْلِ غَيْرِ مَنْقَصٍ

خواندگار اسمے حق پر کنجکش بند / پیچہ ز درجیل مستحکم کہ از ہنم نگلد

دعا۔ دعوت۔ دعا (پاکانا۔ ہدایت کرنا) سے صیغہ ماضی معلوم واحد غائب ہے۔  
فاعل اس کا ضمیر ارجح حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ الی اللہ میں مضاف حذف ہے۔  
ای الی دین اللہ اور عبادۃ اللہ۔ یہاں الی کے معنی جانب ہیں۔ فاء تفریق یعنی  
دعوت الے اللہ کا نتیجہ یہ ہوا۔ مستمسکون صیغہ جمع مذکر اسم فاعل۔ استمسک کی  
چیز کو ہاتھ سے پکڑنا۔ مراد پناہ لینا۔ اطاعت کرنا۔ بہ ضمیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی  
طرف ارجح ہے۔ مستمسکون دوبارہ لایا گیا واسطے ایضاح کے۔ حبل رس۔  
منقصہ صیغہ واحد مذکر اسم فاعل۔ نصم ٹوڑنا۔ انفصام انقطاع۔ ٹوٹ جانا وغیرہ  
منقصہ ٹوٹنے والا محکم مضبوط۔ پائدار۔ حبل غیر منقصہ سے قرآن مجید مراد ہے۔  
غیر ایسا کلمہ ہے جو کسی کی صفت واقع ہوتا ہے۔ یہاں حبل کی صفت ہے :

ترجمہ : آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے لوگوں کو خدا کی طرف بلایا۔ پس جو  
لوگ آپ کے دامنِ عالی سے وابستہ ہیں۔ وہ (درحقیقت) ایسی مضبوط رسی پکڑے ہوئے  
ہیں۔ جو ٹوٹنے والی نہیں :

تشریح : اشارہ ہے آیت واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً کی طرف۔ اور  
حدیث میں آیا ہے من تمسک بسنن عند فساد امتی فلہ اجر ما تتر شہید یعنی

فساد امت کے زمانہ میں جو شخص میری سنت کو محکم پکڑے گا اُس کے لئے سوشید کا اجر ہوگا  
حبل اللہ سے مراد قرآن ہے۔ جس میں تبدیل و تحریف نہیں ہے :

(۳۸) فَاَقْبِلْ بَيْنَ فِیْ خَلْقٍ وَفِیْ خَلْقٍ  
وَلَمْ يَدْنُوهُ فِیْ عِلْمٍ وَلَا كَرَمٍ

از ہنم پیغمبر افاق شد از خلق و مال / نیت کن ہم سر و در علم و اعطال

فاق صیغہ ماضی۔ فوق بلندی۔ فاقہ۔ فاق علیہ اُس پر غالب ہوا۔  
قبیل جمع نبی۔ خلق بالفتح پیدائش و ایجاد۔ مراد حسن صورت۔ کمالات ظاہری۔  
خلق بضمتین حسن سیرت و کمالات باطنی۔ لم یدل انوہ فعل مجد جمع مذکر۔ دراصل  
یدل انوہ تھا۔ وقت الحاق ہائے غمیر کے نون جمع کا حسب ضابطہ حذف ہو گیا۔  
مداناً باہم نزدیک ہونا ضمیر متصل منصوب ارجح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف۔  
علم جاننا۔ مراد علوم معرفت۔ کرم عطا و بخشش :

ترجمہ : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حسن صورت اور حسن سیرت میں سب پیغمبروں  
پر سبقت لے گئے۔ اور کوئی پیغمبر بھی حضور کے رتبہ معرفت اور سخاوت تک نہیں پہنچا  
تشریح : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلق کی نسبت خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّا  
اَعْلٰی خَلْقٍ عَظِیْمٌ اور حدیث میں ہے۔ اَوْتِیْتُ عَلَیْہِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ جو جو فضیلتیں  
پیغمبرانِ سلف کو عطا ہوئیں اُن سب فضیلتوں کی جامع کی  
ذات والا صفات تھی :

حسنِ یوسف عینے یہ مضیاداری / آنچہ خواباں ہمہ ازند تو تنہا داری



وَكُلِّهِمْ مِنْ رَسُوْلِ اللَّهِ مُلْتَمِسٌ  
غَرَفًا مِنَ الْبَحْرِ أَوْ رَشْفًا مِنَ الدَّيْمِ

(۳۹)

ہر کئے ایشان خواہد از رسول اللہ عطا آفتاب بحر جودش قطرہ از ابر سخا

و او عاطف یا ابتدائیہ ہے۔ کلہم کل در اصل اکلیل بمعنی تاج سے اخذ ہے۔ جس طرح تاج تمام سر کو احاطہ کئے ہوئے ہوتا ہے۔ اسی طرح لفظ کل اپنے مضاف الیہ کی کل جزئیات کو احاطہ کرتا ہے۔ کل ہمیشہ مضاف ہوتا ہے۔ ہم ضمیر انبیاء علیہم السلام کی طرف راجع ہے۔ من رسول اللہ۔ من صایہ ہے ملتئم کل۔ رسول اللہ کے لفظ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت کا اظہار مقصود ہے۔ ملتئم خبر ہے کلہم مبتدا کی۔ التماس و سؤدنا۔ درخواست کرنا۔ ملتئم درخواست کرنا۔ لا یعرف بالفتح چلو۔ بخور دیا۔ مراد علم و معرفت۔ رشف چوسنا۔ مراد اس مقدار سے ہے جو ایک دفعہ کے چوسنے سے حاصل ہو یعنی قطرہ آب۔ دیمہ جمع دیمہ۔ دیمہ اس بارش کو کہتے ہیں جو ایک دن اتنا یا زیادہ لگتا رہتی ہے۔ یہاں شفاعت سے مراد ہے۔ جو ایک نوع کی بخشش ہے۔ اور عموماً بخشش کو بارش سے تشبیہی جاتی ہے۔ یا دیمہ سے مراد دیمہ رحمت ہے۔ و عا از سلاک لا رحمۃ للعالمین +

ترجمہ: تمام پیغمبران علیہم السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درپے معرفت اور باران رحمت سے پانی کے چلو یا قطرہ آب کی درخواست کرتے ہیں +

تشریح: حاصل معنی یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے جو رحمت میں ایک دریائے زخار ہے اور حضور کے کرم و عین سے جو فیضان میں بارش کی طرح

ہے۔ استغاثہ کرتے ہیں کیونکہ سب پہلے نور محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) پیدا ہوا۔ اور اس دیگر مخلوقات پیدا ہوئی۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے۔ کنت نبیاً و آدم بین السماء و الارض الطین آدم ہنوز پانی اور کیچڑ میں تھا۔ کہ میں نبی ہو چکا تھا پس اس صوت میں تمام انبیاء علیہم السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استغاثہ علم و رحمت کرتے ہیں۔ پھر فرمایا لو کان موسیٰ جیاماد و سحر الا اتباعی یعنی اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو بخیر میری اقتدا کے اور کوئی چارہ نہ دیکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن تمام انبیاء علیہم السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب شفاعت کے لئے منتخب فرمائینگے اور اللہ تعالیٰ اپنے لطف خاص سے حضور علیہ التحیۃ و التمجید کو نگاربانِ مکتب حق میں مقبول شفاعت فرمائینگا۔ اللہم ارنہ قد استغاثتہ علی اللہ علیہ السلام۔ یشتر حاجت کے انجام کیلئے نماز کے بعد پانچ دفعہ پڑھنا چاہئے +

وَاقِفُونَ لَدَيْهِ عِنْدَ حَدِّهِمْ  
مِنْ نَّقْطَةِ الْعِلْمِ أَوْ مِنْ شَكْلَةِ الْحَكَمِ

(۴۰)

ایستادہ حضور ہر یکے جائے خویش | قدشان از نقطہ حرکت حکمت نیست پیش

و او عاطف یا عالیر۔ واقفون جمع مذکر اسم فاعل۔ واقف کھڑا ہونے والا کسی چیز پر اطلاع پانے والا۔ لدی نزدیک۔ لا کی ضمیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے۔ حد وہ نشان جود و چیزوں کو ایک دوسری سے جدا کرے۔ حد ہر چیز کی نہایت کو بھی کہتے ہیں۔ ہم ضمیر انبیاء کی طرف راجع ہے۔ من بیانہ بیان ہے حد کا۔ نقطہ اس مقدار کا نام ہے جس کی تقسیم نہ ہو سکے۔ یہاں مراد اس تھوڑی سی سی ہے جو پسیدی



کے درمیان ہو۔ یا تھوڑی سپیدی جو سیاہی کے درمیان ہو۔ علم مراد علم معرفت۔ اور  
یعنی واو عاطفہ من بیانہ۔ حد کا بیان ہے۔ شکستہ حروف پر اعراب لگانا محاورہ میں  
آیا ہے۔ شکستہ لکتابی قیدتہ بالاعراب۔ حکم حکمت کی جمع۔ اس سے  
حد کی تشبیہ مراد ہے۔ کہ پیغمبروں کی حد جہاں اُن کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے وہ بمنزلہ  
نقطہ و اعراب ہے۔ یا متعلق ہے ملتس کے جو شعر ماسبق میں ہے یعنی ہر چیز کی ماہیت کو  
حسب طاقت بشری معلوم کرنا۔ من نقطۃ العلمہ بیان حد کا ہے یا اُس کی تشبیہ ہو سکتی  
ہے یعنی تمام پیغمبر تھوڑی سی حکمت اور نقطۃ علم کی حضور سے درخواست کرتے ہیں +  
توجہ ۱۱۔ تمام پیغمبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں اپنے اپنے رتبہ پر کھڑے  
ہوئے ہیں۔ اور اس حد کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درجہ سے وہ نسبت ہو نقطہ  
کو علم سے اور اعراب کو کتاب (حکمت) سے ہوتی ہے +

دوسرا ترجمہ۔ تمام پیغمبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں اپنی اپنی حد پر  
اس طرح کھڑے ہیں جس طرح نقطہ اور اعراب اپنی جگہ پر ممکن ہوتے ہیں۔ اور حد سے  
تجاوز نہیں کرتے +

تیسرا ترجمہ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں تمام پیغمبر اپنے اپنے رتبہ پر  
کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقطۃ علم اور اعراب حکمت کی درخواست کر  
رہے ہیں یعنی تھوڑے سے علم اور تھوڑی سی حکمت کے طالب ہیں +

چوتھا ترجمہ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر انبیاء علیہم السلام  
اپنے اپنے رتبہ پر مطلع ہوئے اور ان کے مرتبہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرتبہ سے  
نسبت تھی جو نقطہ کو علم سے اور اعراب کو کتاب سے ہوتی ہے یعنی بہت کم +

فَهَؤَالَّذِي تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُورَتُهُ  
ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِيبًا بَارِئًا الشَّمِّ

صورتش ہم سیرتش چوں شد مکمل از صفات  
خالق اراخ چید اور احبیب از کائنات

فاء تفریق کے لئے ہے یعنی پہلے کلام پر کسی دلیل یا نتیجہ کا قیام کرنا۔ پہلے شعر  
میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام پیغمبروں پر فوقیت دی گئی۔ اب اس پر ظم دلیل  
قائم کرتا ہے جو اس شعر میں ہے۔ تھو میں ہا کو ساکن پڑھو جیسا کہ اکثر ظم میں پڑھا  
جاتا ہے۔ ہو ضمیر ارجح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ الذی اسم موصول تم  
معناہ و صورتہ اس کا عملہ ہے۔ تم عینہ ماضی کامل ہوا۔ معنی مراد خلق نبی صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ صورتہ سے مراد جسم پاک و حسن ظاہری ہے۔ تم دو مضمونوں  
کی ترکیب کے لئے آتا ہے دوسرا مضمون پہلے مضمون کے اعلیٰ و افضل ہوتا ہے۔ صطفیٰ  
عینہ ماضی۔ اصطفاہ چنتا۔ انتخاب کرنا۔ باری پیدا کرنے والا۔ تسبیح جمع شمعہ۔  
نفس یا ہر ایک جاندار چیز اور بعض نے آدمی کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ معناہ  
و صورتہ اور اصطفاہ کی عنبر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ارجح ہیں +  
توجہ ۱۲۔ پس آپ وہ (اشرف الانبیاء) ہیں جن کی صوت اور سیرت مکمل ہو گئی۔  
پھر خدائے خالق نے آپ کو اپنا دوست منتخب کیا +

تشریح یعنی جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صوت اور سیرت کی تکمیل ہو چکی۔  
تو خلقت نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا۔ اشارہ ہے حدیث شریف الا انا  
حبیب اللہ ولا خیر (ایضا) انا سید ولد آدم ولا خیر +



مَنْزَرُهُ عَنْ شَرِيكَ فِي مُحَاسِنِهِ  
جَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيهِ غَيْرُ مَنْقَسِمٍ

در محاسن شریک کس را شریک از خاص نام جوهرش از انبیا که در انقسام

منزہ پاک اور صفات تنزیہیہ دور رکھنا۔ منزہ خبر بندے مخلوق ہے۔ یعنی  
ہو منزہ عن بیاباں بعد کے معنی میں آیا ہے۔ یعنی آپس سے بالاتر ہیں۔ کہ آپ کا  
کوئی شریک ہو سکے۔ شریک حصہ دار۔ محاسن جمع حسن علی خلاف القیاس زیباہی۔  
فی محاسنہ جار مجرور متعلق شریک۔ جوہر معرب گوہر مراد حقیقت حسن غیر منقسم  
جس کی تقسیم نہ ہو سکے۔ یا جو جدا نہ ہو سکے۔ یعنی غیر مفصل۔ فاء جزاء شرط مخلوق  
یعنی لہا کان منزہا عن شریک فی محاسنہ ذی کون جوہر الحسن فیہ  
غیر منقسم یعنی جب اس سے بالاتر ہیں۔ کہ کوئی آپ کے محاسن میں شریک ہو  
تو پس پکا جوہر حسن غیر منقسم ہوا۔ دوسرے کو اس کا حصہ ملا۔ ذیہ جار مجرور وصفت  
جوہر الحسن کی یعنی وہ جوہر حسن ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں نمایاں ہے۔  
غیر منقسم ہے۔

توجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالاتر ہیں اس امر سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کی خوبی صفات میں کوئی اور شریک ہو سکے پس اس صحت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا  
جوہر حسن تقسیم نہیں ہو سکتا۔

تشریح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محاسن حضور ہی کی ذات سے مختص ہیں  
اور محاسن بحیثیت مجموعی کسی غیر کو نہیں دے گئے اگر چند افراد اوروں میں باجئے جاتے

ہیں۔ یا یہ معنی کہ بالذات ہر ایک خوبی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مختص ہے اور ترجیحاً  
دو عشاء و ستر کو عطا ہوئی ہے

ہمراہ صفات انبیاء عظام کرد جسد بزا خدا انعام

دَعَا مَا ادْعَتْهُ النَّصَارَىٰ فِي نَبِيِّهِمْ  
وَاحْكُمُ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فَيَدَّ اخْتِكُمْ

(۱۳۲)

آنچه نصاریٰ بگوید در حق عیسیٰ گزرا ہر چہ اہی جز از ان وصفی و نیکو شمار

دع عینو امر ترک کر۔ ما اسم موصول مفعول۔ ادعت فعل ماضی مؤنث فاعل

اُس کا نصاریٰ۔ ادعا دعویٰ کرنا۔ اکثر اس کا استعمال دعویٰ بطل میں ہوتا ہے۔ ہ

غیر ارجح ہوئے ما۔ نصاریٰ جمع نصران پیروان حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام

چونکہ اس گروہ حضرت عیسیٰ کی نصرت (امداد) کی تھی اس لئے اُن کو نصائے (امداد)

کنندگان کہا گیا۔ فی نبیہم جار مجرور متعلق ادعت۔ ہم ضمیر ارجح طرقت نصاریٰ کے

واحکم امر از حکم اس جا مراد بیان اور اظہار ہے۔ شئت فعل ماضی از مشیئة

چاہنا۔ مدح حال ہے۔ اختیکم از حکم کی تاکید ہے۔ احکام حکم دینے میں مشغول رہنا

احکام میں حکم زیادہ اللفظ مدح علی زیادہ المعنی مبالغہ ہے۔

توجہ جو کچھ نصائے نے اپنے پیغمبر (علیہ السلام) کی نسبت دعا کیا یعنی

خدا کا بیٹا کہ اس کو چھوڑ دے باقی جو تیرا جی چاہے۔ بحالت مدح حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی فضیلتوں کو بیان کر اور اچھی طرح بیان کر۔

تشریح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف جس قدر چاہے کر۔ مگر نصائے کی طرح



جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ کوئی ایسی تعریف نہ کر۔ جو جائز نہ ہو۔  
حاصل یہ کہ تمام پیغمبران علیہم السلام کا رتبہ بلند ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام اوصاف  
کاملہ کے جامع ہیں۔ کماتیل سے

يَا صَاحِبَ الْجِبَالِ وَيَا سَيِّدَ الْبَشَرِ مِنْ جَبَلِكَ الْمُنِيرِ لَقَدْ تَوَسَّلَ الْقَمَرُ  
لَا يَكُنُ الشَّيْءُ كَمَا كَانَ حَقُّهُ بَعْدَ خُذِ بَرْكَ تَوَلَّى قَصْرَ خَنْصَرِ

اے صاحبِ جبال اور آدمیوں کے سردار آپ کے روشن چہرے سے چاند منور ہوا ہے۔ جیسا کہ  
چاہئے۔ آپ کی تعریف نہیں ہو سکتی قصہ مختصر یہ ہے کہ آپ خدا تبارک کے بعد تمام  
خلوقات سے برتر ہیں \*

(۳۳۱) فَانْسَبْ إِلَى ذَاتِهِ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ  
وَالنَّسَبُ إِلَى قَدَرِهِ مَا شِئْتَ مِنْ عَظَمٍ

ہر چہ خواہی از شرف ذاتِ منسوب کن ہر بزرگی اگر خواہی صفِ منسوب کن

فائدہ تفسیر یہ ہے یا عاطفہ۔ انساب صیغہ امر منسوب کر۔ الی ذاتہ الی النقص الکبریم۔  
الی جار۔ ذاتہ مجرور متعلق انساب کے۔ شئت ماضی بمعنی عال از مشیۃ چاہنا۔ شرف  
بلندی۔ بزرگی۔ قدر۔ رتبہ۔ عظم بزرگی عظمت۔ ما شئت۔ ما موصولہ۔ شئت  
عیض ماضی مخاطب اعد نہ کر اس جگہ بمعنی مضارع کے واقع ہوا ہے \*

ترجمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدس کی طرف جس کمال کو تو چاہتا ہے  
اور آپ کے رتبہ کے متعلق جس بزرگی کو چاہے منسوب کر \*

تشریح اس شعر کی تشریح شعر بالا کی ہی تشریح ہے۔ غلامہ یہ کہ ہر نوع

کے کمالات اور جنات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اشرف اور جلالہ کی طرف  
منسوب کرنے کا ہر ایک کو وسیع اختیار ہے بشرطیکہ ان دعوام کے اطلاق کی کوئی  
شرعی ممانعت نہ ہو \*

(۳۳۲) فَإِنَّ فَضْلَ رَسُولِ اللَّهِ لَيْسَ لَهُ  
حَدٌّ فَيَعْرَبُ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمٍ

حد فضائل کمال او نیاید حساب کے تو اند گفت کس تحیدل عالٰیٰ عیناب

فائدہ بیان یا سبب آوردیل کیلئے ہے۔ فضل بزرگی۔ لیس ماضی۔ جس کا  
مضارع وغیرہ نہیں آنا۔ بمعنی حرف نفی اللہ کی ضمیر مجرور راجع بفضل حد بازداشتن  
بازدارندہ۔ نہایت ہر چیزے۔ اندازہ کردہ خدا تبارک کے۔ حد زدن۔ اندازہ کرنا  
یعرّب فعل مضارع معلوم منصوب بان مقدمہ۔ اعراب ظاہر کرنا۔ بیان کرنا۔ عنہ کی  
ضمیر راجع طرف فضل کے ہے۔ ناطق بولنے والا۔ نطق بولنا۔ فم منہ۔ مُراد  
زبان \*

ترجمہ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بزرگی کی کوئی حد نہایت  
نہیں ہے جس کو بولنے والا بیان کر سکے \*

تشریح ناظم رحمتہ اللہ علیہ اس شعر میں شعر سابق کے مضمون کی علت بیان کرتا  
ہے شعر ماضی میں یہ دعویٰ تھا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس پر  
ہر ایک صفت کا اطلاق ہو سکتا ہے \*

دلیل اس کی یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل اور کمالات کی کوئی



صد نہیں ہے جس کو بیان کیا جائے۔ پس جب سرور کائنات علیہ افضل التجات کی ذات بابرکات مجموعہ کمالات ہے۔ تو ہر ایک کمال اور فضیلت کا اطلاق ذات گرامی پر اس حد تک کہ شرع جائز رکھے جائز بلکہ واجب ہے +

(۴۶) لَوْ نَسَبْتُ قَدْرَهُ آيَاتُهُ عَظَمًا  
أَحْيَا شَمَهُ حِينَ يُدْعَى أَرْسَلَهُم

بہر تشریح: اگر بقدر قدر او بوجہ عظیم زندہ کرنے نام او از خواندش عظمیٰ نام لَوْ حرف شرط۔ لَانْتِفَاءُ الثَّانِي، لَانْتِفَاءُ الْاَوَّل۔ یعنی چونکہ پہلی چیز موجود نہیں ہوئی۔ اس لئے دوسری چیز کا وجود بطور میں نہ آیا۔ لَوْ جُشْتَفَى لَكَوَمَتَكَ اگر آپ میرے پاس آتے تو آپ کی تعظیم کرتا۔ لیکن چونکہ آپ نہیں آئے اس لئے میں نے آپ کی عزت نہیں کی۔ نَاسَبْتُ فعل ماضی۔ مناسبتہ۔ ایک چیز کا دوسری چیز سے کوئی نسبت رکھنا۔ قَدْرُ مرتبہ۔ آیات جمع آیہ۔ مراد معجزات عظیم ہمارے بزرگی منصوبہ تمیز۔ اَحْيَا بِالْفَتْحِ فعل ماضی۔ اَحْيَا بِالْكَسْرِ رُزْنُ اَعْمَالِ زَنْدہ کرنا حِينَ وقت ہنگام۔ يُدْعَى صيغة مضارع مجہول ضمیر اسم کی طرف راجع ہے دَامَ بمعنی مُدَّرس۔ دَامَ اس ناپدید ہونا۔ الرَّمْعُ جمع دَمَةٍ۔ بوسیدہ ہڈی +

ترجمہ: اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات عظمت میں حضور کی قدر و منزلت کے برابر ہوتے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک جس وقت بوسیدہ ہڈیوں پر پڑھا جاتا تو انہیں زندہ کر دیتا +

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ رتیا اور عزت بڑگاہ ایزدی میں ہے

کہ اگر اس مرتبہ کے موافق معجزات دئے جاتے تو معجزات کی یہ حد ہوتی۔ کہ جب کبھی حضور کا نام مبارک ہزار سالہ بوسیدہ ہڈیوں پر پڑھا جاتا۔ تو وہ زندہ ہو جاتیں۔ معجزہ اَحْيَا اَمْوَاتِ بدعائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرتبہ سے کم ہے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ اس معجزہ کے شایاں ہے۔ کہ حضور کے نام مبارک سے مردہ زندہ ہو جاتا۔ اس شعر میں تَبَّ اور عَزَّ کی رفعت عجیب طرز سے بیان کی گئی ہے حضور علیہ السلام کی حیات میں مردہ کا زندہ ہونا بعض آیات ثابت ہے +

ایک بوڑھیا کا بیٹا جو انصاری تھا، مر گیا۔ بوڑھیا کو خبر ہوئی۔ روتی تھی۔ اور یہ دعا مانگتی تھی۔ اے خدا تو جانتا ہے۔ کہ میں نے تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس لئے ہجرت کی ہے۔ کہ میں مصیبت سے محفوظ رہوں۔ پس اس مصیبت کو ہجرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے اٹھالے۔ اس دعا سے اس کا بیٹا زندہ ہو گیا +

یہ شعر اگر قریب الموت مریض کے پاس پڑھا جائے۔ تو وہ سکرات الموت سے نجات پاتا ہے۔ اور نیز شفا کے لئے زعفران سے لکھ کر مریض کے گلے میں ڈالا جائے +

(۴۷) لَمْ يَمَيِّتْ مَا بِنَا تَعْيَى الْعُقُولُ بِهِ  
حَرْصًا عَلَيْنَا فَلَمْ نَرْتَبْ لَهُ فَنَحْمُ

از عنایتِ درو عقل مار از امتحان | آنچه فرمودہ را را راز شک است گما

لَمْ يَمَيِّتْنَا۔ لَمْ يَمَيِّتْ صيغة جحد۔ نَاغَمِيْرُ جمع تنگم۔ نُونِ سَاكِن۔ نُونِ مُتَحَرِّكِ میں غم ہوا امتحان آزمائش سے متعلق ہے۔ محنت وہ مجہد یعنی لَمْ يَحْمِلْنَا اَعْلَى الْحَنَةِ۔ آپ نے ہمیں محنت اور تکلیف میں نہیں ڈالا۔ بِنَا تَعْيَى میں یا بَسْبِيْتِيہ۔ ماموعہ سے مراد شرح شریف



ہے۔ یعنی صیغہ مضارع مشتق سے نہ کہ اعیاء سے۔ عی اور اعیاء میں فرق یہ ہے کہ جس چیز کے سمجھنے میں عقل درج عاجز ہو۔ وہ عی سے اور جو عجز حرکت و سکون کے بعد ہو وہ اعیاء سے۔ عقول جمع عقل۔ بہ کی ضمیر ما بوصول کی طرف پھرتی ہے۔ حوص کسی چیز کی حد سے زیادہ خواہش کرنا۔ مراد اس جگہ شفقت ہے۔ لہٰذا توبہ عینہ جہاں تبتا شک کرنا ہے۔ لہٰذا توبہ۔ حمد۔ ہام بیہم سے متکلم مع الغیر کا صیغہ ہے۔ ہیان۔ بمعنی جبران ہونا۔ یا دھم سے مشتق ہے۔ ہم کے معنی کسی چیز مطلوب کو چھوڑ کر دوسری چیز کی طرف چلا جانا۔ محاورہ ہے۔ وہم فلان اذا غلط جب کوئی غلطی کرتا ہے۔ تو کہتے ہیں۔ وہم فلان +

توجہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اس شفقت کے جو ہم سے رکھتے تھے ایسی چیزوں سے جن کے سمجھنے میں لوگوں کی عقلیں حیرت زدہ ہو جاتیں۔ ہم کو آرائش اور محنت میں نہیں ڈالا۔ اس لئے نہ تو ہم شک و ہم میں پڑے اور نہ حیرت زدہ ہوئے +  
تشریح۔ جو حکام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر واجب کئے وہ ہم پر سہل اور سہل انعم ہیں۔ نہ ان کے بجالانے میں کوئی تکلیف اور نہ ان کے سمجھنے میں دشواری۔ الغرض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت حقہ نہایت واضح اور سہل اور تکلیف بالا میں سے بالکل پاک اور صاف ہے۔ بخلاف دوسرے پیغمبروں کی شریعت کے کہ اس میں کمال ایسے تھے جو جن کو انسان شکل سے ادا اور برداشت کر سکتا تھا بطور مثال چند امر کا ذکر کیا جاتا ہے۔ قتل بالعمد و خطا میں صرف قصاص کا حکم تھا۔ اگر کپڑے پر کہیں نجاست لگ جاتی۔ تو اس کو کاٹنے کا حکم تھا۔ اور زکوٰۃ میں جو تھا حصہ مال دیا جاتا تھا۔ اور سچا توبہ کے نفس کو قتل کیا جاتا تھا۔ وغیرہ وغیرہ +

حضرت علی اللہ علیہ آہ وسلم کی شریعت الدین یسر دین آسان ہے کوئی تکلیف امر و نہی نہیں ہے +

(۴۸) اَعْمَى الْوَرَىٰ فَصَحَّ مَعْنَاهُ فَلَيْسَ يَرَىٰ  
لِلْقُرْبِ الْبُعْدُ فِيهِ غَيْرُ مَنْفَحٍ

خلق عاجز شد ادراک کمالات نبیؐ از قریب ہم بعید زد رک علم و غیبی

اعی صیغہ ماضی عاجز کر دیا۔ اعیاء عاجز کرنا۔ وری خلقت۔ فصحا سمجھنا۔ معناه معنی سے مراد کمالات۔ ہ ضمیر راجع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے۔ قرب و بعد سے قرب بعد زمانی و مکانی دونوں ذیہ کی ضمیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے۔ بعض نسخوں میں ذیہ کی جگہ منہ ہے۔ عید اس شعر میں یوی کا مفعول مالم بیہم فاعلہ ہے۔ یعنی جس قدر لوگ دیکھے جاتے ہیں۔ وہ سوائے اس کے حضور کمالات کے سمجھنے میں عاجز ہوں۔ کوئی بھی سمجھنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ منفح مشتق انتقام سے کسی چیز کے سمجھنے میں عاجز ہو جانا! ورازم کا قبول کرنا۔ جواب میں عاجز کر دیا۔ ہ جانا۔ منفح عاجز ہونے والا +

توجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعم کمالات نے خلقت کو عاجز کر دیا۔ پس کسی شخص کو خواہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب یا بعید زمانہ یا مقام کا ہو۔ بحر اس کہ وہ اطوار کمالات نبوی علیہ التحیۃ و الثناء کے بیان کرنے میں عاجز ہو۔ دیکھا نہیں جاتا +  
تشریح۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کمالات نبوت اس تبتا عالی پر ہے۔ کہ اس کی حقیقت کو کوئی قریب الہمد یعنی صحابی رض اور کوئی بعید الہمد یعنی تابعی رض نہیں



پہنچ سکا۔ اور سب کے سب فیصدت کے انوار میں چپ چاپ ہیں۔ نہ آپ کے کمال کی کیفیت معلوم ہو سکتی ہے نہ نیکیت حضور علیہ السلام کے فضائل مثلاً راستی۔ وفائے وعدہ۔ اداے امانت۔ رعایت ہمسایہ شفقت یتیم۔ شیریں زبانی جن عمل۔ کمال علم و عقل۔ عفو و جود۔ شجاعت جیا جین معاشرت۔ عدالت عفت۔ مروت۔ زہد۔ تقوائے تناعت۔ اہتمام آخرت۔ عبیر استقلال تحمل۔ ترک حرص۔ وغیرہ اہلک۔ ایسے واضح اور بین امور ہیں جن کے تسلیم کر لینے میں اس زمانہ کے بڑے بڑے شمنان اسلام نے بھی بجز انکار کوئی چارہ نہیں دیکھا۔

(۷۹) کَالشَّمْسِ تَطْهَرُ لِلْعَيْنَيْنِ مِنْ بَعْدِ صَغِيرَةٍ وَتُكَلِّلُ لَطِيفٍ مِنْ أُمَّمٍ

ہمچو نور شد است شرف خیر الورا خور دنیا بد دور از نزد سوز و چشم  
کالشمس کاف تشبہ شمس آفتاب۔ تطھر فعل مضارع بمعنی ظاہر ہوتا ہے۔ چونکہ شمس غریبی میں مونث ہے اس لئے صیغہ مؤنث استعمال ہوا۔ عینین تشبہ عین آنکھ۔ بعد دوری۔ صغیرہ چھوٹی چیز۔ تکل صیغہ مضارع۔ اکلال عاجز کرنا۔ یا کلال سے عاجز ہونا۔ طرت آنکھ۔ امحہ قرب۔ نزدیکی +

ترجمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثال آفتاب کی سی ہے۔ جو دور سے تو آنکھوں میں چھوٹا دکھائی دیتا ہے اور نزدیک سے آنکھ کو خیرہ کر دیتا ہے +  
تشریح آفتاب گرم زمین سے کئی ہزار گنا زیادہ ہے۔ اس کی حقیقت مقدار کا دریافت کرنا اس لئے مشکل ہے۔ کہ وہ بظاہر دور سے چھوٹا معلوم ہوتا ہے

اور نزدیک سے آنکھیں اس کو دیکھ نہیں سکتیں۔ یہی مثال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ نہ آپ کے کمالات کو قریبی پاسکتے ہیں نہ بعیدی یعنی اہل شفتہ شہود کی آنکھوں کو آپ کے انوار کی درخشانی چھندھیا دیتی ہے۔ اور ظاہر میں بجز جسم مبارک کے اور کچھ نہیں دیکھ سکتے +

(۸۰) وَكَيْفَ يُدْرِكُ فِي الدُّنْيَا حَقِيقَتَهُ قَوْمٌ نِيَامُ تَسْلُوْا عَنْهُ بِالْحُلُمِ

کے پیاداندریں دنیا حقیقت کے شہا قَوْمُ خَفْتَهُ کَوْبُوْدُ هَوْنٍ رُخَا بَکِ

ادوا عطفہ بعض نفل میں فائقہ تعبیه ہے۔ کیف استفہام انکار کے لئے ہے۔ پس اس صوت میں یدارک بمعنی لایدرک ہوگا۔ ادراک سمجھنا۔ کسی چیز کی حقیقت کو دریافت کرنا۔ فاعل اس کا نوم ہے۔ دنیا مرد علان جہانی حقیقت اہلیت۔ گنہ۔ ماہیت۔ نیا جمع نام۔ سونے والا۔ تسلا صیغہ ماضی غائب تہلی۔ اطمینان پانا۔ قانع ہونا۔ عنہ ضمیر اجمع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف۔ حلم جو کچھ خوابیں دیکھا جاتا ہے +

ترجمہ جو قوم خفتہ ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت سے محروم رہ کر اپنے خواب خیال پر قانع ہے۔ وہ کیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو دنیا میں پاسکتی ہے یعنی نہیں پاسکتی +

تشریح جب مقربین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ادراک حقیقت عاجز ہیں تو غافل قوم جو حرم ہوا اور نفسانی خواہشوں میں متفرق ہے اور سنت نبویؐ



کی تارک اور اولام باطلہ میں گرفتار ہے۔ وہ کب حقیقت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سمجھ سکتی ہے۔ بعض اکابر سلف مروی ہے کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت صلیک انکشاف کی کسی شخص پر نہیں ہوا۔ اور اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جمال باطنی کامل طور پر ظاہر ہوتا۔ تو کبھی کوئی دشمن دیکھنے کی تاب نہ لاسکتا لفظ دنیا سے اس طرف اشارہ مقصود ہے۔ کہ قیامت کو حقیقت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام انکشاف ہو جائے گا۔ الناس نیامر فاذا ماتوا انتبهوا۔ لوگ سوئے ہوئے ہیں جب مرجائیں گے تو جاگ پڑیں گے۔

(۵۱) فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيهِ أَنَّهُ بَشَرٌ  
وَأَنَّهُ خَيْرُ خَلْقِ اللَّهِ كُلِّهِمْ

انہما علم اور اب نشان اینقدر | کایں بشیر بعد از خدای علی مرتضیٰ مختصر  
فائدہ تفریع مبلغ منتہی غایت نہایت بعض نے صدیقی لکھا ہے۔ علم جاننا۔ فیہ کی ضمیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف پھرتی ہے۔ بشر آدمی۔ وَأَنَّهُ واعطف۔ ان واسطے تحقیق جملہ باعد کے۔ ضمیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے۔ خیر بہتر فضل۔ خلق اللہ مخلوقات خدا۔ کلمہ تاکید خلق اللہ تمام جمیع۔  
ترجمہ ۸۸۔ پس ہمارے علم کا منتہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کی نسبت ضرر ہی کافی ہے کہ آپ انسان ہیں۔ اور تمام مخلوقات سے فضل ہیں۔

تشریح ۱۔ اس شعر میں اشعار ماسبق کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت معلوم کرنا انسانی طاقت سے بزر ہے۔ حاصل کلام یہ کہ وہ تمام

جہان سے بہتر ہیں۔  
آفتابگردیدہم مہر تان زریدہم | بسیار خوبان دیدہم لیکن خیزے گیری

(۵۲) وَكُلُّ أَمِيٍّ أَمَى الرَّسُولُ لِكِرَامٍ لِّهَا  
فَانْمَا أَتَصَلَّتْ مِنْ نُورٍ بِهِمْ

ہر یک اعجاز یکہ از پیغمبران مدید | از طور نور پاکش حجابہ یا بپشان رسید

واعطف۔ کل امی اصل میں تھا کل ایتہ من الایات۔ امی جمع آیت نشان۔ اس جگہ مراد معجزات ہیں۔ رسول جمع رسول۔ کرام جمع کریم۔ لہا۔ باء جز بارہ تعدیہ کے لئے ضمیر ہا امی کی طرف راجع ہے۔ فانما۔ فاء تفریع۔ ان تاکید کے لئے آتا ہے۔ ما زائدہ۔ مراد اس جگہ حصر سے ہے۔ اتصلت فعل ماضی اتصال ملنا۔ متصل ہونا۔ من جز بارہ سب کے معنی دیتا ہے۔ نورہ میں ضمیر راجع بحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ ۸۸۔ جس قدر معجزات انبیاء علیہم السلام دنیا میں لائے (فی حقیقت) وہ تمام ان کو آپ ہی کے نور سے حاصل ہوئے۔

تشریح ۱۔ کوئی معجزہ انبیاء علیہم السلام کا ایسا نہیں ہے جس کی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف نہ ہو سکتی ہو۔ کیونکہ باعث ایجاد عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات اقدس ہے۔ حدیث لولاک لما خلقت الافلاک اس کی شہاد ہے۔

ہے ۷ | گرنہ دے یا رسول اللہ وجود پاک تو  
ہیچ پیغمبر نہ دے ولست پیغمبری



فَإِنَّهُ شَمْسٌ فَضِّلَ هُمْ كَوَاكِبَهَا  
يُظْهِرُنْ أَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلُمِ

اوست خورشید فضیلت چو خجانبیا - نورشان در شب بر آمدن شد زینما

نادرشما سبق کی عدت کے لئے ہے۔ ضمیر راجح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے۔ شمس فضل آفتاب بر رگی۔ کواکب جمع کوکب ستارہ۔ یظہرون مضارع جمع نونث غائبہ۔ انظار ظاہر کرنا۔ انوار جمع نور۔ انوارہا کی ضمیر کواکب کی نظر راجح ہے۔ للناس لام یعنی برائے واسطے۔ ناس آدمی۔ اصل اس کا ناسی تھا۔ یا اے کوکب کوکب استعمال کے لئے حذف کیا۔ ناس رہا۔ ایسا ہی انسان بخود ہے نسیان یا افس سے۔ ظلم جمع ظلمت۔ کواکبہا ضمیر مضارع راجح بسوئے شمس۔ اور یہ صاف باد نے ملاست ہے۔

ترجمہ ۵۳۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آفتاب کمال ہیں۔ اور باقی انبیاء علیہم السلام ضمیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں بمنزلہ ستاروں کے ہیں۔ جو علم اور ہدایت کی روشنی کو حلالیت اور جہالت کی ظلمت میں اہل دنیا پر ظاہر کرتے رہے۔

تشریح۔ یہاں کواکب مراد وہ ستارے ہیں۔ جو آفتاب کی روشنی حاصل کرتے ہیں۔ نور القمر مستفاد من نور الشمس جس قدر انبیاء علیہم السلام گذرے ہیں حقیقت میں ان کے برکات اور معجزات کا منبع حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے حدیث اول ما خلق اللہ نوری شاہد ہے۔

پیش آدم ہم تو بوسی پہنچ کس پیدانود تو عجب دیرتیمی و عجائب گوہری

حَتَّىٰ إِذَا طَلَعَتْ فِي الْكُونِ عَمَّ هُدَا  
هَآ الْعَالَمِينَ وَاحِيَتْ سَائِرَ الْأُمَمِ

چوں بدیہا جلوہ گر شد شمس فیض عالمو - زندہ شد جمیع خلایق از ضیائے نامو

حتیٰ انتہا و غایت کے لئے آیا۔ یہاں تک۔ اذا شرط۔ فی ظرفیت۔ کونین تشدید کون۔ دو نوجوان جن بشر۔ یا دنیا و آخرت۔ عم صیغہ ماضی۔ ہدا اھاڑ ہائی۔ یا ایصال الی المطلوب۔ ہا ضمیر شمس کی طرف ہے۔ عالمین جمع عالم۔ واو عاطفہ۔ عطف عم پر۔ احیت صیغہ ماضی۔ احیاء زندہ کرنا۔ سائر بمعنی تمام۔ کل الکلام جمع اُمت۔ گروہ۔

ترجمہ ۵۴۔ یہاں تک کہ جب یہ آفتاب کمال روشن ہوا۔ تو اسکی روشنی ہدایت تمام دنیا پر پھیل گئی۔ اور اُس نے گروہوں کو زندہ کیا۔

تشریح۔ یہ شعر بعض نسخوں میں پایا گیا ہے۔ اور شعر بالا کی تفسیر و تفصیل ہے۔

أَكْرَمَ بِخَلْقِ نَبِيِّ زَانِ خَلْقٍ  
بِالْحُسْنِ مُشْتَمِلٍ بِالشَّرِّ مُتَّسِمٍ

طینتش ابارک شد خلق او ارستہ - از بشارت خو بڑی روئے او ارستہ

اکرم بہ صیغہ تفعیل۔ اکرام عزت کرنا۔ خلق بالفتح مرثت۔ نبی مراد حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ لان فعل ماضی۔ زین آرہستہ کرنا۔ اکا ضمیر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے۔ خلق بالضم سیرت۔ خوش خوئی۔



حسن خوبی صوتِ مشتمل اسم فاعل۔ اشتغال اپنے اوپر کپڑا پینٹنا۔ احاطہ کرنا۔  
بشر بالکسرتازہ روئی۔ متمتع نشان والا بمعنی مشہور۔ اتسار اپنے آپ کو کسی چیز پر  
داغ یا نشان لگانا +

ترجمہ: اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سرشت پاک کیسی ہی اعلیٰ اور  
افضل ہے جس کو پیرانہ اخلاق نے اور بھی زیادہ خوبصورت بنا رکھا ہے۔ آپ  
چادرن میں لپٹے ہوئے اور تازہ روئی و خندہ پیشانی میں شہرۂ آفاق ہیں +  
تشریح: اشارہ ہے آیہ انک لعلی خلق عظیمہ کی طرف حضرت انورین  
عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق کی بابت  
سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم نے قرآن مجید نہیں پڑھا۔ کیونکہ حضور علیہ  
الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق! عین نمونہ قرآن مجید تھے۔ سبحان اللہ! ہم لوگ کیسے  
خوش نصیب اور سعادتمند ہیں جنہیں ایسا کامل ہادی ملا جس کی بدولت ہم  
خیر الائمہ کہلائے۔ اللہ صل علی سیدنا محمد والہ وسلم +

(۵۶) کَالْزَهْرِ فِي تَرْفٍ وَالْبَدْرِ فِي شَرْفٍ  
وَالْبَحْرِ فِي كَرَمٍ وَالْدَّهْرِ فِي هَمَمٍ

چوں زہر گو در طراوت ہیچو در یادِ کرم | در شرفِ چہ کالچوں نہ مانہ در ہمم  
کالزہر کا ف تشبیہ۔ زہر شگوفہ۔ ترف ناز و نعمت میں پرورش پانا۔ مراد تازگی  
و لطافت بد چودھویں ات کا چاند۔ شرف بزرگی۔ بحر دریا۔ کرم بخشش۔ دہر  
زمانہ۔ ہمم جمع ہمت کی +

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تازگی میں شگوفہ۔ بزرگی میں چودھویں ات  
کے چاند اور بخشش میں دریا۔ اور ہمت میں زمانہ ہے +  
تشریح: آپ کے اخلاق کی نسبت اس سے بڑھ کر حسان بن ثابت نے کہا  
ہے +

لہ راحة لوان معشار جودھا علی البوکان البراندی من البحر  
لہ ہمہ لمنتھ لکبارھا و ہمتہ الصنعا اجل من الدھر

(۵۷) كَانَهُ وَهُوَ فَرْدٌ فِي جَلَالَتِهِ  
فِي عَسْكَرِ حَيٍّ تَلْقَاهُ وَفِي حَشَمٍ

بیشک گل فرد ہست بہ و ہواں عز و سلا | اگر بو دہنا بہ بینی ہست یا شکر و  
کانت تشبیہ کے لئے ہے ضمیر + وہو۔ جلالتہ۔ تلقاہ کی حضور علیہ الصلوٰۃ و  
السلام کی طرف ارجع ہے۔ فرد یگانہ۔ جلالت بزرگی۔ عظمت۔ عسکر لشکر حین  
وقت۔ تلقا فعل مضارع مخاطب۔ لقاء دیکھنا۔ ملاقات کرنا۔ یا مقابل ہونا۔ جنگ  
کرنا۔ حشم خدمتگار۔ آخشا جمع۔ وہو فرد فی جلالتہ جملہ عالیہ ہے۔ فی عسکر  
متعلق کاٹن محذوف کے +

ترجمہ: آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی ہیبت عربی جلالت میں فرد یگانہ ہیں  
جب کبھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اکیلا دیکھے گا۔ تو تجھے ایسا معلوم ہوگا کہ آپ کے  
لے آپ کا ہاتھ مبارک (ایسا سخی ہے کہ اگر اس کی بخشش کا دسواں حصہ صحرا کو دیا جائے۔ تو وہ  
دریا سے زیادہ بخی ہو جائے۔ آپ کی ہمتیں اس درجہ کی بلند تر ہیں کہ بڑی ہمتوں کا کوئی  
انتہائی نہیں۔ اور آپ کی معمولی ہمت زمانہ سے بزرگ ہے + منہ مغلطہ +



ساتھ خدمت گاروں کا انہوہ کثیر اور سپاہیوں کا شکر عظیم ہے +

تشریح - باوجود اعلیٰ درجہ کی خوش اخلاقی کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب  
اس درجہ تک ہے کہ اگر ایکے بھی ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شکر عظیم اور خدام و حشم  
کا گروہ کثیر آپ کے ہم کاب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے سے اس قدر ہیبت  
اور رعب پیدا ہوتا تھا کہ کوئی اس کی بڑاشت نہیں کر سکتا تھا۔ ع

شکر نے ریک قبا و کشور نے یک بدن

اس میں اشارہ ہے حدیث نصرت بالزعب مسیوۃ شکر کی طرف یعنی میرے  
رعب سے مخالفین جو ایک مہینہ کے سفر سے دور ہوں لرزتے ہیں بعض آثار میں  
مردی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہیبت کی وجہ سے کوئی شخص غور  
کر کے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اب بھی روحہ منورہ کی عظمت و ہیبت ایسی ہی ہے

(۵۸) كَانَمَا اللُّوْءُ الْمَكْنُوْنُ فِيْ صَدَفٍ  
مِّنْ مَّعْدَنٍ مِّنْطِقٍ مِّنْهُ وَمُبْتَسِمٍ

آنچہ از دوکان دندان زباں یا بد نثر لفظ لفظ او ستال ہچو لوؤ در صد

کانما - کان تا شب کیلئے آتا ہے اور ما کاف - لوؤ موتی - مکنون پوشیدہ  
مراد اس موتی سے ہے کہ ہنوز سیپ میں ہو جس کی آہے تاب بدرجہ غایت ہوتی ہے  
صدف سیپ - معدنی تشبیہ معدن - کان منطق گویائی کی جگہ مراد زبان مہتسم  
ہنسی کی جگہ مراد دندان یا دہان مبارک +

ترجمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو معدنوں اول زبان درخشان سے

وقت حکم جو کلمات ارشاد ہوتے ہیں دوم دہان پاک سے بوقت تبسم جب ان مبارک  
دخشاں ہوتے ہیں تو وہ مثل ان موتیوں کے ہیں کہ ابھی سیپ میں پوشیدہ ہیں  
یعنی سیپ کا موتی بقایہ عام موتیوں کے زیادہ شفاف و درخشاں ہوتا ہے۔ اس لئے  
ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو المکنون فی صدف کہا +

تشریح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے جو کلمات طلیبات نکلتے  
تھے ان کو جواہر سے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دندان مبارک کو لوؤ نے رخشاں  
سے تشبیہی ہے +

یاد و معدن منطق سے مراد دوا لب مبارک ہیں اور مبسم کو ناظم نے تیسری  
کان فرض کیا خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی فصاحت بلاغت کے موتی - اور  
دندان مبارک کی آہے تاب و مکنون ہے +

(۵۹) لَا طِيبَ يَعْدِلُ تَرْبَا ضَمَّ اعْظَمَهُ  
طُوبَى لِمَنْ تَشَقَّ مِنْهُ وَمُلْتَمَسٌ

خاک پاک تبش فائق تر از رشک کلاب فردہ آنکس اگر بوید یا ہو سدان زرا

لا نفی غنس کے لئے ہے طیب بوئے خوش - يعدل عین و احد غائب مضارع  
عدل ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ برابر ہونا - ترب بالضم خاک - مراد قبر - ضم  
فعل ماضی ضم دو چیزوں کا ملنا مس کرنا - چھونا - اعظم جمع عظم ہڈی - مراد جسم مبارک  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم - طوبی بمعنی طیب حسنی - نیر عطیہ - نعمت - فرج -  
قرۃ العین بہشت میں ایک درخت ہے خوشخبری - عرب کہتے ہیں طوبی لاک مبارک ہو -



تیرے لئے۔ منتشی بیللم اختصاص منتشی سونگھنے والا۔ انتشاق سونگھنا۔  
ملتئم چومنے والا۔ التماہر بوسہ بنا۔ مبارک ہو اس خاک پاک کی خوشبو کے سونگھنے والے  
اور بوسہ دینے والے کو۔ اعظمہ کی ضمیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ارجع ہے۔  
اور منہ کی ضمیر تربت کی طرف ہے۔

توجہ ۸۸۔ کوئی خوشبو اس خاک پاک کی برابری نہیں کر سکتی۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ  
والسلام کے جسم مطہر کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔  
تفسیر ۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ اطہر کی خاک پاک ہر ایک قسم کی  
بوئے خوش سے بڑھ کر ہے۔ مبارک ہے اس زائر کے لئے جس نے روضہ اقدس کی  
خاک عطرناک کو سونگھا۔ اور بوسہ دیا۔

قائدہ۔ بعض لوگ جو انبیاء علیہم السلام اور دیگر مقربان بارگاہ الہی کی تعظیم کو  
شرک بدعت کہہ یاکرتے ہیں۔ اور خاک تربت شریف کے سونگھنے اور بوسہ دینے  
کو بدعت کہتے ہیں۔ اور زیادہ تشدد برتنے والے تو اس کو شرک کہتے ہیں۔  
روایت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کے حضرت ابوبنصر اسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کا بے تابانہ حالت میں تربت شریف پر منہ رکھ کر تربت سے لپٹ جانا ثابت ہے۔  
گو حدیث میں بوسہ کا لفظ نہیں۔ مگر ایک صحابی کا ایسا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کی غایت درجہ تعظیم اور صحابیؓ کی بے اختیارانہ محبت کو ثابت کرنا ہے۔  
ارشیم لفظ او عالم معطر شد سے آشنا باید کہ بچے آشنا بے بشنو  
حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرط محبت و اشتیاق کی حالت  
میں تربت شریف پر منہ رکھ کر اشعار ذیل کا پڑھنا مروی ہے۔

مَا أَذْأَعْلَىٰ مِنْ شَمِّ تَرْبَةِ أَحْمَدَ      أَلَا كَيْشَمَّ مَدَىٰ الرَّحْمَانِ غَوَالِيَا  
صُبَّتْ عَلَىٰ مَصْرَائِبِ كَوَاكِبُهَا      صُبَّتْ عَلَىٰ أَلْيَا وَحَرْنِ لَيَالِيَا

الغرض بحث و جدل کا میدان اس قدر وسیع ہے کہ خصم جوابات بات کو بدعت کہنے کا  
عادی ہے ہرگز ایسے افعال کے جواز کا قائل نہیں ہوگا۔ مگر حق یہ ہے کہ غایت محبت  
و فرط اشتیاق کی حالت میں ہرگز یہ افعال ممنوع نہیں۔ یہ سنگ ل قسلی لقلب کیا جائیں  
کہ محبت رسول علیہ علیہ و آہ و احبابہ و الصلوٰۃ والسلام کس چیز کا نام ہے۔ صرف ظاہر  
پر زور دینا۔ اور درد دل سے ناہت شمار ہنا محرومی کی دلیل ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے  
کہ ایسے افعال کو ہر وقت عادت بنا سجالا صحیح نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ عوام الناس جاہل  
خوام کو دیکھا محبت کی بے اختیارانہ حالت کے بے خبر رہ کر قبر پرستی شروع کر دیتے ہیں۔  
اور یہ امر شرعاً سخت ممنوع ہے ہم نے مختصر اس قدر لکھ دیا۔ تاکہ بعض صحابہ  
اس نکتہ کو خوب سمجھ لیں کہ عبادت غیر اللہ اور بے اختیارانہ محبت کی حالت میں جو  
مقتضی اتصال و قرب ہے۔ بین آسمان و فرق ہے۔ منکر کی بات کو ہرگز مست سمنو۔  
ایسا نہ ہو کہ تمہیں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لذت سے دور پھینک دے۔  
اللہم صل علی سیدنا محمد و علی آلہ و اصحابہ و احبابہ وسلم۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
الْفَصْلُ الرَّابِعُ فِي مَوْضِعِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اے یہ تکلیف اس شخص کو ہو سکتی ہے جس نے حضور احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاک پاک کو سونگھا ہو  
کہ وہ آئینہ عمر بھر دوسری خوشبوؤں کو نہ سونگھے۔ مجھ پر ایسی مصیبتیں ڈالی گئی ہیں کہ اگر وہ  
مصیبتیں دونوں پر ڈالی جائیں تو وہ مائیں ہو جائے۔ ۱۲ منہ دخل ہے۔



(۶۰)  
**اَبَانَ مَوْلِدُهُ عَنْ طَيْبٍ عُنْصَرٍ  
 يَاطِيبًا مُبْتَدَأً مِنْهُ وَخُتْمًا**

کر دہر مولد شمشاد و شرفضا | اے خوشا بٹوے خوشدہر ابتدا

اَبَانَ ظاہر کیا۔ اَبَانَ ظاہر کرنا۔ مولد وقت ولادت۔ مکان ولادت۔ اسم مکان یا اسم مکان۔ فاعل ہے اَبَانَ کا اور مفعول اس کا عجائب کشیدہ مخدوف ہے یعنی آپ کے زمانہ ولادت نے عجائب کو ظاہر کیا۔ عن طیب مبتدئ ہے اَبَانَ کے عن کئی معنی میں استعمال ہوتا ہے اول بدل جزى الله عثى زيدا۔ زید نے جو مجھ پر احسان کیا خدا تعالیٰ اس کو اس کا بدلہ دے۔ دوم عن کے بعد کا جملہ اس کے ماقبل کا سبب ہوتا ہے۔ فعلت هذا عن امرک۔ میں نے یہ کام آپ کے حکم سے کیا۔ آپ کا حکم میرے کام کرنے کا سبب ہے۔ سوم بعد کے معنی میں آتا ہے۔ کقولہ تعالیٰ لَوَلَوْ كُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ اِی طباق بعد طبق۔ اس جگہ معنی دوم یعنی سبب ہیں۔ عنصہ اصل مادہ۔ طیب عنصہ پاکیزگی فطرت۔ یا طیب میں یا حرف نداء اور مقصود بالنداء محذوف ہے۔ ایہا الناس انظروا۔ اے لوگو! بنظر تعجب آپ کی ابتدائی اور انتہائی پاکیزگی کو دیکھو۔ مبتدأ اسم زمان یعنی زمان ابتدا۔ مراد ولادت شریف۔ منہ جار مجرور متعلق کا شن مزدوک صفتیک مبتدأ کی۔ ختم اسم زمان یعنی زمانہ ختم۔ مراد وقت وفات علیہ الصلوٰۃ بعض شارحین نے مبتدأ اور ختم کو مصدر بھی لکھا ہے یعنی ابتدا و اختتام۔ مولدہ۔ عنصرہ۔ منہ کی ضمیریں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ارجع ہیں۔

توجہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ ولادت مبارک نے بسبب حضور کی پاکیزگی فطرت کے بہت عجائب امور کو ظاہر کیا۔ اللہ کے حضور کا حسن ابتدا (ولادت) اور حسن آخر (رحلت) بایہ معنی کہ بسبب ظہور امور غریبہ ولادت نے آپ کے جسم مبارک کی پاکیزگی و لطافت کو ظاہر کیا۔

تشریح۔ وقت ولادت عجیب عجیب امور فرق عادت ظہور میں آئے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شرف ذاتی پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً:-

اول۔ ایک ایسا نور چمکا جس سے زمین و آسمان روشن ہو گیا۔

دوم۔ ایک قسم کی بوئے خوش سے جہان معطر ہو گیا۔

سوم۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو غیب سے آواز آئی کہ تین روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملا کر سلام کریں گے۔ انہیں ظاہر کیا جائے۔

پچھارہ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ناف بریدہ پیدا ہوئے۔

پنجم۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور چراغ کی روشنی پر غالب گیا۔

ششم۔ پیدا ہوتے ہی سر بسجود ہو گئے۔

ہفتم۔ وقت ولادت انگشت شہادت کھڑی کر کے آسمان کی طرف منہ

کیا اور کہا لا الہ الا اللہ اِنِّیْ سُوْلُ اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

ہشتم۔ غسل ولادت کے وقت آواز آئی کہ وہ شکم مادر سے صاف پاک پیدا

ہوئے ہیں غسل کی ضرورت نہیں۔

نہم۔ پشت مبارک پر مہربوت تھی جس پر لا الہ الا اللہ محمد سُوْلُ اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھا ہوا تھا۔







ہو جائینگے۔ یہ کہ کر سطح رو پڑا اور کہنے لگا۔ کاش میری عمر ونا کرتی۔ تاکہ میں بھی صادق نبی علی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا۔ عبدالمسیح نے ملک ساسان کو ان واقعات کے جا کر اطلاع دی۔ اور ملک ساسان پر خوف عظیم طاری ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ پورا ہو کر رہا۔

وَبَاتِ اَيُّوَانُ كَسْرِي وَهُوَ مُنْصَدَعٌ  
كَشْمَلِ اصْحَابِ كَسْرِي غَيْرِ مِلْتَمِ

(۶۲)

قصر کسرے انزل اول و فوادہ رہنا | پہچو لشکر کسرے خشت از خشت جدا  
و اعاطفہ ہے۔ نفیس پر عطف ہے۔ بات دو معنی میں متعمل ہوتا ہے۔ اول ات کو کوئی کام کرنا۔ بات فی اللیل یعنی فعلہ فی اللیل اُس نے رات کو کام کیا۔ دوم یعنی صار۔ یہاں دو نومعنی ہو سکتے ہیں۔ اور اس میں ضمیر مخذوف ہے۔ صہل تھا۔ بات فیہ۔ ایوان محل۔ کسری لقب نوشیروان۔ مُنْصَدَعٌ ٹوٹنے والا انصداع ٹوٹ جانا۔ کشمل میں کاف تشبیہ۔ شمل پر لگندہ ہونا جمع ہونا۔ مراد معنی اول میں۔ اصحاب جمع صاحب جمع صاحب یعنی دوست۔ بار۔ مراد لشکر۔ غیر ملتئم جو مجتمع نہ ہو سکے۔ مراد متفرق و منتشر۔ التیام آپس میں ملنا۔

توجہ ۸۸ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے دن کسرے کا محل سیاپاش پاش ہو گیا۔ جیسے نوشیروان کا لشکر تتر بتر ہو گیا۔ اور وہ پھر آپس میں اکٹھا نہ ہو سکا یعنی جس طرح لشکر اہل فارس قابل اجتماع نہ رہا۔ اسی طرح محل کسرے قابل مرتب نہ رہا۔ تشریح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے دن نوشیروان کا محل بھٹ گیا۔ اور اُس کے چودہ کنگرے گر پڑے اور اُس کی سلطنت کو زوال شروع ہوا۔ اور بہت

جلد اسلام کا غلبہ ہو گیا۔

کسرے معرب خسرو کا ہے بادشاہ بن عجم کا لقب ہوتا تھا۔ جیسے قیصر بادشاہان روم کا۔ اور خاقان بادشاہان ترک کا۔ اور فرعون بادشاہان مصر کا۔ شیخ بادشاہان یمن کا نجاشی شاہان حبشہ کا۔

پہلے کسرے سے مراد ملک ساسان ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے دن ساسان کا محل بچھا تھا۔ اور دوسرے کسرے سے مراد آخر بادشاہ ساسانیان یزدجرد بن شہریار ہے۔ جب یہ بادشاہ ہوا۔ تو رستم بن فرخ زاد کو اپنے لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا۔ اور دو لاکھ سپاہ اور بہت ساز و آواز اور تھیارے کے عراق کی طرف مسلمانوں کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ یہ زمانہ خلافت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا۔ آپ نے سعد بن ابی وقاصؓ کو سپہ سالار لشکر اسلام مقرر کر کے رستم کی طرف روانہ کیا۔ آخر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ بلال بن علقمہؓ نے رستم کو قتل کیا۔ سعدؓ نے بلالؓ کو بچک من قتل قتل کیا۔ فَالْمَلِكُ رستم کا مال و متاع دے دیا۔ جس کی قیمت ستر ہزار درہم تھی۔ مگر تاج جسکی قیمت ایک لاکھ درہم تھی وہ اُس میں شامل نہیں تھا۔ رستم کے قتل ہونے پر ساسانی بھاگ گئے۔ اور ایسے منتشر اور تتر بتر ہوئے۔ کہ پھر اُن کو اس کروفر کے ساتھ جمع ہونا نصیب نہ ہوا۔ اور میدان فادسیہ میں مسلمانوں کے ہاتھ سے ایرانی حکومت چرائی گئی ہو گیا۔ چودہ کنگرے گرنے سے یہ مراد تھی۔ کہ اس کے بعد چودہ بادشاہ اہل فارس یکے بعد دیگرے ہونگے۔ تھوڑے عرصہ میں اُن کا خاتمہ ہو جائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک اند کو دوسرے اند کے ساتھ تشبیہ و کریان کرنا۔ دل پر زیادہ اثر رکھتا ہے۔ اس کے بعد نہ محل کی پھر مرمت ہوئی۔ نہ ساسانیوں کا لشکر پھر جمع ہوا۔



وَالنَّارُ خَامِدَةٌ أَلَا تَقَاسِمُ مِنْ أَسَفٍ  
عَلَيْهِ النَّارُ سَاهِي الْعَيْنِ مِنْ سَدَمٍ

(۹۳)

از تاسف آتش آتشکدہ نور شد از تحیر نہر ہم از چشمہ خود و ور شد

واو عاطفہ اس کا عطف شبہ سابق بات ایوان الخ پر ہے لیکن اس صورت میں یہ اعتراض ہوگا کہ بات ایوان کسے جملہ فعلیہ اور یہ اسمیہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہر ایک جملہ مفرد کی تاویل میں ہے۔ اور یہ واو صالیہ بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً لَقِيتَكَ وَالْجَيْشِ قَادِمٌ - نادر آگ۔ مراد آتشکدہ پارس۔ خامدہ بجھی ہوئی۔ بخود آگ کا سرد ہونا۔ النَّفَاسُ جَمْعُ نَفَسٍ سَالَسٌ جِسْمٌ سے جانور زندہ رہتا ہے۔ مراد یہاں آگ کے شعلے۔ اَسَفٌ اَقْسُ اِنْدُو گین ہونا۔ نادر مراد دریائے فرات۔ ساہی غافل۔ بھولنے والا۔ سھو بھولنا عین آنکھ چشمہ۔ ساہی العین وہ شخص جس کی نظر چوک جائے غافل۔ سدا ماندہ ویشیانی۔ علیہ کی ضمیر ایوان یا فارس کی طرف ہے۔ اگر علیہ کی ضمیر قصر کسرے یا فارس (یا ساوہ) کی طرف ہو بصوت تقدم شعر دسا ساوہ الخ شعر و التالیا یا بطریق ضمنا قبل التذکرہ تو معنی عات ہیں۔ کہ آگ کو قصر کسرے کے پھٹ جانے یا اہل فارس کے منتشر ہونے (یا ساوہ کی رخ گردانی) پر تاسف ہوا۔ تو اس کے شعلے بجھ گئے۔ یا غمیر علیہ کی خود نادر کی طرف ہے۔ یا یوم بیدار کی طرف اس صورت میں یہ معنی ہونگے۔ کہ آگ کو اپنے نفس پر افسوس ہوا۔ کہ وہ زمانہ توجید میں کفار کی معبود ہے اس لئے وہ بھگ گئی۔ یا وہ مشتاق تھی کہ شب لاوت میں خوشی سے تمام شہر کو اپنے نورانی وجود سے منور کرتی۔ اس عزت کا اس کو موقع نہیں ملا۔ اور اس کی دلی

آرزو پوری نہ ہوئی۔ اس لئے مارے حسرت کے سر ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔  
توجہ۔ آگ کے شعلے اس وجہ سے کہ وہ ساوہ ندی کے خشک ہونے پر  
اشک حسرت برساتے تھے۔ بجھ گئے۔ اور نہ فرات کی آنکھ سبب شرمندگی غلط بین ہو گئی۔  
(اپنی ادھی کو چھڑ کر) دوسری جگہ بننے لگی۔ یا بحالت سرسبلی اپنے منبع کو بھول گئی۔  
تشریح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت کے دن فارسیوں کے  
آتشکدہ سے جو ہزار ہا سال سے روشن تھے سرد ہو گئے۔ اور نہ فرات کی نظر چوک  
گئی۔ کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بننے لگی جس سے عمارت کسری کو نقصان  
عظیم پہنچا۔ نہایت عجیب طریق فصاحت سے واقعات کو بیان کیا گیا محل کسرے کا  
پھینکا اور آتشکدہ سے کاسرد ہو جانا۔ اور نہ اہل ساوہ کا ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل ہونا۔  
ایسے عظیم الشان واقعات ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت پر  
دلالت کرتے ہیں۔ اور آپ کی عظمت و جلالت کے شاہد ہیں۔

ساہی العین سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے۔ کہ نہ فرات اپنا منبع بھول گئی۔  
علیہ کی ضمیر کا مرجع بدلنے سے معنی بھی بدل جاتے ہیں یعنی اس ضمیر کا مرجع اگر یوم بیدار  
ہو۔ تو معنی یہ ہونگے۔ کہ اس دن آتشکدہ اور نہ فرات آنحضرت کے مشتاق دیدار تھے سبب  
حوران زیارت آتش کدہ تو سرد ہو گیا اور نہ فرات اپنے اپنا روخانہ بدل دیا۔ جو علامت تیر  
اور سرگردانی کی ہے پہلے کو ذکے قریب بہتی تھی پھر مشت اور عراق کے درمیان بہنے لگی۔

وَسَاءَ سَاوَةٌ أَنْ غَاضَتْ بِحَيْرِ قَصَا  
وَمَرَدٌ وَارِدُهَا بِالْغَيْظِ حِينُ ظَمَى

(۹۴)



خشکے آب بحیرہ ساوہ اغمناک کرد | آب کش چوین تشنه آمد خشکین با آہ سرد

و ادعا طغی عطف بات پر ہے۔ ساء فعل ماضی معلوم۔ لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔ ساوہ ساوہ ساوہ غمگین ہوا۔ یا اُس کو دریا کے پانی کے خشک ہونے نے غمناک کر دیا۔ ساوہ فاعل میں ایک قصبہ ہے۔ مراد اس سے اس قصبہ کے رہنے والے ہیں۔ ان مصدیر بغضت عینہ واعدہ ثنوت غائریہ فعل ماضی معلوم مشتق از غیض لفتح غین مجہم و سکون تنحناتی و عدا و حذر آخر بمعنی جذب شدن آب در زمین۔ غاضت غائب ہو گئی۔ بحیرہ ایک نہر کا نام ہے جو ساوہ میں تھی۔ رد فعل ماضی مجہول از مرد یعنی میرنے واپس کرنا۔ داد چشمہ پر آنے والا۔ و رد مصدر۔ غیظ غصہ میں آنا ظمعی و اصل ظمعی مہوز اللام تھا۔ ہمزہ بعد کسرہ واقع ہوا۔ یا سے بدل کیا گیا۔ پھر یہاں ضرورت قافیہ کے لئے یا کو ساکن کیا گیا۔ اور ظمعی عینہ ماضی ہے بالظہار بمعنی پیاس ہے۔

ترجمہ ۸۸۔ ساوہ کے رہنے والوں کو اس مرنے اندوہ ناک کیا۔ کہ اُن کے بحیرہ کا پانی جذب ہو گیا۔ اور اُس کے گھاس پر کتنے وراثت شدہ خشکین واپس کیا گیا۔ تشنہ میرے حضور علیہ السلام کی ولادت کے دن بحیرہ کا پانی خشک ہو گیا اور جو لوگ پیاس کی حالت میں وہاں پانی لانے یا پینے کے لئے جایا کرتے تھے وہ ناکام واپس ہوئے۔

بحیرہ وہ ندی ہے جو عراق عرب میں ہمدان اور قم کے درمیان جاری تھی جس کے ارد گرد کفار کے بہت مکابد تھے جن کی رونق اس ندی پر منحصر تھی خدا تعالیٰ نے اُس کو خشک کر دیا جس سے کفار کی وہ پرستش گاہیں بے رونق ہو گئیں۔

بعض روایات میں ہے کہ کفار اس نہر کی پرستش کرتے تھے اس لئے خدا نے پاک نے اُس کو خشک کر دیا۔ گویا اس قسم کے علامات توحید کے پھیلائے تھے جو حضور و سر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریب لادت پر ہر ملک و ریاست میں پھینچا یا گیا۔ اِنْ اَصْبَحَ مَاءٌ كَمْ غَوْرًا فَمَنْ يَأْتِيَهُمْ بَمَاءٍ فَعَيْنًا +

(۶۵) كَانَ بِالنَّارِ مَا بِالْمَاءِ مِنْ بَلَلٍ  
خُرْنَا وَبِالْمَاءِ مَا بِالنَّارِ مِنْ ضَرَمٍ

آب آتش فرو شد شعله آتش آب | از طوفان آب کش شد بعالم انقلاب

گان حرف تشبیہ۔ نار آگ۔ ما موصولہ۔ ماء پانی۔ بلل تری۔ حزن غم۔ ضمہ آگ کا بھڑکنا شعلہ۔ بالماء جار مجرور متعلق فعل محذوف کے۔ ای لذل یحصل بالماء۔ اور ایسے ہی بالنار متعلق ہے ما یحصل کے۔ پانی سے نزوات حاصل ہوتی ہے اور آگ سے حاصل سوزش۔ من ہر دو جگہ بیان یہ ہے۔

ترجمہ ۸۹۔ گویا غم کی وجہ سے آگ میں پانی کی خاصیت اگر جو چیز اس میں ڈالی جاتی ہے وہ بھیگ جاتی ہے ایسی طراوت اور پانی میں۔ آگ کی خاصیت اگر جو چیز اس میں ڈالی جاتی ہے وہ جل جاتی ہے یعنی سوزش پیدا ہو گئی۔

تشریح۔ آتش کدھے ایسے سرد پڑ گئے کہ گویا پانی سے بجھا دئے گئے۔ اور ندی ایسی خشک ہو گئی کہ گویا آگ سے خشک کر دی گئی۔ یعنی آب و آتش کے خواص طبعی بدل گئے۔

غم کے دو خاصہ ہیں یا تو آدمی رونے لگتا ہے۔ یا سینہ جلتا ہے آتش کے



درد غم سے رونے لگے اور نہر کا دل شعلہ غم سے بھر کر اٹھا۔ دُنیا میں ایسا انقلاب آیا کہ خاقیتیں بدل گئیں۔

وَالْحَجُّ تَقْتَفِ الْأَنْوَارَ سَاطِعَةً  
وَالْحَقُّ يَظْهَرُ مِنْ مَعْنَى وَمِنْ كَلِمٍ

جَنَابِ الْوَشَارَاتِ شَرِيبَاتِ وَشَرُّ نُو | رُسْنِ اُطْرِفَ اَلْفَاظِ وَمَعْنَى شَرْطُ

داو عاظمہ یا عالیہ۔ جن خدا تعالیٰ کی مخلوقات کا ایک گروہ ہے۔ بمقابلہ آدمی اور فرشتہ کے۔ یہ جو ہر ناری ہے مختلف شکلیں بدلتا رہتا ہے اور جن کے معنی پوشیدگی کے ہیں۔ اور جن کو اسی لئے جن کہتے ہیں۔ کہ وہ آدمیوں کی نظر سے پوشیدہ ہوتا ہے۔ جہاں جیم اور دونوں کے کوئی کلمہ مرکب نہ ہے۔ وہاں پوشیدگی کے معنی ہوتے ہیں۔ چنانچہ حَبِیْنِ وہ بچہ جو ماں کے شکم میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ جنت بہشت جس کو دنیا میں آدمی دیکھ نہیں سکتا۔ جَنَّةٌ دُھال جس سے جنگت جو سپاہی دشمن کے تیر و تلوار سے محفوظ رہتا ہے۔ تَقْتَفِ صیغہ واعدہ نوٹ غائبہ فعل مضارع معلوم مثبت ثنائی مجرور جمع از باب ضرب یضرب۔ تَقْتَفِ غائبہ آواز دینا مراد اس جگہ شہادت ہے۔ اَنْوَارَ جمع نور۔ روشنی۔ سَاطِعَةً چکنے والے۔ ساطعہ خیز ہے انوار کی۔ داو عالیہ ہے یا عالیہ۔ جیسا کہ وَالْحَجُّ تَقْتَفِ میں۔ سطوع کظور بمعنی ووزنا۔ نیز صبح کا۔ داو عاظمہ۔ حق رُسْنِ۔ یظہر صیغہ مضارع غائب۔ ظاہر ہوا ہے۔ نَظْهَرُ ظاہر ہونا۔ معنی سے مراد ادراک عقلی۔ اور کلمہ جمع کلمہ مراد سماعت لفظی۔ یا معنی سے مراد نور اور کلمہ سے مراد جنوں کی شہادت

توجہ ہے۔ جن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت پر شہادت دے رہے ہیں۔ اور حضور علیہ السلام کی نبوت کے انوار چمک رہے ہیں۔ اور صداقت معنی و لفظاً ظاہر ہو رہی ہے۔ تشریح جن کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت پر شہادت یناق کا لفظاً ظاہر ہونا ہے۔ اور جدید ستاروں کا آسمان پر طلوع کرنا معنوی شہادت ہے۔ یا یہ معنی ہیں صحف اولیٰ سے نبوت کا ثبوت لیتا ہے اس لئے یہ شہادت لفظی ہے۔ اور دلائل عقلیہ سے نبوت کا ثابت ہونا معنوی شہادت ہے۔ یا یہ کہ معنی اور کلمہ سے قرآن شریف کے معانی اور الفاظ مراد ہیں حضور علیہ السلام کی ولادت کے دن غیب کی آوازوں سے بشارت ولادت سنائی دی۔ جن کو سب دیموں نے سنا۔ اور اس وقت مشرق کے جن مغرب کو اور مغرب کے مشرق کو بشارت دینے کے لئے دوڑے۔ مواہب اور شفاء میں آیا ہے۔ کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جس دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تولد ہوا۔ اُس دن ایک ایسا نور چمکا۔ کہ شام کے تھلا صاف طور پر دکھائی دیتے تھے۔

عَمُوا وَصَمُوا فَأَعْلَانُ الْبَشَائِرِ لَكُمْ  
تَسْمَعُ وَبَارِقَةُ الْإِنْدَارِ لَكُمْ تَسْمَعُ

(۶۷)

کو رو کر گشتہ ازیں از سنکراں ہر کیشہ | از بشارت کے خبر و ز برق مخاطبے لبصر

عَمُوا صیغہ ماضی جمع غمبی اندھا ہونا۔ عَمُوا ندم ہو گئے۔ تَسْمَعُ صیغہ ماضی جمع ہو گئے۔ ہر دو فعل میں ضمیر اہل فارس یا اہل سادہ یا سنکرین کی طرف ارجح ہوتی ہے۔ قَا، تَفْرِیع۔ اعلان ظاہر کرنا۔ بشارت جمع بشیر بمعنی خبر اس صوت میں مضاف کو محذوف



ماننا پڑے گا یعنی اعلان اخبار البشاری الخیرین۔ یا جمع بشارت خوشخبری۔ لَمْ تَسْمَعُوا  
محمد مجبول امدائے نبوت سیم سنا۔ اس کی تفسیر اعلان کی طرف ارجح ہے۔ بارقہ بجلی یا آؤ  
کوئی چیز چمکنے والی جیسے تلوار۔ اندازہ درازنا۔ لَمْ تَسْمَعُوا محمد مجبول مشتق از شیم دور  
بادل کو بامید بارش دیکھنا۔ لَمْ تَسْمَعُوا ضمیر بارقہ کی طرف ارجح ہے +  
توجہ ۱۱ منکرین ایسے اندھے اور بہرے ہو گئے۔ کہ انہیں اعلان بشارت  
سنائی دینا تھا۔ اور غضب الہی کی بجلی یا اسلام کی تلوار انہیں نظر آتی تھی +  
تشریح ۱۱ بوجہ ضلالت منکرین کی قوت سمع و بصر ایسی زائل ہو گئی۔ کہ نہ بشارت  
کی آیتوں کو وہ سن سکے اور نہ ترہیب عذاب کی کیفیت کو سمجھ سکے۔ خَلَّتْ لَہُمْ اَعْلٰی  
قُلُوْبُہُمْ وَ عَلٰی سَمْعِہُمْ + اس شعر کا تعوید لکھ کر صندوق میں رکھنا مال کو غیروں کے دستبرد  
سے محفوظ رکھنا ہے +

(۶۸) مَنْ بَعْدَ مَا اخْبَرَ اَقْوَامَ کَاہِنُہُمْ  
بَاَنْ دِیْنُہُمْ الْمَعْوَجَ لَمْ یَقُمْ

منکرانِ ایمیش زیرِ آئینہ خبر کا ہنساں | راہِ باطل شان و در و دبے نشان

من بعد جارج و متعلق عمواد صقرا کے یعنی باوجودیکہ ان کے کاہن نے حضرت  
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کی اطلاع دی جان بوجہ کر اندھے اور بہرے ہو گئے۔ مَا  
مَعْدَیہ۔ اخبار عینہ ماضی احد غائب۔ اخبار خبر کرنا۔ اقوام جمع قوم گروہ۔ تقصیر  
مزد و نکارہ۔ کاہن منجم۔ فال گو۔ کاہن اور عراف میں یہ فرق ہے۔ کہ کاہن اخبار ضمیمہ  
سے خبر دیتا ہے۔ اور عراف اخبار آئندہ سے۔ اَنْ تاکید کے لئے ہے۔ دین مذہب

معوج عینہ معقول۔ ٹیڑھا۔ ناراست۔ باطل۔ احوال ٹیڑھا ہونا۔ لَمْ یَقُمْ لَمْ یَقُمْ  
ہمیشہ نہیں ہو سکتا بصینہ محمد معلوم۔ قیام مصدر۔ یہ شعر شعر سابق سے مربوط ہے +  
توجہ ۱۱ وہ جان بوجہ کر اندھے اور بہرے ہو گئے۔ باوجودیکہ اس سے پہلے  
ان کے قبائل کا منجم انہیں یہ خبر دے چکا تھا۔ کہ ان کا دین باطل تھا تم نہیں سکے گا +  
تشریح ۱۱ ہر ملک دیار میں حضرت علی اللہ علیہ آہ وسلم کی ولادت کے وقت  
عجاibat ظہور میں آئے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے +

مواہب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ کہ ایک  
یہودی مخم کہ میں آکر رہا ایک دن کہنے لگا۔ کہ اے قریش! کیا شب گذشتہ میں  
کوئی لڑکا آپ لوگوں کے کسی گھر پیدا ہوا ہے؟ جب دریافت کیا گیا۔ تو معلوم ہوا  
کہ عبد اللہ بن عبد المطلب کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ یہودی نے کہا۔ کہ آؤ چل کر  
دیکھیں۔ کہ اس کی پیٹھ پر ایک علامت ہوگی۔ قریش نے اس یہودی کے ساتھ جا کر  
دیکھا۔ تو آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک چمکتا ہوا نشان تھا۔ یہ دیکھ کر  
یہودی بے ہوش ہو کر گر پڑا اور کہا کہ آج بنوت بنی اسرائیل سے قریش میں منتقل  
ہو گئی! اس کا دین مشرق سے مغرب تک پھیلے گا! اس قسم کی اور بھی کئی آیات ہیں

(۶۹) وَلَبَدٍ مَا عَابُونَا فِی الْاَفَقِ مِنْ شَمْسٍ  
مُنْقِضَةٍ وَفَقِ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ صَلَمٍ

منکرانِ ید نہ در وقتِ ولادت کے | مثل تہا بر زیرِ آفتابِ آسمان

عابونہ جمع مذکر فعل ماضی معلوم ثبت از معاینۃ دیکھنا۔ اَفَقِ آسمان کا کنارہ۔



شہب جمع شہاب شعلہ آتش - منقضہ مصدر انقضاء ستارہ کا ٹوٹنا - نیچے گرنا۔  
 وفق سے پہلے حرف جار حذف ہے۔ اصل میں علی وفق تھا وفق مطابقت مثل  
 علی کو حذف کیا۔ اور وفق کو بوجہ حذف جار۔ جیسا کہ قاعدہ ہے منصوب پڑھا گیا۔  
 یا وفق مصدر منقضہ کی صفت ہے۔ ای انقضاء موافقاً لا نقضاء الصنم یعنی ستار  
 اس طرح گرے جس طرح بت گرے۔ صنم بت صنم اور شن میں یہ فرق ہے کہ شن وہ  
 بت جو مٹی پتھر یا سونے چاندی بنا گیا ہو اور صنم تصویر بعض کے نزدیک کچھ فرق  
 نہیں۔ یہ شعر بھی اشعار سابق سے مربوط ہے۔ بعد ما عاینوا عطف من بعد پر +  
 توجہ ۸۸۔ وہ لوگ ایسے اندھے اور بہر ہو گئے۔ کہ باوجودیکہ انہوں نے آسمان سے  
 ستاروں کو اس طرح گرتے دیکھا جس طرح کہ زمین پر بت اور بت اندھے گر رہے تھے۔  
 (مگر پھر بھی ایمان نہ لائے) +

تشریح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے بعد جنات کو حکم نہیں پہنچا کہ  
 وہ آسمانی راز معلوم کرنے کی کوشش کریں۔ جب وہ آسمان کے قریب جاتے ہیں تو  
 ان پر شعلہ ہائے آتشیں پھینکے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شب  
 ولادت میں بیشمار ستارے ٹوٹے تھے اور کئی بت خانوں کے بت خود بخود گر کر اوندھے ہو گئے +  
 حضرت عبدالطلب منقول ہے۔ کہ شب ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میں خانہ کعبہ میں  
 تھا میں نے دیکھا کہ بت ہبل جو سب بڑا تھا مع دو سورتوں کے اوندھا پڑا ہے +  
 اس قسم کے علامات محدث پر بھی کفار ایمان نہ لائے۔ اور دیدہ ہستہ اندھے  
 اور بہر ہو گئے۔ سچ ہے +

إِذَا كَانَ الطَّبَاعُ طَبَاعَ سَوَاءٍ فَلَا أَدَبٌ يُفِيدُ وَلَا أَدَبٌ

حَتَّى غَدَا عَنْ طَرِيقِ الْوَحْيِ مُنْهَزِمٌ  
 مِنَ الشَّيَاطِينِ يَقْفُو أَثَرُ مُنْهَزِمٍ

تا زین آتش شیاطین از رُوحِ خدا شد گریز عقب یکدیگر ز خوفِ شعلہ ہا

حتی اس انقضاء کی غایت کو جو شعر سابق میں ہے ظاہر کرتا ہے۔ غدا بمعنی اغراض  
 غدا جب عن کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ اس کے معنی اغراض پہلو تہی کرنے کے ہوتے ہیں  
 مثل ذہب و صار کے۔ اعراض عن طریق الوحی۔ وحی کے راستہ سے ہٹ گیا۔ یعنی  
 قبل ولادت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ آسمان کی طرف جا کر تاقھا۔ اب وہ رُک گیا۔  
 طریق راہ۔ وحی وہ امور جو خدا تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام پر بواسطت  
 جبریل یا بلا واسطت آتے ہیں۔ طریق الوحی سے مراد آسمانی دروازہ ہے۔ منہزم  
 بھاگنے والا عینہ اسم فاعل دو تو مصراع میں انہما شکست کھا کر بھاگنا من جا  
 شیاطین مجرور جمع شیطان کی۔ دیو۔ بھوت۔ یقفوا صیغہ مضارع بمعنی ماضی استمراری پیچھے  
 آتا تھا۔ اتو پیچھے۔ یہ شعر سابق کے ساتھ تعلق رکھتا ہے +

توجہ ۸۸۔ یہاں تک شیاطین پر شعلہ ہائے آتشیں پڑے۔ کہ آسمان کے دروازے  
 کو چھوڑ کر بتحاشا ایک دوسرے کے پیچھے بھاگے +  
 تشریح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جب جنات آسمان پر  
 اسرار سموات کے معلوم کرنے کے لئے جاتے لگتے۔ تو ان پر اس قدر ستارے  
 ٹوٹے کہ وہ حواس باختہ ہو کر یکے بعد دیگرے بھاگنے لگتے +



كَانَهُمْ هَرَبًا أَبْطَالُ أَبْرَهَةَ  
أَوْ عَسْكَرًا لِحُصَى مِنْ رَاحَتِهِ رُمِي

آں شیاطین نہریت مثل فوج ابرہہ یا چوآں لشکر کہ بے شرت سگر پڑوہ

کان تشبیہ کے لئے ہے۔ ہمارے دشمن شیاطین کی طرف سے ہے۔ ہرب ڈر کر بھاگنا۔ ابطل جمع بطل۔ بہادر۔ ابراہہ مین کے بادشاہوں کے اصحاب فیل کا سردار تھا۔ آویا۔ یہ دوسری تشبیہ ہے۔ عسکو مغرب لشکر۔ حصی سگر پڑوہ حصا جمع۔ راحت ہاتھ کی تھیلی۔ مراد ہاتھ۔ راحتین تشبیہ۔ مراد ہر دست مبارک علیہ السلام رمی حصیہ غامی مجہول۔ ضرورت قافیہ کے لئے یا بے تحریک ساکن کی گئی۔ کہنے لگوں وایضا نظمیں نظیر سابقا آتفا۔ رمی تیر پھینکنا۔ اس شعر کا تعلق بھی شعر مابین سے ہے تو جیسے شیاطین اس طرح بھاگے جیسے ابرہہ کے بہادر بیت اللہ فسیل ہو کر بھاگتے تھے۔ یا یوں سمجھو کہ شیاطین کفار کا لشکر تھا جو حضور علیہ السلام کو نو کف دست کے سگریزوں سے سنسار کیا گیا تھا۔ دی بالحصی عسکر کی صفت ہے۔ جنگ حنین میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سگریزے لشکر کفار پر پھینکے تھے جس سے کفار کچھ ہلاک ہوئے اور کچھ بھاگ گئے۔

تشریح ابرہہ حبشی مین کا بادشاہ قریش کا سخت دشمن تھا۔ اُس نے بیت اللہ کے مقابلہ پر شہر صنعاء میں ایک معبد بنایا۔ اور اُس کی دیواروں کو جواہرات اور زینبت اور طلسم سے آراستہ کیا۔ اور ہر ملک کے خوشنما بچوں کو فرس کو سجایا گیا۔ اور لوگوں کو

لے دو شنبہ کے روز اس شعر کا پڑھنا دشمن کے حملہ سے نجات دیتا ہے +

اس کی عبادت کے واسطے حکم دیا۔ ایک شخص بنی کنانہ سے جو اس مکان کا خادم تھا۔ ایکے وراثت میں نجاست ڈال کر روپوش ہو گیا۔ ابراہہ کو معلوم ہوا کہ خادم کئی تھا۔ براہ غناد اُس نے ایسا فعل کیا ہے۔ اسی آئینہ میں ایک قافلہ مکہ شریف کا اس معبد کے قریب اُترا۔ اُن کے چوٹے کی آگ ہو اکی تیزی سے اس مکان میں اُپڑی اور اس کا ایک حصہ اور کچھ سامان جل گیا۔ یا خود قافلہ نے اُس کو جلا دیا۔ ان اتفاقات کے ابرہہ غضب میں آیا۔ اور ہاتھیوں کا ایک لشکر عظیم ساتھ لے کر بیت اللہ پر چڑھ آیا۔ اس لشکر میں محمود نام ایک سفید ہاتھی مشہور تھا۔ اہل مکہ اس حملہ کی خبر پا کر کعبہ میں جمع ہوئے۔ اور بارگاہ خداوندی میں ملتی ہوئے۔

یارب لا ارجو لہم سواک یا رب فامنع منہم حماک  
ان عدو البیت من عاداک امنعم ان یخربوا فناک

اور اکثر اہل مکہ اسے خوف کے پہاڑ میں پناہ گزیں ہوئے جب محمود فیل مکہ میں داخل ہوا۔ تو فیل بن حبیب خثعمی نے اس ہاتھی کی سونڈ پکڑ کر کہا۔ یہ خدا کا گھر ہے۔ خدا سے ڈر۔ اور جدھر سے آیا ہے واپس چلا جا۔ اس کے کہنے پر ہاتھی زمین پر گر پڑا۔ ہر چند اس کو مارتے تھے۔ وہ کعبہ کی طرف ایک دم بھی نہ اٹھاتا تھا۔ مگر خبیین کی طرف اُس کا رخ کرتے۔ تو وہ بے تحاشا بھاگنے لگتا۔ اس لشکر کے مقابلہ کے واسطے خدا تعالیٰ نے دریا کی جانب سے ابابیل پرندے مسلط کئے۔ ہر ایک پرندہ کی چونچ اور پنجے میں دانہ نخود کے برابر سنگ تھے۔ وہ سنگینے بارش کی طرح ابرہہ پر

لے خداوند! تیرے سوا مجھے دشمنوں کے مقابلہ پر کسی سے امید نہیں۔ خداوند! دشمنوں سے اپنی چوگاہ (بیت اللہ شریف) کو محفوظ رکھ۔ جو بیت اللہ سے دشمنی رکھتا ہے۔ وہ تیرا بھی دشمن ہے انہیں روک کہ وہ تیرے حرم کو خراب نہ کریں +



برسنے لگے اور ایسے تیز تھے کہ لشکر ان سے تباہ ہو گیا۔ پھر ایک ایسی روائی جو تمام مردوں کو دریا میں بہا لے گئی۔ جو لوگ نہج گئے۔ وہ سرایسمہ ہو کر بھاگے اور بارہ کو ایسی بیماری لاحق ہوئی کہ اس کا ایک ایک عضو بند پڑ کر گیا۔ جب وہ ضعیف ہونچا تو مضغہ گوشت یا چوزہ مرغ کی طرح بے بال و پر تھا اور اسی حال میں مر گیا۔ (ابن اثیر) دوسرے مصرعہ میں ان معجزات کی طرف اشارہ ہے۔ جو جنگ حنین میں ظاہر ہوئے ان لڑائیوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفار کی جمعیت اور تیزی حملہ کو دیکھ کر شہادت الوجوہ (ذلیل ہو جائیں چہرے) فرمایا اور سنگریزوں کی ایک شت کفار کی طرف پھینکی۔ اکثر اوندھے ہو کر بھاگے۔ اس معجزے کی نسبت کلام اللہ شریف میں آیا ہے۔ وَمَا مِيتٌ اِذْ مِيتٌ وَلٰكِنْ اللّٰهُ رَاحِلٌ

اگر جنگل میں خطرہ لاحق ہو تو اس شعر کو ۷ دفعہ پڑھے۔ اور اپنے گرد زمین پر لکیر کھینچے۔ درندہ حملہ نہیں کر سکتا۔

نَبَذَ اَبٌۢ بَعْدَ تَسْبِيحٍ بِبَطْنِهَا  
نَبَذَ الْمُسَبِّحُ مِنْ اَحْشَاءِ مُلْتَقِمِ

ریزہ تسبیح گویاں افگند از دہر دست کا پختاں افگند ما ہی جسم یونس را بدست

نَبَذَ ای فعل محذوف کی مصدر منصوب ہے یعنی نبذ نبذاً۔ یا دُرمی کے متعلق ہے۔ نبذ کے معنی ہاتھ سے پھینکانا۔ یہ میں بازید کا کی ضمیر راجع ہے حصے کی طرف۔ ای نبذ اب الحطی۔ بعد پیچھے تسبیح سبحان اللہ کہنا۔ بطن اندرون کھان کی ضمیر راجحین کی طرف ہے۔ مسبح اسم فاعل زباں تفعیل تسبیح کہنے والا۔

مراد حضرت یونس علیہ السلام ہیں۔ مچھلی کے شکم میں لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین پڑھتے تھے۔ اور اس عاکی برکت سے ان کو مچھلی کے پیٹ سے نجات حاصل ہوئی۔ احشَاء بالفتح جمع حشا۔ انتڑیاں وغیرہ مراد شکم۔ ملتقم صیغہ فاعل نکلنے والا۔ مراد وہ مچھلی جس نے یونس علیہ السلام کو نگلا تھا۔ المتقام لقمہ کرنا۔

ترجمہ حضور علیہ السلام نے ان سنگریزوں کو دریا خال کہ وہ آپ کے کف دست میں تسبیح کہہ رہے تھے اس طرح پھینکا۔ جس طرح خدا تعالیٰ نے یونس علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو مچھلی کے پیٹ سے باہر پھینکا تھا۔ نبذ المسبح اضافت تبتذ کی سجع کی طرف اضافت مصدر کی طرف مفعول کے ہے۔ اور فاعل اس کا اللہ (جل شانہ) محذوف ہے۔ ای نبذ اللہ المسبح اس میں خدا تعالیٰ کے ایک حکم کی دوسرے حکم سے تشبیہ دی گئی ہے حضور علیہ السلام نے سنگریزوں کو دریا خال کہ وہ سنگریزے جو آپ کی دونوں ہتھیلیوں میں تسبیح پڑھ رہے تھے اس طرح پھینکا جس طرح خدا تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے باہر پھینکا۔

تشریح حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ یہ ہے کہ وہ شہر بنو امیہ جو شہر موصل کے متصل تھا۔ اور ہر دو میں دریائے دجلہ بہتا تھا بنو ث مچھے۔ یہ لوگ بت پرست تھے۔ یونس علیہ السلام پر ایمان لائے پھر ان کو عذاب الہی کی اطلاع دی گئی۔ مگر راہ ہدایت پر نہ آئے آخر جب یونس علیہ السلام مع اپنی بیوی اور دونوں بچوں کے اس قوم سے جدا ہوئے اور قوم پر آثار عذاب بادِ سموم ظاہر ہوئے توبہ تائب ہوئے۔ اور عذاب ان سے اٹھایا گیا۔ پھر انہوں نے یونس علیہ السلام کی تلاش کی ان کا پتہ نہ ملا۔ عرصہ کے بعد حضرت یونس علیہ السلام نے چاہا کہ اپنی قوم کا حال دیکھیں۔ اسلئے میں اہلیں بصوت پیر مرد نہیں ملا۔



اپنے اُس سے اپنی قوم کا حال دریافت کیا۔ اُس نے کہا کہ کوئی عذاب نازل نہیں ہوا اور یونس علیہ السلام کی پیشین گوئی غلط نکلی۔ یہ افسوس کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے ارادہ کو ترک کر دیا۔ رہتہ میں حضرت کے ایک لڑکے کو بھیڑ بامے گیا۔ اور دوسرا ڈوب گیا۔ بیوی کہیں استہ بھول گئی آپ سخت غمگین ہوئے سمندر کے کنارہ پر پہنچ کر ایک کشتی پر سوار ہوئے طوفان آیا کشتی ڈوبنے لگی۔ ملاحوں نے کہا کوئی غلام اپنے مالک سے فرار ہو کر آیا ہے جب تک وہ کشتی سے نہ اترے گا کشتی نہیں چلے گی۔ اسی اثنا میں ایک مچھلی آئی جو اتنی بڑی تھی کہ تمام کشتی نگل سکتی تھی۔ یونس علیہ السلام کہا کہ سب کچھ میری شامت اعمال سے ہے۔ مجھے سمندر میں پھینک دو۔ ملاحوں نے کہا کہ بغیر قعدہ اندازی کے فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ تین دفعہ قعدہ اندازی ہوئی اور قعدہ یونس علیہ السلام کے نام پر نکلا۔ ناچار وہ دریا میں ڈال دئے گئے۔ اور مچھلی اُن کو نگل گئی۔ چالیس دن مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ اور تسبیح پڑھتے رہے۔ اُس کی برکت سے مچھلی نے انہیں اُگل دیا۔ ابھی کچھ سانس باقی تھی۔ کہ وہ کیلے اُن کے سایہ کیلئے قدرۃ اگ بڑی اور بکری اُن کے دودھ کیلئے خدا تعالیٰ نے بھیج دی۔ وہ طاقت ور ہوئے تو پھر اپنی قوم کا ارادہ کیا۔ دونوں بیٹے بھی مل گئے۔ جو بیٹا غرق ہوا تھا۔ اُس کو ماہی گیر نے پکڑا۔ اور جس بیٹے کو بھیڑ بامے گیا تھا۔ وہ ایک شخص کی بکریاں چراتا ہوا مل گیا۔ بیوی جو گم ہوئی تھی۔ جو جاس کی عصمت اور عفت کے ایک شخص اُس کو لے کر یونس کی تلاش کر رہا تھا۔ وہ بھی آپ کو مل گئی۔ قوم ان کو دیکھ کر خوش ہو گئی اور عرض کیا اپنی قوم میں امر دینی فرماتے رہے۔

روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے وحی پا کر ایک مٹھی

سنگریزوں کی اٹھائی۔ جو آپ کے ہاتھ میں تسبیح کہتے تھے۔ بعد ازاں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے یکے بعد دیگرے اپنے ہاتھ میں اُن سنگریزوں کو لیا۔ وہ برابر تسبیح کہتے تھے۔ اور اُن کی تسبیح صاف طور پر سنائی دیتی تھی۔ یہ شمر پانچ سنگریزوں پر پڑھ کر دشمن کی طرف پھینکنا بشرطیکہ وہ میدان اُس کے ناجائز حملہ کو روکتا ہے۔

## الْحَجَّاءُ فِي مَعْجَزَاتِ اللَّهِ وَالْوَسْلَمُ

(۷۳) جَاءَتْ لِدَعْوَتِهِ الْأَشْجَارُ سَاجِدَةً  
تَمْشِي إِلَيْهِ عَلَى سَاقٍ لَا قَدَمَ

آمدہ اشجار بہر خدش سجدہ گناں  
نہ پیا۔ بل زاد بلساق و سرمد نواں  
چونکہ پہلے اشجار میں چند ولادت کے متعلق خوارق عادات کا ذکر تھا اب چند معجزات کو بیان کرتا ہے۔

جاءت فعل ماضی۔ اشجار اُس کا فاعل۔ جعجعی آنا۔ دعوتہ بلانا۔ لا کی ضمیر حضور علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ اشجار جمع شجر۔ درخت۔ مراد درخت نخل۔ ساجدة حال ہے۔ سجدہ کرتے ہوئے۔ تمشی مضارع مشی چلنا۔ تمشی کی ضمیر راجع ہے اشجار کی طرف۔ ساق پنڈلی۔ درخت کا تنہ۔ قد مر کف یا اس میں نکتہ یہ ہے کہ قدم کے ذریعہ آدمی چلتا ہے۔ مگر درخت کا قدم نہیں ہوتا۔ وہ پنڈلی کے سہارے چلتا ہوا عاثر ہوا۔ یہ بھی ایک علیحدہ



بجھ رہے ہیں۔  
توجہ ۸۸۔ آپ کے بلانے پر درخت سجدہ کرتے ہوئے اور بغیر پاؤں کے تنے کے سہا چلتے ہوئے حاضر ہوئے۔

تشریح۔ اس میں ایک مشہور مجرہ کی طرف اشارہ ہے۔ ایک جن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ساتھ لے کر قضائے حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئے۔ یہاں کوئی آڑ نہیں تھی۔ دو درخت دُور سے نظر آئے۔ اُن کو حضرت نے بلایا۔ وہ شاخوں کو جھکاتے ہوئے حاضر ہوئے۔ اُن کی آڑ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قضائے حاجت فرمائی پھر اُن درختوں کو حکم دیا کہ وہ واپس اپنی جگہ پر چلے جائیں۔ اور ایسا واقعہ کئی دفعہ ہوا۔  
بریرہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی حضرت کی خدمت میں آیا۔ اور مجرہ کا طلب گار ہوا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ۔ اس درخت کو جا کر کہو کہ تمہیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاتے ہیں۔ اعرابی گیا اور پیغام دیا۔ درخت فی الفور زمین چیرتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اعرابی نے کہا کہ آپ اس کو حکم دیں کہ پھر اپنی جگہ پر واپس چلا جائے چنانچہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے پھر اپنی جگہ پر واپس چلا گیا۔

عصام کہتا ہے کہ اخبار سے ایک خبر کا انما ثبت ہوا ہے پس اس صُوت میں شجاعت صبیغہ جمع لانکار واقعہ کیلئے ہے چونکہ کئی دفعہ ایسا واقعہ ہوا۔ اس لئے شجر کا لفظ استعمال کیا گیا۔

كَانَ مَا سَطَرَتْ سَطْرًا لَهَا كَتَبَتْ  
فَرَوْعًا مَرِيدًا يُعْرِخُ الْخَطِي فِي اللَّقَمِ

(۷۴)

از درختان آنچہ شد پیدایشال از راه و | اگر بیا زبوشت شلخ شان خط خوش سطر

کَانَ تَشْبِیْہ کے لئے۔ مَا کا ذہ ہے۔ کاذ کے معنے روکنے والا اس کے آنے سے کَانَ کا عمل کہ ہم کو نصیب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ رُک جاتا ہے۔ سَطْر لکھنا۔ اُور مُرَاد اس جگہ اُس ہیئت کے جس میں حروف لکھے جاتے ہیں۔ سَطْرُوت سَطْرًا۔ سطر کا فاعل اشجار۔ سطر مفعول مطلق۔ لَمَّا لام علت ہے۔ ما موصول۔ کَتَبَ فعل ماضی فروع فاعل جمع فرع۔ شلخ۔ ہا کی ضمیر اشجار کی طرف ہے۔ صَیْح بیان ماجار۔ بدیع خوبصورت خط۔ لکیر۔ یہاں خط سے مراد حروف کا لکھنا۔ بدیع الخط خوش خط مجرور۔ مراد اطاعت حضور علیہ السلام جس طرح خط کے حروف کے معانی مفہوم ہوتے ہیں اسی طرح ان لکیروں سے اطاعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اظہار ہوا تھا۔  
لَقَم و سطر راہ۔

توجہ ۸۸۔ اس جہ سے کہ ان درختوں کی شاخوں نے جن کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب کیا۔ اپنے استہ میں خوش نما لکیریں پیدا کر دی تھیں۔ ایسا سمجھنا چاہئے کہ درخت (اطاعت و انقیاد کی اسیدھی سطر بن لکھتے ہیں۔

تشریح۔ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلانے پر سیدھے شاخوں کو جھکاتے ہوئے آئے اور جو نشان اُن کی شاخوں سے زمین پر پیدا ہوئے سیدھا ہونے میں ہ سطر بن گئے مشابہ تھے جن سے انقیاد اور فرمانبرداری کا ثبوت ملتا تھا۔ کہ وہ سبیل مستقیم خدمت میں حاضر ہوئے۔

ابو جہل نے ایک دفعہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مجرہ طلب کیا۔ اور کہا کہ اس پتھر سے جو سامنے ہے درخت نکل آئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے درخت پتھر کو چیر کر



نکل آیا۔ اور اس نے سجدہ کیا۔ اور پھر حضرت کے فرمانے سے واپس چلا گیا۔ اور اُس کی شاخوں سے زمین پر نشان پیدا ہو گئے ۛ

(۷۵) **مِثْلُ الْغَمَامَةِ اَنْی سَارَ سَائِرَةٌ  
تَقِيهِ حَرَّ وَطَیْسٍ لِّحَبِيْبٍ حَبِيٍّ**

مثال بریکہ ہر ذات تشریف دار جسم پاکش امانادہ زگر میائے چات

مثال مانند یعنی درختوں کا آنا بادل کی طرح تھا۔ اگر لفظ مثل کو منصوب پڑھا جائے تو مصدر محذوف کی صفت ہوگی۔ جیسا مثل الغمامۃ۔ اگر مرفوع پڑھا جائے۔ تو یہ خبر ہوگی۔ اور مبتدا اُھی محذوف ہے یعنی وہ درخت مثل بادل کے ہے غمامہ بادل۔ بفتح انین بعض نے بکسر غین بروزن عمار لکھا ہے۔ اُنّی بمعنی اُنّ جس جگہ۔ ساد فعل ماضی۔ سیدر چلنا۔ سائوۃ صیغہ فاعل۔ سائوۃ یا تو مرفوع ہے۔ مبتدا محذوف ہے۔ ہی یا منصوب غمامہ کا حال ہے۔ تقیہ تقی صیغہ داعدہ مؤنث غائبہ فعل مضارع معلوم مثبت۔ غمیر داعدہ غائب مذکر راجع بحضرت علیہ السلام۔ وقایۃ نگاہ رکھنا۔ حر گرمی۔ و طیس تنور گرم۔ مراد آفتاب۔ حر و طیس مراد سخت دھوپ ہے۔ حر منصوب ہے۔ ص من محذوف کی وجہ۔ اور مضاف بطرف طیس کے۔ جیسا دو پہر سجی فعل ماضی فاعل اس کا و طیس ہے۔ یا کو ضرورت شمری کے لئے ساکن کیا گیا۔ مثل رُجی وظلی واقع اشعار سابقہ کے جیسی دن اور تنور کا سخت گرم ہونا ۛ

ترجمہ ۛ۔ درخت اس بادل کی طرح جو حضور علیہ السلام کو جہانہ تشریف رکھتے یا بجاتے۔ مبارک پر سایہ رکھتا رہتا۔ اور آپ کو پہر کی عیسیٰ دھوپ محفوظ رکھتا ۛ

تشریح مشہور معجزہ کی طرف اشارہ ہے کہ گرمی میں ایک بادل کا ٹکڑا حضور علیہ السلام کے فرق مبارک پر رہتا تھا۔ جہاں تشریف کے جاتے یہ بادل کا ٹکڑا آپ کے ساتھ چلتا جس طرح بادل تیزی و صفائی سے حضور علیہ السلام کے ساتھ چلتا تھا۔ اسی طرح درخت نہایت تیزی سے قدرت اقدس میں غمر ہوئے۔ دونوں معجزوں کو باہم تشبیہ کرنے سے ایک عجیب کیفیت پیدا ہوگئی جو علم بیان کے قف پر خفی نہیں بارش کے واسطے اس شعر کو عام لوگ پڑھیں تو خدا تعالیٰ بارش نازل فرماتا ہے ۛ

(۷۶) **اَقْسَمْتُ بِالْقَمَرِ الْمُنْشِقِّ اِنْ لَّهِ  
مِنْ قَلْبِهِ نَسْبَةٌ مَّيْبُورَةٌ الْقَسَمِ**

میں سو گندم کا شق شدہ شیش | نسبتہ اور قلب پاکش نخر جہاں

اَقْسَمْتُ بمعنی اقسمت۔ اقسام قسم کھانا۔ قمر چاند منشق اسم مفعول بمعنی دو پارہ۔ انشقاق پھٹنا۔ اِنْ تاکید کے لئے۔ لَہ لام تخصیص کے لئے۔ کی ضمیر قمر کی طرف راجع ہے۔ مِنْ بمعنی با۔ قلب دل۔ کی ضمیر حضور علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ نَسْبَةٌ منصوب اسم ان نسبت تعلق۔ رشتہ۔ مَبُورَةٌ القسم۔ مبدوءہ پختی۔ قسم سو گند ۛ

ترجمہ ۛ۔ میں قمر کی جو حضور علیہ السلام کے اشارہ انگشت سے دو پارہ ہو گیا تھا۔ قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ اس قمر کو جہاں کے قلب منور سے ایک ایسی ہیج نسبت ہے جس پر میرا قسم کھانا بالکل سچا ہے۔ قسم کا مضمون ان نہ من قلبہ نسبة ہے ۛ

تشریح۔ روایت ہے کہ ابو جہل وغیرہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ



میں عاجز ہوئے اور یوں ماقیوہ اسلام کا آفتاب بلند ہونے لگا۔ تو ابو جہل نے حبیب بن کاس  
امیر شام کی طرف سر اٹھایا کہ ہم میں ایک شخص جادوگر انور و بانہ تھے منہ پیدا ہوا  
جو ہمارے دین کی سخت مخالفت ہے۔ لوگ اس کے پیرو ہوتے چلے جاتے ہیں اور ہمارے  
دین کو ضعف پہنچ رہا ہے آپ کو بہت جلد پہنچ کر ان کا اسدا کرنا چاہئے اس خط پر  
حبیب بن کاس تلخ میں بارہ سواروں کے ساتھ پہنچا۔ ابو جہل و دیگر رؤسائے مکہ نے اس کا  
استقبال کیا اور نذریں پیش کیں جب حبیب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال ابو جہل  
سے دریافت کئے تو اس نے کہا کہ بنی ہاشم مجھ سے زیادہ جانتے ہیں آپ کے حالات پہلے  
ان سے دریافت کریں۔ بنو ہاشم نے کہا کہ لو کہیں میں آپ مستر است گو تھے۔ جب  
چالیس برس کے ہوئے تو ہمارے دین کی مذمت کرنے لگے اور ایک نیا مذہب متراع کیا  
حبیب بن کاس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پیران  
سرخ اور عمامہ سیاہ زیب تن فرما کر تشریف لائے۔ خیر بجز رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیچھے  
ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و امیر جانبے حبیب بن کاس و تمام حاضرین مجلس تعظیم علیہ  
کھڑے ہو گئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت اعزاز سے سہایا گیا۔ حضور  
علیہ السلام کے چہرہ مبارک سے جلال نبوت کی وجہ سے نور الہی نظر آتا تھا آپ کی  
ہیبت امرائے کفر پر ایسی طاری ہوئی کہ بہت دیر تک سب چپ چاپ بیٹھے رہے حبیب نے  
بہت تامل کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ جانتے ہیں کہ جس قدر  
انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں ان کے لئے معجزات تھے جس سے ان کی تصدیق ہوتی  
تھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کا اس سے کیا مطلب ہے حبیب نے کہا کہ میں  
چاہتا ہوں کہ اس وقت سورج ڈوب جائے اور چاند زمین پر آکر دو ٹکڑے ہو جائے۔

اور آسمان پر جا کر اپنی اصلی ہیئت اختیار کر لے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
کہ میں باذن اللہ اس بات کو دوں تو آپ ایمان لائینگے۔ اس نے کہا کہ بیشک بشر طے کر  
آپ مجھ کو میرے مافی الضمیر سے اطلاع دیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو قیس پہاڑ پر  
گئے اور دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کی جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور خبر دی کہ  
خدا تعالیٰ نے سورج اور چاند کو آپ کو مسخر کر دیا ہے۔ اور حبیب بن کاس کی ایک لڑکی  
ہے جو پیٹ کے بل پڑی ہے۔ نہ اس کی آنکھیں ہیں۔ نہ اس کے ہاتھ نہ پاؤں  
اس کی خواہش ہے کہ وہ تندرست ہو جائے۔ آپ اسے کہہ دیں کہ خدائے قدیر نے  
اسے تندرست کر دیا اور اس کے تمام اعضا درست ہو گئے ہیں +  
تب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سورج کی طرف اشارہ کیا۔ وہ چشم زدن میں غائب ہو گیا  
پھر چاند کی طرف دیکھا۔ وہ زمین کے قریب آکر دو ٹکڑے ہو گیا۔ پھر دونوں پہلی حالت پر  
آگئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ سے اتر آئے۔ اور حبیب کو کہا کہ تمہاری ایک  
لڑکی اندھی اور بے سنت پاپا ہے تمہارے دل میں یہ خواہش ہے کہ وہ تندرست ہو جائے  
خدا تعالیٰ نے اس کو اپنے فضل سے تندرست کر دیا ہے حبیب بن کاس نے کہا کہ اے  
اہل مکہ اب گنجائش انکار باقی نہیں ہے میں تصدیق کرتا ہوں کہ آپ نبی صادق ہیں پھر  
حبیب اپنے شہر میں پس آیا اور اپنی لڑکی کو صحیح و سالم پایا۔ لڑکی نے دیکھے ہی لا الہ الا اللہ  
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اڑھا۔ حبیب نے پوچھا کہ یہ کلمات کہاں سے سیکھے اس نے  
کہا کہ خواب میں ایک شخص نے مجھے خبر دی کہ تیرا باپ مسلمان ہو گیا ہے اگر تو مسلمان ہو جائے۔ تو  
خداوند تعالیٰ تیرے اعضا کو درست کر دیا یغیاب مسلمان ہوئی اور ان کلمات کی مجھ کو تعلیم دی گئی  
اور نسبت یہ ہے کہ جس طرح چاند روشن ہے اور آفتاب سے نور صاف کرتا ہے اسی طرح



حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل نور معرفت سے منور ہے اور ذات الہی سے نور کا استفادہ کرتا ہے جس طرح چاند کو شگاف ہوا۔ اسی طرح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو شگاف کیا گیا جس طرح چاند بلند ہے۔ اسی طرح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کا مقام بلند ہے جس طرح چاند کھینٹوں کو سبز کرتا ہے۔ اسی طرح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قلبی توجہ لوگوں کے سوختہ دلوں کو سبز کر دیتی ہے۔

حضرت سلم بن اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن لوگوں کے ساتھ کھیل رہے تھے جناب جبریل علیہ السلام آئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نسا کر آپکے سینہ چاک کیا۔ اور دل کو نکال کر اس میں سے سیاہ ٹکڑا خون کا باہر پھینک دیا۔ اور کہا کہ شیطان کا حصہ ہے۔ پھر سونے کے طشت میں دل کو دھو کر اسی جگہ پر رکھ دیا۔

وایہ علینہ ام رضاعیہ روایت کرتی ہیں۔ کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رضاعی بھائی وغیرہ کے ساتھ کھیل نکل گئے۔ کچھ دن چڑھے آپکے رضاعی بھائی دھڑا اور ہانتا ہوا اور پسینہ میں ڈوبا ہوا آیا۔ گھبرا کر بولا۔ کہ اماں اماں! جلدی آؤ جلدی آؤ میرے قریشی بھائی کو کسی نے مار ڈالا ہے۔ علینہ کہتی ہیں۔ کہ یہ سن کر میں اور میرا شوہر دوڑے۔ تو جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک پہاڑی کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے متجربانہ آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ اور آنکھیں پھرائی ہوئی ہیں میں نے جا کر سر اور آنکھیں چھیں۔ اور کہا میں تجھے پر قربان جاؤں۔ تو کیوں حیران رہے؟ آپ نے فرمایا۔ اماں خیریت ہے واقف یہ ہے۔ کہ میں اپنے بھائیوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ تین آدمی آئے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں کوزہ اور دوسرے کے ہاتھ میں

طشت سبز زرد کا تھا۔ جس میں برف تھی۔ وہ مجھ کو پہاڑ پر لے گئے۔ ان میں سے ایک نے ہاتھ سے مجھ کو نسا کر میرے سینہ کو چاک کیا۔ اور میری آنکھوں وغیرہ کو نکال کر اچھی طرح برف سے دھویا اور پھر ان کو اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ پھر دوسرا آیا۔ اور کہا کہ بیچہ بہت جاؤ میں خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ اُس نے میرے پیٹ کے ہاتھ ڈال کر میرا دل نکالا۔ اور اُس کو چیر کر اُس سے سیاہ خون نکال کر باہر پھینک دیا۔ اور کہا شیطان کا حصہ ہے۔ پھر اُس کو اپنی جگہ رکھ دیا۔ اور نور کی نذر اُس پر لگا دی۔ جس کو میں اس وقت محسوس کرتا ہوں۔ پھر تیسرا آیا۔ اور ان سے کہا۔ کہ آپ دفو کام کر چکے ہو۔ الگ ہو جاؤ۔ میں خدا تعالیٰ کا حکم بجالاتا ہوں۔ اُس نے میرے تمام سینہ پر جہاں تک خم تھا ہاتھ پھیلا۔ تو میرا سینہ رست ہو گیا۔ پھر مجھ کو آہستگی سے اٹھا کر بٹھایا گیا۔ اور تینوں میرے سر کو کھسک کر چومتے ہوئے آسمان کی طرف اڑ گئے۔ اور ان کو دیکھنا رہ گیا۔ میں اب بھی تباکتا ہوں کہ وہ کس جگہ سے آسمان کے اندر داخل ہوئے۔

اس شعر میں بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ ناظم نے قمر کی قسم اٹھائی۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ کہ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ أَشْرَكَ۔ رواہ الترمذی واما کم بنہد صحیح۔

جواب۔ اول رب کا لفظ محذوف ہے۔ ای اقسمت رب القمر۔ جیسا کہ والشمس والضحیٰ واللیل میں بعض مفسرین نے لفظ رب کو محذوف لکھا ہے۔ دوم۔ یہاں قسم سے وہ معنی مراد نہیں ہے جو شرعاً ناجائز ہے بلکہ قسم کا لفظ محض تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ عرب جب کسی امر کو بطور تاکید بیان کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس کو بصورت

لے جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کی قسم کھاتا ہے۔ وہ شرک کرتا ہے۔ منہ مطلقاً



قسم بیان کرتے ہیں :

سوم قسم بغیر لفظ اللہ کے حنفی مذہب میں ناجائز ہے۔ شافعی میں نہیں۔ ناظم علیہ الرحمۃ شافعی مذہب ہے۔ اس لئے اس کے نزدیک یہ قسم درست ہے :

مذکورہ بالا ہر جواب بعض شارحین نے قلمبند کئے ہیں۔ مگر ہمیں ایک نفیس جواب اس اعتراض کا سوجھا ہے۔ امید کہ اہل مذاق پسند فرمائیں گے اور وہ یہ ہے کہ چونکہ جناب یغیر علیہ السلام کا قلب مبارک نور معرفت الہی سے منور تھا۔ اس لئے وہ اللہ کے اسم نور کا منظر کامل تھا اور یہ مسلم ہے کہ انوار معجزہ کے وقت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جناب رب العزت پورا استغرق حاصل ہوا ہے۔ اور این و اس سے ہٹ کر محض حضرت احدیت کی طرف توجہ مبذول ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب یغیر علیہ السلام نے قبل از معجزہ شق القمر دو گانہ ادا کیا تھا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ تب اللہ تعالیٰ کا وہ اسم بوسطہ توجہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا عمل کرتا ہے جس کا مقتضی وہ معجزہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً مردہ کے زندہ کرنے کیلئے اسم حییٰ اپنا عمل کر گیا اور موت کیلئے اسم ممیت علیہ القیاس اس سے یمر بالکل صحیح اور ثابت ہوا۔ کہ معجزہ شق القمر کے وقت وجہ استغرق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلب مبارک اسم نور کا پورا منظر ہو گیا تھا اور چونکہ قمر اور قلب مبارک ہر دو اسم نور کے منظر تھے۔ اس لئے ان میں نسبت صحیح قائم ہو گئی اور چونکہ حقیقت دو اشیا کے درمیان ملاپ کی وجہ ہو سکتی ہے۔ اس لئے جرم قمر کا منظر قلب نبوی ہوا بالکل صحیح تھا۔ کیونکہ ایسی حالت میں ہر دو ایک ہی دائرہ استعداد میں آگئے تھے۔ اور ہر دو میں فعل و انفعال از روئے حقیقت امر واقع تھا۔ پس مذکورہ بالا بیان کے دوسرے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ناظم نے درحقیقت مطلق قمر کی قسم نہیں کھائی۔ بلکہ اس قمر کی جو بحالت اشتقاق تھا

اور جو اس وقت منظر اسم نور بن گیا تھا یہی وجہ ہے کہ قمر کی صفت میں منشق کا لفظ واقع ہوا ہے جس کے معنی ہیں۔ اَنَشَقَّتْ بِالْفَعْرِ الَّذِي تَشَقُّ بِہِ ناظم کا قمر کی قسم کھانا درحقیقت خدا تعالیٰ کے اسم نور کی قسم کھانا ہے۔ شرک کیسے ہوا؟ معترض کا اعتراض محض اس کی کم فہمی کا نتیجہ ہے ۔

وَلَمْ يَنْعَلِ عَائِثٌ قَوْلًا صَحِيحًا وَافَتْهُ مِنَ الْفَهْمِ السَّقِيمِ  
معترض کو چاہئے کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ پُر غور کرے۔ کیا غیر اللہ کی پناہ لینا صحیح ہے؟ ہرگز نہیں۔ مگر اس کا صحیح جواب یہی ہو گا۔ کہ مطلق کلمات کی پناہ مراد نہیں۔ بلکہ اُن کلمات کی جو منسوب بذاتِ فاعلی ہیں اور جس شخص نے اسلامی اساتذہ عرب کا کلام دیکھا ہو گا۔ وہ بخوبی جانتا ہو گا۔ کہ بیت اللہ ہندی۔ رکنِ حطیم۔ بئیک وغیرہ امور کی قسمیں اُن کے کلام میں موجود ہیں۔ بلکہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کلام میں بھی ایسے نظائر مل سکتے ہیں۔ ہذا ما عندی و لیس عند اللہ +

(۷۷)  
وَمَا حَوَى الْغَارُ مِنْ خَيْرٍ وَمِنْ كَرَمٍ  
وَكُلُّ حَرْفٍ مِنَ الْكُفَّارِ عَنْهُ عَمِي

معدنِ خیر و کرم و غارِ آسودہ نہاں | کور شد از دیدنش چشم گاہ کافران  
واو ابتدا بیہ۔ تنہا فیہ۔ بھیر عبارت یہ ہوگی۔ ومن معجزاتہ ما حو الغار من خیر  
حوی فعل مضارع کیا۔ غار گڑھا۔ جو پہاڑوں میں پایا جاتا ہے۔ خیر بھلائی  
کوہ بخشش۔ طرف آنکھ۔ کفار جمع کافر۔ من الکفار حال ہے یا صفت۔ عنہ کی



ضمیمہ حضور علیہ السلام کی طرف - عسی یا زینبہ ماضی ہے - یا عینہ صفت ہے -  
ماضی کی صورت میں فاعل اُس کا ضمیر راجع بڑوئے طرف - ضرورت شمر کی لئے یا ساکن  
ہوئی - یعنی بصوت صینہ صفت مشبہ - طرف کی صفت ہوگی - اصل عسی بوزن کشف  
تھا - فاض کی تعینیل سے عم ہو گیا - تنوین بضر و شجرى ساقط ہوئی - جن بیان مانجے  
من خیر سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں - کیونکہ وہ خیر الہیہ (بہترین خلق) ہیں -  
اور کرم سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ - کیونکہ سب سے زیادہ متقی تھے - قرآن  
شریف میں آیا ہے - اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ عطف اس شعر کا شعر مابقی پر ہے  
اس لئے اُشددت کے معنی یہاں بھی لئے جاتینگے ۛ

نوجہ ۛ میں اُس مجسم اور ضمیمہ کرم کی قسم کھاتا ہوں - جن کو غار نے چھپایا -  
اس طرح کہ تمام کفار کی آنکھیں اُن سے اندھی ہو گئیں یعنی کوئی کافر آپ کے نہ دیکھ سکا  
تشریح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب توحید کی اشاعت پر بہت دردیا -  
تو کفار کو حسد پیدا ہوا - سب نے بل کر ارادہ کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کیا  
جائے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مطلع ہوئے - اپنے بستر پر علی کرم اللہ وجہہ وسلم لایا -  
اور فرمایا کہ مجھ کو ہجرت کا حکم دیا گیا ہے جس قدر امانت لوگوں کے ہمارے پاس ہیں  
ان کو ادا کر کے مدینہ شریف میں پہنچ جانا - اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ  
عنہ کو ہمراہ لے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے جب کفار کو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ  
علیہ وسلم مدینہ شریف کی طرف تشریف لے گئے ہیں - تو انہوں نے حضور علیہ السلام کا تعاقب کیا -  
جب جناب رات التاب صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو آتے دیکھا - تو کوہ ثور کی غار میں اس وقت  
رہتے میں تھا - جا کر شرعاً اسے محفوظ ہونے کے واسطے پوشید ہو گئے - کفار صبح کو

تلاش کے لئے نکلے - اور جب کفار اُس غار پر پہنچے - تو انہوں نے دیکھا کہ کبوتروں کے  
گھونسلے اور کڑی کا جال غار پر تناس ہے - تو انہیں یقین ہوا کہ یہاں کوئی نہیں اگر  
کوئی شخص یہاں داخل ہوتا - تو گھونسلے اور جال قائم نہ رہتے - تین روز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
مع ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس غار میں چھپے رہے - عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ وغیرہ  
جو حضرت ابوبکر کرم کا آزاد کردہ غلام تھا - اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا  
اور دودھ کی امداد دیتے رہے - اور مکہ کی خبروں سے آپ کو تازہ اطلاع ملتی رہی -  
تین روز کے بعد جب شورش کم ہو گئی - تو عبد اللہ اجیر دواؤنٹ غار پر لایا - ایک پر  
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرے پر عامر بن نفیرہ  
اور عبد اللہ اجیر اسوار ہوئے - تمام ات اور دوسرے دن نظر تک سفر کیا - اور سراقہ نے  
آپ کا تعاقب کیا - اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا - اور وہ تائب ہو کر واپس آیا حتی کہ  
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بروز دوشنبہ بارہویں ربیع الاول کو حوالی مدینہ طیبہ میں پہنچے  
اور منازل بنی عمر بن عوف میں فروکش ہوئے ۛ اگلے اشعار میں اسی معجزہ اور قعدہ کے  
واقعات اور اشارات درج ہیں ۛ

(۷۸) **فَالصِّدِّيقُ فِي الْغَارِ وَالصِّدِّيقُ لَمْ يَرْمَا  
وَهُمْ يَقُولُونَ مَا بِالْغَارِ مِنْ أَرْمٍ**

یوہ اند غار ابوبکر و رسول اللہ نہاں | کافراں گفتند اینجا نیست کس ز مردوں  
فَالصِّدِّيقُ مَا تفصیل کے لئے ہے - صدق راستی - مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
صدیق راست گو - مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ - غار مناک - لہر یا معجزہ حجتہ ثانیہ ضمیر اس کی



راجع بطرف صدق علیہ السلام و حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہے۔ دیر  
جگہ سے سرکنا۔ ہم کی ضمیر کفار کی طرف اور یقولون خبر ہے کلم کی قول سے مراد  
یہاں یقین ہے یعنی ہم یوقنون وہ یقین کرنے ہیں۔ مانافیہ۔ بابائے فی۔ غار  
گڑھا۔ مین آدم یعنی احد فرد بشر محاورہ عرب کا ہے۔ مافی الدار من اہم مکان  
میں کوئی نہیں ۴

توجہ ۴ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ  
غار میں وجود تھے۔ کفار ایسے اندھے ہوئے کہ کہنے لگے غار میں تو کوئی بشر نہیں ۴  
تشریح۔ صدق سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لینا اس آیت کریمہ کی طرف  
اشارہ ہے۔ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُوْصَدَّقَ مِنْهُ لَمْ يَلْمِ يَوْمَئِذٍ اُولُو الْقُلُوبِ  
کا محذوف ہے۔ اے صاحب صدق اور صدیق کی خبر محذوف کذا لک ہو سکتی ہے  
اور بعض شرح میں لکھا ہے کہ لم یلم یا۔ لم یرمن تھا۔ بدنون خفیۃ مشتق درم سے فون  
کو اس سے بدلا گیا جیسا کہ امرائے یقین کے اس شعر میں ۵

وَقَفَّائِبُكَ مِنْ ذِكْرِ حَبِيبٍ وَمَنْزِلِ

بَسِطُ التَّوَلَّى بَيْنَ الدُّخُولِ خَوْفٌ مِّنْ

پس اس صورت میں ضمیر لہ۔ صا کی صدیق کی طرف راجع ہے۔ جب غار میں حضرت ابوبکر  
داخل ہوئے۔ تو اس میں ایک سوراخ تھا۔ اس کو پائے مبارک سے بند کرنا چاہا تاکہ  
کوئی موزی جانور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذیت نہ پہنچائے۔ پاؤں کھٹا تھا کہ  
سانپ نے آپ کے پائے مبارک کو کاٹا حضور علیہ السلام پر یہ معاملہ ظاہر ہوا۔ تو آپ  
لے اے دوست ذرا تھرتکا کہ ہم اپنے مشوق اور اس کی منزل کی یاد میں جو دخول اور حوالہ کے درمیان  
ریت کے پھیلنے کی منتظرے ہوا قیاس ہے۔ آئو ہا لیں ۴

نے اپنا آب دہن زخم پر لگایا۔ فی الفور زخم اچھا ہو گیا پس معنی یہ ہوئے۔ کہ حضرت صدیق  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں پر ورم تک کا اثر نہ ہوا ۴

بعض نسخوں میں لہ۔ یریا بصیغہ مجہول آیا۔ یعنی دونوں نہیں کھائی دیتے تھے ۴

(۷۹) **ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنْكَبُوتَ عَلَى  
خَيْرِ الْبَرِيَّةِ لَمْ تَنْسَجْ وَلَمْ تَحْمِ**

کافراں اشد گمان فرات علی نہا ۱ نے تنیدہ عنکبوت نے کبوتر بیضہ ۱

ظنوا عینہ جمع ماضی۔ ظن گمان کرنا۔ حمام جمع حمام مثل قمر و قمر۔ عنکبوت  
مکڑی۔ عنکبوت کی جمع اور عنکبوت اس کا ذکر ہے۔ یہ انڈے بھی دیتی ہے اور حریف  
بھی کرتی ہے۔ علی متعلق لم تنسج ولم تحم کے علی التنازع۔ خیر البریۃ  
اشرف المخلوقات صلی اللہ علیہ وسلم۔ لم تنسج کی ضمیر عنکبوت کی طرف ہے۔ نسج بننا۔  
لم تحم کی ضمیر حمام کی طرف ہے۔ حوم۔ حومان کسی چیز کے گرد پھرنے۔ محاورہ  
حمام الطائر۔ پرنده نے انڈے ڈئے۔ لم تحم معنی لم تبض ہوا۔ انڈا نہ دیا ۴  
توجہ ۴ کفار نے خیال کیا۔ کہ اس غار کے منہ پر جس میں اشرف المخلوقات  
پھنسے تھے۔ نہ کبوتروں نے انڈے ڈئے اور نہ مکڑی نے جالاتا ہے ۴

تشریح۔ لفظی ترجمہ ہے۔ اس پر اعتراض ہے کہ کبوتر نے انڈے تو ڈئے تھے  
اور مکڑی نے جالاتا بھی تھا۔ پھر اس کی نفی کیوں ہوئی ۴

جواب یہ کہ کفار کے دل میں جو منکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ خیال ہی نہ  
آسکتا تھا کہ یہ کچھ آپ کی حفاظت کے لئے ہے تاکہ کوئی کافر غار کے اندر تلاش نہ کرے



اور مکڑی کا جال اور کبوتر کے انڈے دیکھ کر وہ پس چلا جائے ۛ

نہ کبوتروں نے انڈے ڈالے اور نہ مکڑی نے جال اتنا۔ اس میں اُن کے زعم کو بیان کیا گیا ہے۔ نہ کہ حقیقت کا کار ہے۔ یا اس شعر میں یہ عبارت مخدوٹ ہے۔ لو دخل خیل البویة فی هذا الغار ما بقی عش الحمامة وجبت العنکبوت بحالہ اگر اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام داخل ہوتے تو کبوتری کا آشیان اور مکڑی کا جال گر پڑتا۔ اور ٹوٹ جاتا۔ لیکن چونکہ وہ موجود ہیں اس لئے اس غار کے اندر کوئی آدمی نہیں گھسا۔ چنانچہ ایک قریش نے کہا کہ اس غار میں تو کوئی نہیں ہے۔ حالہ تو آپ کی ولادت سے پہلے کا ہے۔ یعنی بہت دیر پہلے ہے ۛ

(۸۰) وَقَايَةُ اللَّهِ أَغْنَتْ عَنْ مُضَاعَفَةٍ  
مِنَ الدَّرْدِ وَعَنْ عَالٍ مِنَ الْأَطْمِ

کر دستغنی مرا حفظ خدائے عالمیں از زره بود تا و نیز از حصصیں

دقاہت گاہ رکھنا۔ اللہ اسم ذات۔ اغنت۔ صیغۃ ماضی۔ اغناء بے نیاز و بے پروا کرنا۔ اغنت کا صمد جب عن ہوا۔ تو اس کے معنی بے پرواہ اور بے نیاز ہونے کے ہیں۔ لکھو تعالیٰ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ۔ مَضَاعَفَةُ اسم مفعول۔ از باب مفاعیل ضاعف مضاعف مضاعفۃ اور مضاعفۃ ایک چیز کو ویسی ہی دوسری چیز کے ساتھ ملانا۔ اَشْيَاءُ مَضَاعَفَةُ دہری چیزیں۔ من درود۔ جمع درع معرب۔ زره۔ بیان مضاعف۔ عال بلند۔ اطم جمع اطمۃ بمعنی قلعہ و حصار ۛ

توجہ۔ خداوند تعالیٰ کی حفاظت آپ کو دہری زروں اور بلند قلعوں کی

پناہ سے بے نیاز کر دیا تھا ۛ

تشریح۔ ان اشعار میں قصۃ غار ثور کی تسبیح ہے۔ کہ جب قریش نے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جمیعت رطاعت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ اور دو زبردست قبیلوں بنی اسد اور بنی خزیمہ نے بھی آپ کی محبت کر لی ہے۔ تو اُن کی آتش غضب بھڑک اٹھی مشورہ کے لئے دار اندوہ میں جمع ہوئے بعض کی رائے تھی کہ ان کو شہر بدر کیا جائے۔ بعض کہتے تھے کہ ان کو قید کر لیا جائے۔ ابو جہل نے یہ رائے دی کہ ہر ایک قبیلہ سے ایک ایک جوان بہادر منتخب ہو کر آپ کو قتل کر دیں۔ اور ان کا تالان ہر ایک قبیلہ ادا کرے۔ اس پر سب کا اتفاق ہوا حضور علیہ السلام کو بدر ایچہ جبریل علیہ السلام اس سازش کی اطلاع ہوئی۔ آپ نے اُس ات اپنے بستر پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سونے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ آپ کی چادر اوردھ کر سوئے۔ چنانچہ نہ جوانان قریش آپ کے دوست خانہ پر اس مراد سے آئے کہ حملہ کر کے آپ کو قتل کریں جب آکر دیکھا کہ آپ کی جگہ حضرت علیؑ سوئے ہوئے ہیں۔ تو دست انوس لئے لگے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکرؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور فرمایا اگر خدا تعالیٰ نے ہجرت کا حکم صادر فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ شائبہ مکہ سے نکلے۔ اس وقت مشکل گذر تھا۔ حضرت کے پاؤں مبارک میں چھالے پڑ گئے۔ رہس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی حضور کے آگے چلتے کبھی پیچھے کبھی دائیں کبھی بائیں ہوتے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ کیوں ایسا کرتے ہو صدیق کبر نے عرض کی کہ آگے تو اس لئے ہوتا ہوں تاکہ دیکھوں کہ کوئی گھات میں تو نہیں اور پیچھے اس لئے کہ کوئی تعاقب میں تو نہیں حضرت صدیقؓ



نے حضور علیہ السلام کو اپنے کاندر سے پر بٹھا لیا۔ اور ایک غار پر پہنچے۔ حضرت صید بن غوث نے فرمایا کہ حضور کچھ ٹھوڑی دیر توقف فرمائیں۔ تاکہ میں غار کے اندر جا کر دیکھوں کہ کوئی درندہ وغیرہ تو اس کے اندر نہیں ہے۔ وہ اندر گئے اور ہر ایک سوراخ میں لٹھ ڈالا۔ ایک سوراخ بہت بڑی تھی۔ اُس میں انہوں نے پاؤں ڈالے۔ تو ران تک گھس گئے۔ ران سب سوراخ کو انہوں نے بند کیا۔ اور پتھر وغیرہ پٹا کر آپ کے لئے ایک صاف ستھری بگ بنائی۔ پھر باہر آکر عرض کی کہ حضور کے لئے محفوظ جگہ بنا آیا ہوں۔ کفار نے جب دیکھا کہ حضور شبشب کل گئے ہیں۔ تو تلاش کرنے کرتے اُس غار پر پہنچے۔ مگر چونکہ اُس غار کے دروازے پر رخت تھے۔ اور وہ درخت غار کے دلانے پر جھکے ہوئے تھے۔ خیال کیا کہ آپ اس غار کے اندر ہونگے۔ مگر جب کمبوزی کے اندر سے اور کمبوزی کا جالا دیکھا۔ تو سمجھے کہ ادھر تشریف نہیں لائے۔ کیونکہ اگر اس غار کے اندر آپ داخل ہوتے اور شاخوں کو اٹھا کر اندر جاتے۔ تو اس صورت میں گھونسل اور کمبوزی کا جالا گر پڑتا۔ اور ٹوٹ جاتا۔ لیکن کمبوزی کا گھونسل اور کمبوزی کا جالا بدستور قائم ہے۔ اس لئے کفار غار کے اندر نہ گئے اور آپس لوٹ آئے بمقتل قنہ تفسیر میں درج ہے: اس شعر کو ام دفعہ ام دن اک پڑھنے سے مصیبت رفع ہو جاتی ہے:

(۸۱) مَا سَأَمَنِي اللَّهُ رُضِيمًا وَاسْتَجَبْتُ بِهِ  
إِلَّا وَبِلْتُ جَوَارِإِمْنَهُ لَمْ يُضِمَّ

اگر گئے برمن زمانہ آخرت پہنچ ستم | بڑ رش کر تخیم از مے پناہے باقیم  
مآنانیہ۔ ساتھ فعل ماضی۔ نون وقایہ یا تکلم۔ سوم رنج پہنچانا۔ دھور زمانہ۔

بعض نسخوں میں مَا سَأَمَنِي لُكْهًا ہے۔ ضمیمہ ظلم۔ واد طالبہ۔ استجرت صیغہ ماضی متکلم۔ استجارہ پناہ مانگنا۔ بہ کی ضمیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے۔ اِلَّا حَرْف استثناء۔ وَلْتُ فعل ماضی متکلم۔ تِلْ حاصل کرنا۔ پانا۔ وَلْتُ بمعنی حَصَلْتُ ہے۔ جَوَارِ پناہ۔ حمایت۔ غایت۔ آرام۔ مَنَہ کی ضمیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف۔ لَمْ يُضِمَّ حمد مجہول ضمیمہ بمعنی ظلم۔ مراد امان دہنی۔ جو نہ کسی کے ظلم سے مغلوب ہو سکے۔ اور نہ کوئی اُس کو دُور کر سکے:

تو حصار زمانہ نے مجھے کبھی تکلیف اور ضرر نہیں دیا۔ جس حالت میں کہ میں آپ سے طالب پناہ ہوا ہوں۔ مگر میں آپ سے ایسی پناہ کے حاصل کرنے پر فائز ہوا کہ جس کو کوئی طاقت مغلوب نہیں کر سکتی یعنی دائمی امداد ملی:

تشریح۔ جب کبھی مجھے تکلیف پہنچی۔ اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ مانگی۔ تو فوراً مجھے امان دائمی مل گئی جس میں کسی کو غل ڈالنے کا مقدمہ نہیں ہے۔ مآنانیہ کے ساتھ ایک جملہ کو بیان کر کے آگے اِلَّا حَرْف استثناء کے ساتھ اس کا اثبات کرنا حصر کا فائدہ دیتا ہے۔ اور اظہار مطلب کے لئے نہایت فصیح ہے۔ اور اس امر کو ثابت کرتا ہے۔ کہ زمانہ کی تکلیف کا پہنچنا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے امان دائمی کا ملنا ایک لازمی امر ہے۔ یا ممکن اور محال ہے کہ زمانہ کی تکلیف پہنچے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دست شفقت و تسکین نہ کرے:

مصائب کو زمانہ کی طرف منسوب کرنا مجاز ہے۔ ورنہ حقیقت میں فاعل خدا تعالیٰ ہے

یا مصافات معذوت ہے۔ اِی مَا سَأَمَنِي صَاحِبِ الدَّهْرِ:

اگر کوئی سفر جائے تو پہلا مصراع لکھ کر گھر میں رکھے۔ اور دوسرا ہمراہ لے جائے۔ تو



سفر سے بالآخر واپس آئے گا۔ نیز اس کا تعویذ بازو پر باندھنا فتح مند کرتا ہے۔

(۸۲)

وَلَا تُقْسِتْ غَنَى الدَّارَيْنِ مِنْ يَدِكَ  
إِلَّا اسْتَلَمْتَ التَّدْمُ مِنْ خَيْرٍ مُسْتَلَمٍ

گزشتہ دولت دنیا و دین ختم دست و بوم کہ آپخہ خواہم زو بستم

و او عاظمہ۔ ساقی پر عطف ہے۔ تکراری تکرار کے لئے ہے۔ التماس مانگنا

غنی دولت۔ دارین دونو جوان۔ صیدہ۔ بدلتھ۔ ہا کی ضمیر راجع حضور علیہ السلام کی طرف۔ الا حرف استثناء۔ استلمت ماضی واحد تکلم۔ استلمت

بمعنی قبلت۔ قاعدہ ہے کہ ادب کی وجہ سے لوگ بزرگوں کے ہاتھ چومتے ہیں۔ تکرار بخشش و عطا۔ خیر مستلزم مراد دست مبارک حضور علیہ السلام کیونکہ وہ م

ہاتھوں سے جو بوسہ دئے جاتے ہیں۔ بہتر ہے۔ نفی اور استثناء اسی صورت پر ہے۔

جو پہلے شعر میں بیان ہوا۔

توجہ ۸۸۔ میں نے جب کبھی آپ کے ہاتھ سے دین دنیا کی دولت کی خواہش

کی تو مجھے فی الفور اس بہترین ہاتھ سے منہ مانگی مراد مل گئی۔

تشریح۔ اسلام اللہ سے خیرات کو جو مانا۔ چونکہ ہاتھ کو چوما جاتا ہے۔ اس لئے

اس شعر میں خیرات کے بل جانے کو خیرات پر بوسہ دینے کو تعبیر کیا ہے۔ تعظیماً واکرا

دنیا کی غنا صحت بدنی اور مالیات سے محفوظ رہنا اور دل کا اطمینان ہے حدیث شریف

میں مروی ہے۔ لیس الغنی من کثرة العرض نہما الغنی غنی القلب اور آخرت

لے یعنی بہت مال سے تو نگری نہیں ملتی۔ مگر دل کا بے نیاز ہونا حقیقی تو نگری ہے۔ منہ نظر۔

کی غنا بہشت میں داخل ہونا ہے۔ ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں حضور علیہ السلام

کی محبت و ارادت اپنے دینی و دنیوی مقاصد کے حصول کی طرف اشارہ کیا ہے۔

نماز کے بعد ہمیشہ پانچ دفعہ پڑھنے سے انسان تنگ دستی سے محفوظ رہتا ہے۔

(۸۳)

لَا تُشْكِرُ الْوَحْيَ مِنْ رُؤْيَاكَ إِنْ لَكَ  
قَلْبًا إِذَا نَامَتِ الْعَيْنَانِ لَمْ يَنْعَمْ

ہاں مشورہ روحی خواب گھر خندہ قلب بیدار بودے گزشتہ چشم او

لا تشکر عینہ نہی۔ انکار نہ کر ہونا۔ وحی کے معنی گذشتہ اشعار میں گذر چکے۔ من

رؤیاہ یا حال وحی کا ہے یا من بیان یہ ہے یا من بمعنی فی ہے۔ رؤیا وہ کیفیت جو

نیند میں دیکھی جائے۔ ہا ضمیر مضان البدر راجع بحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان لہ۔ ان

تاکید کے لئے ہے۔ لام تخصیص کیلئے۔ ہا ضمیر مجرور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

راجع ہے۔ قلب دل۔ اذا حرف شرط۔ لم یعمد فعل جہد اس کی جزا ہے۔ اور تمام جملہ

اذا نامت العینان لم یعمد قلب کی صفت ہے۔ نامت فعل ماضی۔ نوم سوتا۔

عینان تشبیہ عین آنکھ۔ لم یعمد فعل جہد غائب۔ مصدر اس کا نوم ہے اور قلباً

اسم ان اور اس کی تنوین تعظیم کے لئے ہے۔

توجہ ۸۹۔ اس وحی سے جو آپ کو خواب میں آتی ہے۔ انکار مت کرو کیونکہ آپ کا

قلب پاک جانتا رہتا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بظاہر سو جاتی تھیں۔

تشریح۔ جب دل بیدار رہا۔ تو وحی فی الرؤیا سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ

وحی کا تعلق دل سے ہے نہ آنکھوں سے وحی کے معنی لغت میں سالت۔ اشارت۔



الہام۔ کلام خفی کے ہیں۔ اور اصطلاح میں خدا تعالیٰ کا اپنے پیغمبروں کو کئی مرکی اطلاع دینا۔ اور وحی تین قسم پر ہے :

اول۔ جو فرشتہ کی زبان سے پیغمبرؐ سے جس کو وہ قطعی سمجھ لے۔ کہ حقیقت قطعی ہے۔ قرآن مجید اسی قسم سے ہے :

دوم۔ فرشتہ اشارہ سے کسی حکم یا واقعہ کو ظاہر کرے جس میں غلط نہ ہو :

سوم۔ کسی مرکا الہام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے خواب یا بیداری میں پیغمبرؐ کے دل میں ڈالا جائے یعنی کوئی واقعہ اس طرح پر آشکار ہو جائے جس طرح فوٹو کے شیشہ میں تصویر ہوتی ہے۔ ہر سہ مدارج میں تفاوت ہے البتہ الہام اولیاد و سہرو کے لئے حجت نہیں ہو سکتا۔ مگر انبیاء علیہم السلام کی سگاندہ وحی قطعی ہوتی ہے :

رو یاد قسم پر ہیں :-

اول روئے صادقہ۔ یہ ہر قسم کے معلومات ہیں۔ جو خواب میں موسیٰ کے دل پر خدا تعالیٰ ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً اعمال صالحہ کی ترغیب۔ برے کاموں سے نفرت۔ یا وہ امور جن میں انسان کے لئے بہتری ہو۔ نماز تہجد خیرات کا دینا۔ علیٰ ہذا القیاس ایسے امور کا ظہور جو شریعت کے مطابق ہوں :

دوم روئے کا ذہبہ۔ جو کچھ دن میں دنیا کے کام کاج کئے ہوں۔ وہی رات کو دکھائی دیں۔ یا بیماری کی وجہ سے عجیب صورتیں یا خیالات پیدا ہوں۔ یا شیطانی وسوسوں میں آئیں قسم دوم محض لاشے اور ناقابل اعتبار ہیں بل کا جاگتے رہنا اشارہ ہے حدیث ان عینی تمامان لا ینام قلبی کی طرف یعنی میری آنکھیں سو جاتی ہیں مگر

لے قرآن مجید میں ہر سہ وحی کا ذکر آئے ماکان لبشر ان یکلمہ اللہ میا یبے الخ ۱۲ منہ غلطہ :

دل باگتار ہوتا ہے :

حدیث میں آچکا ہے۔ کہ روئے صادقہ پیغمبرؐ کا چھپا لیسوں ہر سو ہے۔ بعض نے اعتراض کیا۔ کہ یہ برخلاف واقعہ مشہورہ کے ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک اُدی میں ایسے سوئے کہ دن چڑھے بیدار ہوئے اور نماز آپ کی فضا ہو گئی۔ جواب اس کا یہ ہے۔ کہ جاگنا دل کا اس انتظار میں ہونا تھا۔ کہ وحی اُترے اور آیات کو دل پر نقش کر لیں۔ سورج کا دکھنا آنکھ کے متعلق تھا نہ دل کے۔ پس منافات نہیں ہے مگر جواب صحیح یہ ہے۔ کہ عمر بھر میں ایک فدا لیا ہونے سے لازم نہیں آتا۔ کہ حضور کا قلب مبارک بیدار نہیں رہتا تھا۔ ممکن ہے کہ یہ واقعہ اس حکمت پر مبنی ہو کہ آئندہ امت مرحومہ کی سہولت کے لئے فضا نماز کا حکم عملاً منصوص ہو جائے۔ جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض اوقات نماز میں سہو بھی ہوا۔ جس میں حکمت تھی۔ کہ امت مرحومہ کے لئے سجدہ سو کا حکم ایک شرعی حکم قرار پائے۔ واللہ اعلم بالصواب :

وَذَٰلِكَ حَیْنَ بُلُوْغٍ مِّنْ نَّبُوْتِهِ  
فَلَیْسَ یُنْکَرُ فِیْهِ حَالٌ مُّحْتَمَلٌ

(۱۸۴)

خواب و بعد از نبوت وحی باشد بے حجاب پس چرا انکار کردہ میشود از مروج خواب

فَذَٰلِكَ تَفْصِیْلُ كَلِمَةِ ذَٰلِكَ بِمَقْدَرِهِ۔ خبر اسکی واقع محدوت سے یعنی ذاك واقع۔ ذاك اسم اشارہ ہے۔ مشار الیہ وحی فی الرُّؤیاء۔ حین وقت۔ بلوغ بالغ ہونا۔ من نبوتہ۔ من جار۔ نبوت بمعنی نباء خبر دینا۔ جار مجرور صفت بلوغ یا حال۔ فلیس ینکرفیہ۔ لیس بمعنی لا۔ ینکرفیہ مضارع غائب۔ فیہ کی ضمیر بلوغ کی طرف



راجع ہے۔ مختلف عقل اور فراست کا بالغ۔ اختلاف خواب کا دیکھنا۔ بالغ ہونا۔  
اس شعر میں مختلف سے مراد بالغ فی النبوة ہے۔

ترجمہ ۸۸ اور خواب میں وحی کا آنا اس وقت سے تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
بلوغ نبوت کے قریب ہو چکے تھے پس ایسی حالت میں جب آپ پورے بالغ ہیں وحی  
سے انکار کی گنجائش نہیں۔

نفس نحر یا نظم علیہ الرحمۃ کو اس شعر میں ثابت کرنا ہے۔ کہ قبل از نبوت خواب میں جو  
کچھ آپ نے دیکھا۔ وہ خدا تعالیٰ کی جانب سے وحی تھی۔ کیونکہ آپ کو چالیس سال کے بعد  
نبوت کا خلعت عطا ہوا اور اس عمر میں تو اے عقلیہ بالکل اپنے کمال بلبعی تک پہنچ جاتے  
ہیں پس ایسی حالت میں جب آپ بالغ اور کامل ہو چکے تھے۔ یہ احتمال انہیں ہو سکتا کہ  
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رویا قابل حجت نہ ہوں۔ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خواب ایسا  
یقینی ہوتا تھا۔ کہ اس پر حکام شرعی مرتب ہوتے تھے۔ اہل بیت اور چھ ماہ خواب میں وحی یا  
تاکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آثار وحی کے متحمل ہوں یا نہیں اور جبرائیل کے دیکھنے اور  
اس سے آیات قرآنیہ کے اخذ کی استعداد ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدا میں چھوٹی چھوٹی  
آیات نازل ہوتی تھیں۔ اور اخیر علم ہی لمبی سورتیں ایک ہی فتنہ نازل ہونے لگیں۔ بنظر  
غور دیکھو کہ تمام چھوٹی سورتیں جن کی آیات بھی بہت چھوٹی ہیں۔ کئی ہیں۔ اور  
لمبی سورتیں مدنی۔

یہ شعر شکل تریں شعار سے ہے اس سے پہلے شعر میں ۵

لا تنکو الوحی من رویاہ ان لہ قلبا اذا نامت العینان لم تنم  
ان رویا کا ذکر ہے۔ جو نبوت سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھے۔ اور ان کا

ظہور روز روشن کی طرح ہوا۔ حدیث میں بھی ایسا ہی ہے۔ کہ نبوت سے پہلے  
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر رویائے صادقہ کا ظہور ہوتا تھا۔ اور اس مصرع "و  
ذک حین بلوغ من نبوتہ" میں لفظ ذاک سے یہ مفہوم ہوا۔ کہ وہ رویا بعد نبوت  
ہے۔ پس اس شعر اور اس کے ماقبل شعر میں تناقض ہوا۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے۔ کہ و ذک حین الخ میں بھی رویائے قبل از  
نبوت ہی مراد ہیں۔ حین کے بعد لفظ قرب مخدوف ہے۔ اسی حین قرب  
بلوغ نبوتہ یعنی وہ رویائے صادقہ جو قریب از عطا ثبوت ہو رہیں آئے۔  
پس تناقض رفع ہوا۔ اور نیز اگر لفظ قرب نہ بھی مخدوف کریں تو بھی بموجب  
مفہوم محاورہ عرب فلاں بلغ البلد اسی قرب متہ واشرف علیہ۔ بلوغ  
کے لفظ سے قبل از بلوغ نبوت مفہوم ہے۔ دو دو صورتوں میں اشکال رفع  
ہو جاتا ہے۔

و ذاک حین الخ آخر کا دوسرا مصرع پہلے شعر اور اس شعر کے مصرع اول کا  
نتیجہ یا تفریع یا دلیل ہوگی۔ کہ جب قبل از نبوت کے رویائے صادقہ ہیں تو وہ بالجمالت  
یعنی حضور کے کامل بالغ فی النبوت ہونے کے بعد ظہور میں آئیں ان میں شک و انکار کی گنجائش نہیں

(۸۵) تَبَارَكَ اللَّهُ مَا وَحَى بِمُكْتَسَبٍ  
وَلَا نَبِيٍّ عَلَى غَيْبٍ مِّنْهُمْ

اللہ اللہ وحی کی بی غیبت نہ فرمادے۔ ایچ پیغمبر نشد در غیب کوئی نہتم  
تبارک اللہ۔ تبارک ماضی کا صیغہ ہے۔ برکت۔ کثرت خیر۔ افزونی مال و دولت میں



بارک اللہ لک فی کل شیء خدا تجھے ہر چیز میں انزونی دے۔ تبارک اللہ تعالیٰ و  
تعاظم فی افعالہ و صفاتہ۔ خدا بزرگ اور بلند ہے اپنے افعال اور صفات میں محاورہ  
میں یکہ توجہ کا ہو گیا۔ کہتے ہیں عاصم بن عباد ادیب کو تین لفظوں کے معنی میں تحقیق کرنا  
تھا۔ وہ قبائل عرب میں گیا۔ اُس نے ایک ن ایک عورت سے سنا کہ وہ اپنے بچے  
پوچھ رہی تھی۔ یا ولد ابن المتاع۔ بیٹے متاع کہاں ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ جاء  
الوقیم و اخذ المتاع و تعالیٰ و تبارک الجلیل کتنا آیادہ متاع پکا کر پہاڑ پر چڑھ  
گیا۔ متاع وہ کپڑا ہے جس کو پانی سے تر کر کے برتن صاف کرتے ہیں۔ یہ سن کر صاحب  
بن عباد کی تسلی ہو گئی۔ مَا وَخْتُ۔ مانا فیہ۔ وحی مراد وہ الہام جو خدا تعالیٰ کی طرف  
سے پیغمبروں پر آتا ہے۔ مکتسب صیغہ آم مفعول۔ اکتساب کسب کرنا۔ ولا نبی  
علی غیب۔ لا نبی کا عطف ما وحی پر ہے۔ تکرار عرف نفی تاکید کے لئے۔ لا نافیہ۔  
نبی پیغمبر۔ علی غیب جار مجرور متعلق ہے متہم کے اور منہم ضرورت شعری کی وجہ سے  
تراخر ہوا۔ غیب واقعات آئندہ۔ مکتسب متہم پر یا زائدہ۔ متہم تہمت دیا گیا۔  
اسم مفعول۔ لا تمام مصدر خبر لا +

توجہ ۸۸۔ اللہ اللہ بھلا وحی کبھی کسی ہو سکتی ہے اور کوئی پیغمبر کبھی اخبار غیب پر  
متہم ہو سکتا ہے یعنی نہ وحی کسی ہو سکتی ہے اور نہ نبی صادق پیشگوئی سے متہم ہوتا ہے +  
تشریح۔ اس شعر میں اشارہ ہے آیت فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارقت  
من رسول کی طرف اخبار غیب اور وحی خدا کی جانچے ہوئی ہے اس میں کسب کو  
دخل نہیں ہے۔ اور نہ کوئی ذریعہ غیب الہی کا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ایسا نبی اللہ جو کچھ  
کہتا ہے خدا تین لائے کی طرف سے کہتا ہے +

کَمَا بُرِعَتْ وَصَبَّابًا لِلْمُسْرِ رَاحَتُهُ  
وَأَطْلَقَتْ أَرْبَابًا مِنْ رِبْقَةِ اللَّحْمِ

بارہا ز دست پاکش در دہا ر شدوا | اگر ہاں انیز از قید جنوں دہا

کہ خبر یہ ہے۔ اَبْرِعَتْ فعل ماضی۔ ابراء اچھا کرنا۔ و صَبَّابًا یا تو بفتح صاد مملہ  
بمعنی بیماری۔ یا بکسر صاد مملہ صیغہ صفت بمعنی بیمار ہے۔ لمس چھونا۔ اَطْلَقَتْ  
اطلاق قید سے چھوڑنا۔ معاف کرنا۔ اَرْبَابٌ محتاج الی التلاخ۔ دیوانے یا  
محتاج الی اللہ سے مراد گمراہ ہے۔ رِبْقَةُ رقبہ بند۔ لَحْمٌ دیوانگی۔ گناہ صغیرہ +  
توجہ ۸۹۔ آپ کے دست مبارک نے بارہا مریضوں کو چھو کر اچھا کر دیا اور دیوانوں  
کو قید جنوں سے رہا کیا۔ بہت سے گمراہوں کو گناہوں کی قید سے نجات دی +  
تشریح۔ روایت ہے کہ ابو جہل نے جنگ یر میں معوذ بن غفران کا ہاتھ کاٹ دیا۔  
معوذ ہاتھ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو جوڑ  
دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کبھی صدر اس کو نہیں پہنچا +

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنے بچے کو لے  
خدمت مبارک میں حاضر ہوئی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچے کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور  
فرمایا بکل جا۔ اُس لڑکے کے سینہ سے تے کے راستہ سے ایک سیاہ چیز جیسا کتنے کا  
پتلا ہوتا ہے نکلی اور وہ اچھا ہو گیا۔

لہ خاصۃ ہذا الشعر اذا کان الوجه بحسما حد یضع الید علی موضع الوجع ویقرع ہذا  
الشعر یندفع الوجع ویشفی المریض انشاء اللہ تعالیٰ کذا قال شیخ الدلائل یعنی درد  
کی جگہ ہاتھ رکھ کر اس شعر کے پڑھنے سے شفا ہوتی ہے +



ایک صحابی بنی آنکھ ایک لڑائی میں تیر لگنے سے باہر نکل آئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دست مبارک سے اس کو خانہ چشم میں رکھ دیا۔ وہ بالکل اپنی اصلی حالت پر ہو گئی۔ حضرت ابوبکرؓ کو سانپ نے کھانا آپؐ نے اپنا آب ہن لگایا۔ وہ اچھے ہو گئے۔ حضرت علیؓ کو کرم لندہ جو کج خیبر میں سخت آشوب چشم ہوا۔ جس کی وجہ سے کچھ دکھائی نہ دینا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لعاب ہن مبارک کے ان کی آنکھیں اُسنی قت بالکل تندرست ہو گئیں۔ ایسے ہزاروں معجزات ہیں۔

یہ امر حضرت سہیل اللہ علیہ آلہ وسلم کے زمانہ تک ہی محدود نہیں ہے۔ اس وقت بھی برکت غلامان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہے۔ مواہب میں قشیری جہ شہر علیہ سے نقل ہے۔ کہ ان کا بیٹا سخت بیمار ہو گیا۔ خواب میں انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا۔ اور عرض کیا کہ ان کے فرزند کے لئے دعا فرمائیں۔ فرمایا آیات شفا کیوں بھول گیا۔ قشیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ کہ میں بیدار ہوا۔ تو غور کیا۔ چھ جگہ قرآن لفظ میں آیات شفا کھولیں :-

اول۔ دِیَشْفِ صَدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ۝

ووم۔ فِیْہِ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُورِ ۝

سوم۔ یَخْرُجُ مِنْ بَطْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُہِ فِیْہِ شِفَآءٌ لِّتَلَّاسِ ۝

چہارم۔ وَنُزِّلَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝

پنجم۔ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ بَشْفِیْنَ ۝

ششم۔ قُلْ هُوَ الَّذِیْ یُنِیْ اُمُّوْا هٰذَا وَشِفَآءٌ ۝

ان آیات کو میں نے لکھا۔ اور دعو کو فرزند کو پلایا۔ ایک نسخہ میں شفا ہو گئی۔

ایسا ہی ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ابوبکر بن علی قید ہو گیا۔ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ کہ جبریل علیہ السلام آپ کے ساتھ ہیں مجھے فرمایا کہ ابوبکر سے کہہ دو کہ وہ دُعا کے رب جو صحیح بخاری میں ہے پڑھے۔ تاکہ خدا تعالیٰ اس کی تکلیف کو رفع کرے چنانچہ میں نے صبح ابوبکر کو اس دعا کی اطلاع دی۔ دُعا کا پڑھنا تھا کہ وہ قید سے رہا ہو گیا۔

دُعا کے رب یہ ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْحَكِيمُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ اس شعر کا تنوید ہر بیمار خصوصاً پاگل آدمی کے لئے مجرب ہے۔

عمر بن احمد کہتا ہے۔ کہ میرے استاد کی بیوی کو مرض جنون تھا۔ ہر وقت جھنجھتی رہتی تھی۔ اور ایک ساعت قرار نہیں تھا۔ میرے استاد نے کہا۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں عرض حال لکھو۔ میں نے عرض حال حمد و صلوة سے شروع کی۔ اور اس میں عرض کیا کہ آپ تمام امراض کے دفع کرنے میں ہمارے شفیق ہیں۔ ہم آپ سے اس بیماری کی دعا چاہتے ہیں شفاعت فرمائیں کہ یہ بیماری دفع ہو۔ یہ عرض مکتوبہ قافہ حجاج کو دی گئی۔ اور ہم دنوں کو شمار کرتے رہے چند دنوں کے بعد اس عورت کو بالکل آرام ہو گیا۔ جب قافہ واپس آیا۔ تو حساب کرنے سے یوم شفا وہی دن تھا جن دن قافہ روضہ مطہرہ میں پہنچا۔

مصرع ثانی میں جو محتاجوں کا قید سے چھڑانا مذکور ہے۔ اس سے مراد کفار بھی ہو سکتی ہے۔ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آئے۔ اور قید ہوئے۔ اور پھر ان کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رہا کر دیا۔



ایک اور مشہور قصہ کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک ہرنی نے جو ایک اعرابی کی قید میں تھی حضور علیہ السلام کی خدمت میں فریاد کی۔ کہ اس کے دو بچے اس پہاڑ میں ہیں۔ آپ مجھ کو اس شکاری سے اجازت لے لیں کہ میں اُن کو دودھ پلا کر واپس آ جاؤں چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت لے دی۔ اور ہرنی دودھ پلا کر واپس آ گئی۔ وہ اعرابی یہ معجزہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ اور ہرنی کو چھوڑ دیا۔ ہرنی خوشی سے چوڑیاں بھرتی اور اَشْتَحَدُ اِلَہَ اِلَّا اللہ اِنَّکَ رسولُ اللہ کنتی جُحَل کو نکل گئی۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر حضور علیہ السلام کا بندے کو مائی دینا اور کیا ہو گا۔ کہ معاصی کی زنجیروں میں جکڑے ہوؤں کو آپ نے نفسِ شیطان کی قید سے مائی بخشی۔ اور جہنم کے گڑھے میں گرنے والوں کو آتشِ سوزاں سے بچا لیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی طرف الفاظِ اغلال اور انقذ گھر میں اشارہ کیا گیا ہے۔

(۸۷) **وَاحْتَبِ السَّنَةَ الشَّهْبَاءَ دَعْوَتُهُ  
حَتَّى حَكَّتْ غُرَّةً فِي لَأَعْصِرِ الدُّهْمِ**

کرفزندہ دعوتش از ابر سال خشک را تا کہ شد از سالہائے سبز برتر خوش نما  
واو عاطفہ۔ اَحْتَبْتُ جیسٹہ ماضی۔ اَحْتَبْتُ زندہ کرنا۔ یہاں مراد سرسبز اور شاداب کرنے سے ہے۔ سَنَۃُ سَالِ شہبَاءِ مَوْتُث ہے۔ اشہب کی۔ چھفت، سَنَۃُ کی۔ وہ اَعْصِرُ جس میں سفیدی یادہ ہو۔ السَّنَۃُ الشَّهْبَاءُ سے مراد سخت قحطِ سال ہے جس میں کوئی سبزی نظر نہ آئے۔ بلکہ ہر طرف سفید زمین ہی دکھائی دے۔ دَعْوَةُ بَلَاۃِ۔ دُعا کرنا۔ ہا کی ضمیر حضور علیہ السلام کی طرف ہے۔ حَكَّتْ فعل ماضی۔ حکایت مشابہ اور مانند ہونا۔

غیر سفیدی بقدر درہم یا اس سے زیادہ۔ جو گھوڑی کی پیشانی پر ہو۔ یا غرہ کے معنی مجازاً نیریز زینت کے ہیں۔ اَعْصَرَ جمع غصہ یعنی زمانہ۔ دَعْوَةُ جمع ادھم سیاہ۔ اِلَّا عَصْرُ الدُّهْمِ سرسبز و شاداب نہ مانہ ہے۔ جو کھیتوں اور گھاس کی کثرت سے سیاہ معلوم ہوتا ہے۔  
ترجمہ۔ آپ کی دعا نے خشک سال کو ایسا سرسبز اور شاداب کر دیا۔ کہ وہ سبز سالہائے زمانہ کی پیشانی کا زینت ہو گیا۔

تشریح۔ آپ کی دعا سے سفید سال کو جس میں بارش نہ ہونے کے باعث زمین بے رنگ ہو گیا۔ اور سفید نظر آتی تھی ازندہ کر دیا۔ اس میں زمین کثرتِ زراعت اور گھاس سے سرسبز ہو گئی۔ یہاں تک کہ وہ سفید سال زمانہ کے اُن سیاہ سالوں کے مشابہ ہو گیا جس میں سفیدی اس قدر غھوڑی تھی۔ جیسے گھوڑے کی پیشانی پر سفیدی۔

اس میں اعلیٰ درجہ کی فصاحت ہے۔ قحط کے سال کو سفید گھوڑے سے تشبیہ دی بطرح اس کی رنگ سفید ہوتا ہے۔ زمین کی رنگ سفید تھا۔ اس میں کوئی لگ اس پات نہ تھا۔ پھر خشک سال کو سیاہ گھوڑے سے تشبیہ دی۔ یعنی تمام زمین سبز ہو گئی۔ اگر کہیں زمین خشک ہو گئی۔ تو وہ اس قدر تھی جس قدر کہ کیت یا کت بین گھوڑے کی پیشانی میں سفیدی ہوتی ہے۔

یادہ معنی کہ وہ خشک سال جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی تھی۔ ایسا سرسبز ہوا کہ دوسرے سرسبز سالوں میں ممتاز اور باعثِ زینت ہوا جس طرح گھوڑے کے لئے ماتھے کی سفیدی باعثِ تازیانہ اور موجبِ زینت ہوتی ہے۔  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہے تھے۔ و زمانہ سخت قحطِ سال کا تھا۔ ایک اعرابی نے سوال کیا۔ حضرت دُعا فرمائیں۔ قحط سے۔



جانور مر گئے۔ اور آدمی جھوک سے تنک آ گئے ہیں۔ پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کیلئے  
 ہاتھ اٹھائے۔ باد بوزیک آسمان پر کوئی علامت ابرو نہیں تھی۔ گردن کمالی چٹنا اٹھی اور  
 موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ پس نے دیکھا کہ بارش کی پانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش  
 مبارک پر سے بہا تھا۔ پس برابر آئندہ جب تک بارش ہوتی رہی۔ پھر ایک شخص نے جا کر  
 عرض کیا کہ حضرت! مکان گر گئے ہیں۔ اور مال و متاع ڈوب گیا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے دعا فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ حَوِّ الْاَيُّمَ الْاَيُّمَ الْاَيُّمَ الْاَيُّمَ الْاَيُّمَ الْاَيُّمَ الْاَيُّمَ الْاَيُّمَ الْاَيُّمَ الْاَيُّمَ الْاَيُّمَ الْاَيُّمَ  
 اور مدینہ شریف کے گرد و نواح اور بارشوں اور وادیوں پر اس کثرت سے بارش ہوئی کہ ایک مہینے  
 تک نہی نامے پئے۔ یہ اس شعر کا ایک سوا ایک فدا ایک جماعت کا پڑھنا تھو کو دور  
 کرتا ہے۔ مگر ہر ایک خود پڑھے۔

(۸۸) بَعَارِضٍ حَادٍ اَوْ خَلَّتِ الْبَطَاحُ بِهَا  
 سَيِّبًا مِّنَ السَّمَاءِ اَوْ سَيِّبًا مِّنَ الْعَرَمِ

وادی بطحا شدہ دریا باز منجر جسم | یا بدانی آمدہ سیلاب وادی عرم

بعارض تعلق اخیث کے ہے۔ عارض بادل۔ حاد فعل ماضی۔ بخود بہت بڑھا  
 اور بہت بڑھا خلت ماضی خیال یعنی ظن کرنا۔ اور گمان کرنا افعال قلوب میں ہے۔ اور  
 حرف اذ یعنی الی ان ہے۔ بطاح جمع بطحہ یا بطحا وادی۔ ہا۔ باسیبہ ہاضمہ ثبوت مجرور  
 وارجع بعارض تباوہل صاحب۔ عیب بالفتح دریا کا بہاؤ بخشش و ہش من الیم میں من رہا بیہ

۱۔ خدا یا مدینہ کے باہر اگر مدینہ کو برسنے کا حکم دے اور ہمارے حق میں حضرت ثابت ہو۔

۲۔ منہم مضمیم و سکون نون و فتح سین ہمارے کسریم اسم ناعل از باب افعال یعنی بار بار دہ۔

سبب کی صفت یا حال اسی طرح سبب اور من العرم۔ یعنی دریا۔ سبیل رو۔ عرم بفتح اول  
 و کسرت ثانی ایک وادی کا نام ہے۔ سخت بارش +

ترجمہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی دعا نے خشک سالی کو ایسے بادل کے ذریعہ سبب  
 کر دیا۔ جو خوب لکھول کر برسا۔ یہاں تک کہ وادیوں پر دریا کا گمان ہوتا تھا۔ یا ایسا  
 معلوم ہوتا تھا۔ کہ عرم کا سیلاب اس میں ٹوٹ پڑا ہے +

تشریح اس قدر پانی زور سے چدنا تھا کہ دیکھنے والے کو ریشہ پیا ہوتا کہ ان  
 میں کثرت بارش سے وادیوں میں دریا ٹوٹ کر آ پڑا ہے۔ یا بند عرم ٹوٹ گیا ہے +  
 عرم ایک وادی کا نام ہے۔ جس نے ایک دفعہ طغیانی کے باعث شہروں کو برباد  
 کر دیا۔ جب ملک بلقیس اس ملک پر مستط ہوئی۔ تو اس نے اس وادی کی روک کے واسطے  
 ایک بند چھروں کا بندھوا دیا اور بحرین کے اصول کے مطابق دونوں طرف اس کا دھلو ان کھا۔  
 اور پانی کے نکلنے کے لئے دوسری طرف استہ بنا دیا۔ اور اس بند کی تعمیر سے جب ملک  
 غرقابی سے محفوظ ہو گیا۔ تو سیکڑوں باغ آباد ہو گئے +

کہتے ہیں کہ اس قدر باغ ہو گئے تھے۔ کہ اگر کوئی شخص ٹوکرا سر پر رکھ کر کچھ فاصلہ پر جاتا۔  
 تو بغیر اس کے کہ وہ درختوں کو ہانا۔ اس کا ٹوکرا میوؤں پر ہو جاتا۔ اس خط کی آب ہو معتدل  
 اور صحت بخش تھی اور سانپ۔ بچھو۔ کھٹی۔ چھڑ۔ پٹو۔ جو ک نام و نشان تک نہیں تھا۔ بلکہ جو  
 شخص بہرے آتا۔ اس کی جوئی اور پتھر جاتے۔ ان لوگوں کو خدا تعالیٰ نے ہر ایک قسم کی  
 نعمتیں عطا کیں۔ پھر انہوں نے نعمت کا کفران اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا۔ خدا تعالیٰ  
 نے ایک اندھے جو ہے کو ان کی بربادی پر سزا کیا۔ اس نے بند میں سوا کھ کیا جس سے وہ بند  
 ٹوٹ گیا اور ان کے کائنات اور باغات ڈوب گئے۔ قرآن مجید میں قصہ مذکور ہے +



# الفصل الثانی فی شرح القرآن مجید

دَعْنِي وَصَفِي آيَاتٍ لَهُ ظَهَرَتْ  
ظُهُورًا الْقُرَى لَيْلًا عَلَى عِلْمِ

(۱۸۹)

وصف عجائز کنم کما شایع بنیاد آشکارا چوں ضیاء آتش دعوت ثبت کو ہر سہا

دَعْنِي - ودع ترک کرنا۔ اصل میں تھا۔ یا حبیبی دعنی در حرفت او بھنے مع  
یعنی مفعول معذ۔ وصف بیان کرنا۔ مراد لغت۔ آیات جمع آیت۔ معجزہ لہ کی ضمیر مجرور  
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ارجع ہے۔ ظہرت۔ ظہور آشکارا ہونا۔ نارا القری  
نہانی کی آگ۔ قری بکسر القاف المنقط غیافت۔ علم بلند پہاڑ۔

توجہ ۸۸۔ اے دوست مجھ کو سرف در ایہ صلوٰۃ والسلام کے ان معجزات کی  
تعریف میں لگا ہننے دے۔ جو اس طرح روشن ہیں جس طرح باد پشین سخی عربوں کی  
وہ آگ جو بلند ٹیلوں یا پہاڑوں پر رات کے وقت اس لئے روشن کی جاتی ہے  
کہ کوئی بھولا بھٹکا مسافر رات کے وقت آجائے۔

تشریح۔ ناظم علیہ الرحمۃ کہتا ہے۔ کہ میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی سعاد  
نہیں ہے۔ کہ میں اپنے آپ کو لغت ہی کا وقف کر دوں۔

معجزات کو اس آگ کے ساتھ اس لئے تشبیہ دی گئی ہے۔ کہ جس طرح آگ کو  
دیکھ کر راستہ بھولے ہوئے لوگ ہستہ پر آجاتے ہیں۔ اسی طرح ان معجزات کو دیکھ کر

گمراہ لوگ اسلام کو اختیار کرتے ہیں۔ اور نیز یہ معجزات ایسے روشن اور باہر ہیں جیسے فطرت  
کی آگ۔ جو دور سے دکھائی دیتی ہے۔ اور کسی کو اس کی نسبت شک شبہ نہیں ہوتا۔

فَالَّذِينَ يَزِيدُهُمْ حَسَنًا وَهُوَ مُنْتَظَمٌ  
وَلَيْسَ يَنْقُصُ قَدْرًا غَيْرُ مُنْتَظَمٍ

(۹۰)

حسن آفتاب در شرتے باشد فرو کم نکرد قدر او گر آید از رشتہ بر

حرف فاعلت ہے شعر اسبق کی۔ نحو جمع ذرہ مفرد۔ از دیاد بوضا۔ حسن  
خوبصورتی۔ تیز ہے یزداد کی۔ منتظم بضم المیم و کسر الظاء البجۃ فی المصراعین  
لکھنے اشرع للذہری) راست و درست شہ نہ۔ یہ باب فتنال سے ہے۔ جو اکثر  
لازم آتا ہے۔ ینقص نقص سے کم ہونا۔ قدر مزیدہ تیز ہے ضمیر ینقص کی  
توجہ ۸۹۔ کیونکہ اگرچہ بھڑے ہوئے موتیوں کی قدر و قیمت کچھ کم نہیں ہو سکتی  
لیکن ان کے پرنے اور ہار بنانے سے ان کی خوبصورتی بڑھ جایا کرتی ہے۔

تشریح۔ معجزات اور اوصاف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خواہ نشر میں ہی ہوں  
ایکے بہا موتی ہیں۔ لیکن ان کو اگر نظم میں دکھایا جائے تو ان کی چمک مک چھ اور ہی  
ہوگی۔ اس لئے انہیں نظم میں لانا ایک اور خوبی رکھتا ہے۔

پچھلے شعر سے یہ اعتراض پیدا ہوتا تھا۔ کہ جب حضور علیہ السلام کے معجزات بالکل روشن  
ہیں تو پھر ان کے بیان کی ضرورت ہی کیسے؟ اس کا جواب یوں دیا ہے۔ کہ میں ان کو نظم  
میں بیان کرتا ہوں جس سے خوبصورتی زیادہ ہوگی۔ اور یاد دہانی میں سانی ہوگی۔ اور اشد  
نسبت شرفت زیادہ حاصل ہوتی ہے اس بیان میں طور پر مژدہ ہوگا۔ ان مزید بیان لکھو۔



(۹۱) فَمَا تَطَّوَّلَ أَمَالُ الْمَدِيحِ إِلَى  
مَا فِيهِ مِنْ كَرَمِ الْإِخْلَاقِ وَالشِّيمِ

واہو! اشد گردن میدارح بس بلند | سوئے اخلاق عظیم و سوئے خوشی احمد

حرف ناولت سہ اس امر کی جو شعر دعنی و وصفی میں مذکور ہوا: مَا تَطَّوَّلَ  
صیغہ ماضی: تَطَّوَّلَ بروزن تفاعل دراز ہوا کسی چیز کو دیکھنے کے وقت گردن اٹھانا۔

امال جمع اصل امید۔ مدیح تعریف یا تعریف کرنے والا۔ اِلَى مَا فِيهِ تَطَّوَّلَ کا مصدر اِلَى  
آتا ہے۔ چونکہ گردن بلند کرنے کو کسی چیز کی طرف دیکھنا لازمی ہے۔ اسلئے تطاول سبب  
کسی چیز کو دیکھنے کا۔ مَا فِيهِ۔ ما موصولہ۔ اے کی ضمیر حضور علیہ السلام کی طرف راجع  
ہے۔ مَرَجَ بیانیہ کو مولا اخلاق بیان کئے برگزیدہ شہ جمع شہرہ خصلت خصائل طیبہ انبیہ +

ترجمہ: کیونکہ حضور علیہ السلام کی ذات میں جو خلاق اور شمایاں صفتیں وہ بر قدر  
عالی پایہ ہیں۔ کہ مدح و مداح کی اُمیدیں اُن کو گردن اٹھا کر نہیں دیکھ سکتیں۔ یعنی  
مدح سے اُن کا حصر نہیں ہو سکتا +

تشریح: الفاظ دعنی و وصفی آیات سے مفہوم ہوتا تھا کہ ناظم نے معجزات کے بیان  
پر اقتصار کیا ہے۔ اوصاف کو نہیں لیا اس کا سبب بیان کرتا ہے کہ اوصاف علی اللہ علیہ السلام کی کوئی  
حد نہایت نہیں ہے۔ اُن کے شمار آورد رایت کے لئے مدح اور مداح کا حوصلہ نہیں ہو سکتا۔ کہ انکی  
طرف گردن بلند کئے اُن کا اندازہ لگا سکے یا دیکھ سکے اس لئے صرف معجزات کے بیان پر اکتفا کیا گیا +  
مدیح سے مراد مجازاً ناظم علیہ الرحمۃ کی ذات ہے۔ فیاضہ کی یہ نظم کی فصاحت اور بلاغت  
غیبے شمار اس ابتدائی تک پڑا نہیں کر سکتی جس پر کہ حضور علیہ السلام کے اخلاق ہیں +

آيَاتُ حَقِّ مِنَ الرَّحْمَنِ مُحَدَّثَةٌ  
قَدِيمَةٌ صِفَةُ الْمُوصُوفِ بِالْقَدَمِ

نازل از رحمن شد آیات قرآن عظیم | چون قدیم است کلامش نیز می شد قدیم

آیات جمع آیت۔ نشان مراد آیات قرآن۔ آیات حق خبر ہے مبتدئہ محذوف کی۔  
ای ابھرا المعجزات آیات حق۔ یا اس کا مبتدا القرآن ہے۔ اِی القرآن آیات حق۔ حق  
امر است جس میں انکار کی گنجائش نہ ہو مراد قرآن شریف۔ محدثہ پیدا کی گئیں۔  
قدیمہ دیرینہ جس کا ابتداء نہ ہو۔ آیات حق مبتدا من الرحمن صفت آیات۔ محدثہ  
خبر۔ قدیمہ خبر ثانی۔ صفة الموصوف بالقدم ایک دلیل ہے آیات حق  
کے قدیم ہونے کی +

ترجمہ: آیات قرآن جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل کئے گئے ہیں باعتبار لفظ  
اور نزول کے حادث ہیں اور باعتبار اس کے کہ موصوف بالقدم کی صفت ہیں قدیم ہیں  
تشریح: یعنی الفاظ قرآنیہ اس وجہ سے کہ وہ الفاظ ہیں اور لکھے جاتے ہیں۔ اور  
رفتہ رفتہ نازل کئے گئے ہیں حادث ہیں۔ اور اس وجہ سے کہ کلام نفسی صفت اعتبار سے  
کی ہے اور خدا تعالیٰ کی ذات قدیم ہے اس لئے آیات بھی قدیم ہیں کیونکہ قدیم کی  
صفت حادث نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ علم کلام میں اس کی بحث ہے اس شعر میں سب سے  
بڑے مشہور مسلم مجتہد اقرآن شریف کا ذکر ہے جس پر تمام اسلام کا مدار ہے۔ اور  
اُس کی حقیقت کو مختصر الفاظ میں ظاہر کیا گیا ہے +

قرآن مجید کے قدیم یا حادث ہونے میں سات مذہب ہیں۔ اور یہ بحث علم کلام میں نہایت



بسط کے ساتھ مذکور ہے۔ اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے۔ کہ کلام الہی بذاتہ قدیم  
غیر مخلوق ہے۔ اور ہمارا اس کو پڑھنا اور لکھنا۔ اور اس کا جناب پیغمبر خدا صلے اللہ  
علیہ و آلہ وسلم پر نازل ہونا۔ یہ سب سورت عادت ہیں +

(۹۳) لَمْ تَقْتَرِنَ بِزَمَانٍ وَهِيَ تَخْبِرُنَا  
عَنِ الْمَعَادِ وَعَنْ عَادٍ وَعَنْ نَادِمٍ

نہیں مقرون با زمانہ کی خبر دے گی۔ یعنی از عدا و ارم و زمانہ سے  
لم تَقْتَرِنَ صیغہ جحد ہے ضمیر آیات کی طرف راجع ہے۔ اذقون نزدیک ہونا۔  
آپس میں ملنا۔ زمان وقت۔ وہی تخبرنا۔ ہی کی ضمیر آیات کی طرف راجع ہے۔  
تخبر صیغہ مضارع واحد مؤنث غائبہ اس کا فاعل ضمیر ہے۔ جو آیات کی طرف راجع ہے۔  
نَا۔ تخبر کا مفعول ہے۔ اخبار خبر دینا۔ معاد جانے بازشت۔ مراد قیامت۔ عَاد  
ایک قدیم قبیلہ کا نام ہے۔ ارم کی نسبت بعض مفسرین لکھتے ہیں۔ کہ وہ ایک محل کا نام  
جو شہاد بن عاونے بنوایا تھا۔ مگر علامہ ابن خلدون نے ثابت کیا ہے کہ وہ ایک قبیلہ کا  
نام ہے۔ اور یہی معنی صحیح میں تفصیل کے لئے دیکھو مقدمہ ابن خلدون عادی بن ارم  
قوم ہو و علیہ السلام کا بزرگ تھا +

ترجمہ۔ وہ آیات قرآنیہ کسی زمانہ (حال یا استقبال یا ماضی) کے ساتھ مقرون  
نہیں ہیں۔ مگر با اینہو ہم کو آخرت اور قوم عدا و ارم سے اطلاع دیتی ہیں یعنی  
خود تو ان کے لئے زمانہ نہیں ہے۔ مگر زمانہ کے حالات اطلاع دیتی ہیں +  
تشریح۔ یہ کلام گویا ایک گوندہ اطہار تعجب پر مبنی ہے۔ کہ خود آیات قرآنیہ کسی

زمانہ سے متعلق نہیں۔ یعنی دیگر مخلوق کی طرح زمانی اور مخلوق نہیں ہیں۔ کیونکہ قدیم ہیں  
اور قدیم زمانہ کے آثار سے بری ہوتا ہے۔ مگر وہ ازمنہ ثلثہ اور معاد کے حالات کو  
نہایت وضاحت بیان کرتی ہیں۔ آیات ذیل میں غور کرو +

(۱) اَوَلَمْ يَرِ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُبِينٌ ۚ وَ  
صَرَبَ لَنَا مَثَلًا ۚ وَكُنِيَ خَلْقُهُ ۚ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۚ قُلْ  
يُحْيِيهَا الَّذِي اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ

(۲) ثُمَّ اَتَاكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ تَبَعْتُونَ ۚ

(۳) اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ تَرْتَجِمَ عِظَامَهُ بَلَىٰ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ  
تَسُوِيَ بَنَانَهُ ۚ

(۴) اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا ابْعَثْنَاهُ فِي الْقُبُوْرِ ۚ

قوم عدا کے متعلق پڑھو۔ وَاِلٰى عَادٍ اٰخَاهُمْ هُودٌ ۚ قوم عدا نے تمام شہر  
پر جو عمان اور حضرموت کے درمیان تھے قبضہ کر لیا تھا۔ یہ قبیلہ بت پرست تھا۔ ہود  
علیہ السلام کو جو اس قبیلے سے تھے ان کی ہدایت کے لئے خدا تعالیٰ نے بھیجا۔ مگر وہ کافران  
نہ لائے۔ بلکہ ان کی سرکشی روز بروز بڑھتی گئی۔ خدا تعالیٰ نے تین سال تک بارش بند  
کر دی۔ آخر وہ بھوک سے مرنے لگے۔ اس زمانہ میں قاعدہ تھا۔ کہ مسلمانوں یا کافروں پر  
کوئی مصیبت نازل ہوتی۔ تو ہست ہست میں جا کر دعا مانگتے۔ قوم عدا نے ستر آدمی اس دعا  
کے لئے منتخب کئے۔ ان کے سر اذیل بن عمر نے کعبہ میں جا کر یوں دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ اسْقِ  
عَادًا اَمَّا اَلَنْتَ تَسْقِيْهِمْ ۚ خدا تعالیٰ نے تین بادل پیدا کئے۔ سفید۔ سُرخ۔ سیاہ۔ قیل بن  
عمر کو آسمان پر ایک وار سنانی دی۔ کہ ان میں سے ایک بادل تم پر بھیجا جائیگا جس کو تم پسند کرو



قیس نے سیاہ بادل اس خیال سے کہ اس میں پانی زیادہ ہوتا ہے پسند کیا۔ چنانچہ اُس بادل کی ایک کالی گٹھا اٹھی جس کو دیکھ کر وہ لوگ بہت خوش ہوئے۔ کہ بہت برس سے دالی گٹھا آئی ہے۔ حالانکہ وہ تند ہوا تھی جس نے ان سب ہلاک کر دیا۔ مگر یہودی علیہ السلام اور ان کے پیروں سلامت رہے۔

ایسا ہی آیات ادرہ کے حالات کو بیان رتی ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف سورۃ النجر میں آیا ہے۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلْنَا بِعَادٍ اِدرَہَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ

تفصیل یہ ہے کہ عاد بن ارم کے دو بیٹے تھے ایک کا نام شداد دوسرے کا نام مشدید تھا۔ یہ دونوں ملک بنیا پرسلط ہو گئے۔ شدید مر گیا۔ اور شداد اکیلا سلطنت کا مالک ہو گیا۔ شداد نے بہشت کی تعریف کتابوں میں پڑھی تھی۔ اس وقت اُس کی عمر نو سو برس کی تھی۔ اُس نے اپنے وزیر کو حکم دیا کہ وہ کسی دلکش خط میں ایک بہت وسیع باغ بنائیں۔ چنانچہ وزیر نے عدن کے پاس ایک قطعہ زمین انتخاب کیا۔ اور اس میں ایک عالیشان محل بنایا۔ اُس کی دیواروں پر سونے کے بیل بوٹے تھے۔ اور محرابوں میں نعل و جواہر لٹکے تھے۔ اُس کے ارد گرد بہت وسیع باغ بنایا جس میں تمام دنیا کے عمدہ عمدہ درخت ٹم دار لگائے گئے۔ اور پانی۔ دودھ۔ شہد کی نہریں اُس میں جاری تھیں۔ اور شداد کے سینکڑوں وزیر تھے۔ ہر ایک کا محل علیحدہ علیحدہ شان و شوکت اور ان کے وسط میں بادشاہ کا محل تھا۔ جب یہ عمارت مکمل ہو گئی۔ تو شداد نے اپنے قبائل اور وزراء کے اُس کے دیکھنے کے لئے دارالسلطنت سے چلا۔ جب ایک منزل باقی تھی۔ تو ان پر بجلی پڑی۔ سب کے سب فنا ہو گئے۔ اور محل کا دیکھنا نصیب نہ ہوا۔

دل کی دل میں ہی بات نہ ہو پانی | ایک بھی اس سے ملاقات نہ ہو پانی

(۹۴) دَامَتْ لَدُنَا فَاَقَاتُ كُلِّ مَعْجَزَةٍ مِنَ النَّبِيِّينَ اِذَا جَاءَتْ وَلَمْ تَدْرِم

بزرگوار! میں مجرہ بر معجزات انبیاء | معجزات نشان و علم باقی است این دما  
دَامَتْ یعنی باقی دوام ہمیشہ ہونا فعل امت ضمیر راجع بابیات۔ لَدُنَا۔ لدی نزد پاس۔ نَا ضمیر جمع۔ دراصل یہ لدن بمعنی نزد کے۔ دوسری لغت ہے۔ قرآن مجید کی سورہ یوسف میں ہے۔ وَالْأَفْئِدَیَّ سَیِّدَ هَآلِکَ الْیَآبِ۔ دامت لدینا یہ آیات ہمیشہ ہمارے پاس رہیں گی۔ فَاَقَاتُ۔ فاعلت کی ہے۔ لَدُنَا کی قید اس لئے لگائی ہے۔ تاکہ مادام عند اللہ و مادام عند الانسان کا فرق ظاہر ہو۔ جو چیز خدا کے پاس ہوتی ہے وہ لا متناہی زمانہ تک قائم رہتی ہے۔ بلکہ زمانہ کے گزرنے یا آیندہ آنے کا اُس کی نسبت اطلاق بھی نہیں ہوتا۔ بخلاف اس چیز کے جو انسان کے پاس ہے۔ معجزہ وہ مخرق عادت جو انبیاء علیہم السلام بطور ثبوت نبوت ظاہر ہوتا ہے۔ جب کوئی ان کی نبوت کا انکار کرے۔ جَاءَتْ وَلَمْ تَدْرِم کی ضمیریں معجزہ کی طرف راجع ہے۔

ترجمہ۔ آیات قرآنیہ ہمیشہ کے لئے بطور زندہ معجزہ ہمارے پاس رہیں گی۔  
سواں خصوصیت یہ کہ معجزوں پر جو انبیاء علیہم السلام سے صادر ہوئے ہیں فائز ہیں کیونکہ وہ معجزے صرف اسی وقت کے لئے تھے۔ بعد میں صرف حکایات ہو گئے۔  
تشریح۔ آیات قرآنیہ ایسا معجزہ ہیں۔ جو ہر زمانہ میں قائم رہے گا۔ اور کوئی شخص اس کلام مقدس کا کسی طرح مقابلہ نہیں کر سکے گا۔



اگر کوئی اعتراض کرے کہ توریت و انجیل بھی بدستور موجود ہیں۔ اور موجود رہیں گی۔ تو پھر قرآن شریف کی خصوصیت کس وجہ سے ہے؟

اس کا جواب یہ کہ توریت اور انجیل کے بعض آیات میں تغیر و تبدل کیا گیا ہے۔ اور ان میں تحریف ہو چکی ہے۔ لیکن قرآن شریف اپنی اصلی حالت پر بلا تغیر و تحریف ہمیشہ کے لئے موجود رہیگا۔ اور عقل سلیم بھی یہی فتوے دیتی ہے کہ توریت انجیل کے بعد جب آخری آسمانی کتاب (قرآن مجید) کا نازل ہونا مقدر تھا۔ تو یہ وصف ان کتب سابقہ میں ہرگز نہیں ہونی چاہئے تھی جس طرح نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اور کوئی نبی نہیں آئیگا۔ اسی طرح کوئی اور کتاب بھی آسمان سے نہیں ہوگی۔ اس لئے ظاہر ہے کہ ایسی کتاب من کل الوجوہ مکمل اور جامع ہونی چاہئے۔ الحمد للہ کہ قرآن مجید ایسی ہی کتاب ہے۔ اور یہی کتاب اہل اسلام کے پاس بمنزلہ ایک مضبوط قلعہ کے ہے جس پر مخالفین کبھی غالب نہیں آسکیں گے۔ اور یہی اس کتاب کا عظیم الشان معجزہ ہے۔

(۹۵) **حُكْمَتْ فَمَا يَبْقِيَنَّ مِنْ شُبْهِهٖ  
لِذِي شِقَاقٍ وَلَا يَبْغِيَنَّ مِنْ حَكَمِ**

حکم اند آیات قرآنی نہ نقص و ختم  
نئے حکم خواہند بخود از شاو ک شُبْہ صا

محکمات بتشدید کان فتوح جمع محکمہ حکامات خبر بعد خبر ہے حکم سے شق ہے  
تحکیم کسی کو حکم کرنا۔ محکمہ بلا تشدید مضبوط۔ قوی۔ استوار۔ منہام و متنزلزل نہ ہونے والا۔ اگر  
محکمات بلا تشدید سے آیات محکمات بلا تشدید مراد لجاویش۔ تو تشدید ضرورت شعر کی ہے

اور اہل اصول کی اصطلاح میں محکمات وہ آیات ہیں۔ جو اپنے معنوں پر بلا کسی شبہ و احتمال کے دلالت کریں۔ قرآن کریم کی آیات کو دس قسم پر تقسیم کیا جاسکتا ہے:-

(۱) بشیر۔ جن میں مژدہ دیا گیا ہو۔

(۲) نذیر۔ جن میں لوگوں کو ڈرایا گیا ہو۔

(۳) ناسخ۔ جو کسی پہلے حکم کو منسوخ کرے۔

(۴) منسوخ۔ جس کا عمل یا مفہوم بوجہ ناسخ بدل جائے۔

(۵) حکم۔ وہ آیت جس کے معنے صاف ہوں۔ اور دوسرے کسی معنے کا احتمال نہ ہو۔

(۶) مشابہ۔ جس کے معنے میں شبہ یا احتمال ہو۔

(۷) موعظت۔ جس میں نصیحت ہو۔

(۸) مش۔ جس میں کوئی مثال بیان کی گئی ہو۔

(۹) حلال۔ جس میں حلال چیزوں کا ذکر ہو۔

(۱۰) حرام۔ جس میں حرام چیزوں کا ذکر ہو۔

فما یبقینا نافرغ لیج کے لئے۔ مانافیر۔ یبقین صیغہ جمع مؤنث۔ ابقا باقی رکھنا۔

من زائدہ شبہ شک لب جمع شبہ۔ لذی شق شق صفت شبہ۔ شقاق خلاف کرنا۔ ذی

شقاق مراد مخالف۔ لایبغین صیغہ جمع مؤنث۔ بغیہ تلاش کرنا۔ مراد محتاج نہ ہو۔ حکم

منصف جو دو فریق کے درمیان فیصلہ کرے۔

توجہ :- وہ آیات قرآنیہ امور متنازعہ فیہا کیلئے حکم بنائی گئی ہیں۔ چونکہ تو کسی

مخالف شک باقی چھوڑتی ہیں۔ اور نہ اپنے فیصلوں میں کسی دوسرے حکم کی طالب ہیں۔

تشیویم۔ امور شرعیہ کے انضام میں غنائے نے آیات قرآنیہ کو حکم بنایا ہے



ہر ایک امر کی نسبت قرآن مجید فیصلہ کرتا ہے۔ پس اس عتوت میں آیات قرآنیہ کے احکام  
ما لائق ہیں اور ان میں مطلقاً شبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ ان سے حق کا اظہار ہوتا ہے اور  
حق کے بعد کجی باطل کے اور کیا رکھا ہے ؟

(۹۷)

مَا حُورِبَتْ قَطُّ إِلَّا عَادَ مِنْ حَرْبٍ  
أَعْدَى الْأَعَادَى إِلَيْهَا مُلْقَى السَّلَامِ

بدترین دشمن شاں گر میدانِ ناخستہ | باز آمد از مذمتِ طرحِ اندختہ

مانانیہ حُورِبَتْ عینہ مضی مجہول ضمیر راجع بطرف آیات۔ محاذِ باہم جنگ کرنا  
بطور ہتھیار مراد مناظرہ ہے۔ قَطُّ ظرت زمان تاکید باضی منفی کے لئے۔ عاد۔ العود  
لوثنا۔ حَرْب بفتحین غیظ و غضب بطور ہتھیار جنگ سے منسوب ہونے کو مضبوط علیہ مراد  
لیا گیا ہے۔ اور بعض نے لکھا ہے۔ کہ حرب بکول لاء المملۃ اور محاربہ معنی ایک ہی  
ہیں۔ اعدی الا عادی سخت ترین دشمنانِ اعدا۔ الیہا ضمیر راجع آیات کی طرف۔  
مُلْقَى عینہ اسم ناعل از انفا وانا اور ضمیر عادی سے اعلیٰ ہے۔ سلم و اطاعت و امتی ما حوربت  
قط الا عاد کے لفظی سننے پر ہیں۔ کہ آیات کبھی جنگ نہیں کرتیں اور الا فائدہ  
حصر کر دیتا ہے یعنی جب کبھی ان کا مقابلہ ہوا۔ دشمن میں پامنا +

توضیح ۸۸۔ جب کبھی ان آیات کا مقابلہ کیا گیا۔ تو انجام یہ ہوا۔ کہ صعب ترین دشمن نے  
بھی اپنی سلامتی کیلئے ہتھیار ڈال دیا اور اللہ کے میاں اطاعت بطور ہتھیار ہتھیار ڈالنا مراد لیا گیا ہے  
تشریح۔ آیات قرآنیہ کی تشریح بلاغت کا لہذا دشمنوں نے بھی مان کر ان کے سامنے  
صلح و اطاعت کی سپردالی۔ اور اعتراف کیا کہ اس کا مقابلہ ناممکن ہے +

(۹۷)

رَأَتْ بِلَاغَتِهَا دَعْوَى مَعَارِضِهَا  
رَدَّ الْغَيُورِ يَدَ الْجَانِي عَنِ الْحَرَمِ

از بلاغتِ کرد دعویٰ معارضِ مسترد | چوں غیورِ خانہ را در و گاہ از دست

مادت صیغہ واحدہ تث۔ بلاغت اس کا فاعل ہے۔ بلاغت کسی کا کمال کو پہنچنا۔  
اصطلاح میں کلام کا مقتضی حال کے مطابق ہونا۔ بشرطیکہ فصیح بھی ہو۔ المعارضۃ مقابلہ  
کرنا۔ معارض مخالف۔ حریف۔ غیور غیرت کنندہ۔ ید۔ ہاتھ۔ ایدی جمع۔ ایادی  
جمع الجمع۔ جانی اسم ناعل از جنایت یعنی گنہگار۔ حرم جمع حرمت مراد اس اہل محرم  
یا حرمہ بفتحین ہے۔ اور مال بہر دو کما داعد ہے +

توضیح ۸۸۔ آیات قرآنیہ کی بلاغت نے مخالف کے دعویٰ کو اس طرح روک دیا  
غیرت مند انسان کسی بدکردار کو اپنے حرم میں داخل ہونے سے روکتا ہے +

تشریح۔ قرآن شریف کا معجز ہونا عقل و نقل سے ثابت ہے۔ اور کسی ذی ہوش نے  
اس دعویٰ کی تکذیب نہیں کی۔ ہر ایک نبی اللہ کو ایک خاص معجزہ اللہ تعالیٰ نے عطا کیا  
ہے جو اس نبی اللہ کے اہل زمانہ کے طبائع سے ایک خاص مناسبت رکھتا ہو۔ مثلاً  
مولیٰ علیہ السلام اس زمانے میں مبعوث ہوئے جب سحر کا بہت چرچا تھا۔ اس لئے آپ کو  
ساحر کے مقابلہ میں عصا کا اثر دینا دیکھا نا عطا کیا گیا۔ جس پر وہ لوگ مطیع ہوئے۔  
اور مسیح علیہ السلام ایک ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے جب کہ علم طب کا بڑا زور تھا۔ اس لئے  
آپ کو مادر زاد اندھوں اور جذامیوں کو چھونے سے تندرست کر دینے کا معجزہ عطا ہوا  
ایضاً جنابِ پیغمبر علیہ السلام عرب میں ایک ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے۔ جب فصاحت بلا



کا بازار گرم تھا۔ عرب کا ایک ایک قبیلہ فصاحت و بلاغت کے زور سے اپنے مخالفین پر غالب آنا چاہتا۔ بادینشین لوگ لفظ و معنی کی بناوٹ پر اس قدر رو دیتے تھے کہ ان کے کلمات بلاغت لفظ حکمت کا مترادف سمجھی گئی تھی۔ اور شہری لوگ نفاست و تراکیب اور اسلوب بیان کو تشبیہ و استعارہ کے قالب میں ایسے طور پر ڈھسا لاکرتے تھے کہ سامعین سن کر دنگ رہ جاتے۔ بڑے بڑے فصیح و بلیغ خطیب جب سالانہ قومی مجالس میں کھڑے ہو جاتے۔ تو زور کلام سے اپنے دعویٰ کو منوا کر رہتے۔ اور بالمقابل حریف سے اس کا جواب سننے پھر ہر دو محققہ کے لئے حکم مقرر رہتے۔ جو راج اور مرجوح کا فیصلہ دیتے جس شخص نے اہل عرب کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ اس قسم کے سینکڑوں مشاعرے اور محاکمے کتب تاریخ میں مندرج ہیں۔ ہم بطور نظر چند ایک مفید مشاعروں کا ذکر کرتے۔ مگر افسوس کہ اس مختصر میں اس قدر گنجائش نہیں۔ الغرض صرف قرآن مجید ہی کے آیات مبینات تھے جنہوں نے ان دریدہ ہمتوں کا منہ بند کر دیا۔ اور باوجود مخالفت کے انہوں نے بحر اس کے چارہ نہ دیکھا کہ وہ اس کے طاقت بشری سے خارج ہونے کا اقرار کرتے ولید ابن غیفہ نے جو اپنے زمانہ کا مشہور فصیح و بلیغ تھا جس وقت حضور علیہ السلام زبان مبارک سے آیات اللہ یا مضر یا عدل و الا حسان و ابتداء ذی القربى و یغنی عن الفحشاء و المنکر و البغی یعطیکم لعلکم تذکرون سنی۔ تو بلا اختیار پر کار اٹھا۔ کہ بخدا اس کلام کا ظاہر حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے۔ اور اس کا باطن معنی خیز ہے اور بوجہ علاوت تلاوت کے تمام اقسام کلام سے نرالا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ غرضتیں سال تک لگاتار ان لوگوں سے معارضہ کی استعداد کی جاتی رہی۔ اور قاتوا بظہور حق من قبلہ سے زبردست متحدی ہوتی رہی۔ مگر انہیں بحر مذہب اور خسارت کے کچھ حاصل

نہ ہوا۔ اور نصر بن حارث جیسے بیباک نے عاجز آکر کچھ کہا تو یہ کہ ولونشاء لقلنا مثل هذا یعنی اگر ہم چاہتے تو ایسا کلام کہہ دیتے۔ مگر اس سخن کی حقیقت خود معلوم ہے کیونکہ محض رفع خجالت کے طور پر دفع الوقتی کی گئی ہے۔ لیکن اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا۔ کہ انہیں سنا دو۔ لَئِنْ اجْتَمَعَتْ اَکَلَسُ وَاَکْجَنُ عَلٰی اَنْیَا تُوَا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ کَانَ بَعْضُہُمْ لِبَعْضٍ فَہِیْرًا یعنی اگر تمام انسان اور جن مل کر بھی اس قرآن کا مثل لانا چاہیں تو ہرگز کامیاب نہیں ہوں گے۔ اگرچہ باہم ایک دوسرے کی مدد بھی کریں! مختصر یہ کہ جب زمانہ نبوت میں بڑے بڑے فصحا اور ملنا اس کے مقابلہ سے عاجز آ گئے۔ تو بعد میں جب وہ آثار ہی مفقود ہو گئے کون مقابلہ کر گیا؟ مذاہب بالحد کے مباحثہ کے وقت اور دفعہ پڑھ کر جانا حضم کو مناد کب ناہ

(۹۸)

لَهَا مَعَانٍ كَمَوْجِ الْبَحْرِ فِي مَدَدٍ  
وَفَوْقَ جَوْهَرِهِ فِي الْحُسْنِ وَالْقِيمِ

معنی شای موج دریا در مدد باہر مدد آیت تائید ثناء از کمرش بیشتر

لها ضمیر آیات کی طرف راجع ہے۔ معان جمع معنی۔ کہ تشبیہ۔ موج دریا کی ٹھاٹھ۔ مدد دیاری۔ و اعطف۔ فوق او پر۔ جوہر معرب گوہر۔ موتی جو دریا سے نکلتے ہیں۔ کہ کی ضمیر طرف بحر کے ہے حسن خوبصورتی۔ قیمر جمع قیمت۔  
توجہ ۹۸۔ آیات قرآنیہ کئی ایک معانی پر مشتمل ہیں۔ جو موج دریا کی طرح ایک دوسرے کے نوید ہیں۔ اور وہ خوبصورتی اور قیمت میں گوہر دریا سے کہیں بڑھ کر ہیں۔  
تشریح۔ جس طرح دریا کی ایک موج باہم دوسری موج کی مدد کرتی ہے۔ اسی طرح



ایک آیت دوسری کی مُد ہے اور اس کے مضمون کو ثابت کرتی ہے :

(۹۹) فَمَا تَعُدُّ وَلَا تُحْصِي عَجَائِبَهَا  
وَلَا تُسَامِعُ عَلَى الْإِكْتَارِ بِالسَّامِ

ہست در قرآن عجائب کا خصار آں محال | بیشتر چند اندر خوانی درست تا بدلال

فائدہ تبصرہ کے لئے ہے۔ مانند مضارع مہول منفی۔ اَعْدُّ شمار کرنا۔ وَاَوْ عاطفہ۔  
لَا تَحْصِي صیغہ مضارع مہول منفی۔ الاحصاء جمع کرنا۔ عَدُّ اور احصاء میں یہ فرق ہے  
کہ عَدُّ ایک ایک چیز کے گننے کو کہتے ہیں۔ اور احصاء بلا شمار اندازہ لگانا۔ عجائب جمع  
عجیبہ۔ ہر ایک ایسا امر کو کہتے ہیں۔ جو موجب حیرت ہو۔ مَا ضَمِيرٌ بِطَرَفِ آيَاتِ لَا تُسَامِعُ  
صیغہ نفی مضارع مہول مشتق ہے سوہر بمعنی خریدنے سے یعنی لَا تُشْتَرِي بِالْمَالِ  
يَا اس کے معنی ہیں لَا تَبْزَلُ محاورہ ہے۔ سامت السائلۃ اذ اتركت على حالها۔ میں نے  
چرنے والے جانور کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا۔ السَّامِعُ لَمَوْلٍ ہونا لفظی معنی یہ ہیں باوجود  
کثرت تلاوت کے وہ آیات ملال طبع کے ساتھ خریدی نہیں جاتیں۔ علیٰ مبغض۔ الْإِكْتَارُ  
کسی کام کا کثرت سے کرنا یعنی اگر قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کی جائے۔ تو تنگ دلی  
اور ملال نہیں آتا۔

توجہ ۱۱ آیات قرآنیہ کے عجائبات نہ گنے جاسکتے ہیں اور نہ جمع کئے جاسکتے ہیں  
اور باوجود کثرت تلاوت کے اُن سے ملال و استغیر نہیں ہوتا۔

تشریح ۱۱ کلام الہی کا خاصہ ہے کہ جس قدر کثرت تلاوت ہو اسی قدر رغبت اور لذت  
زیادہ ہوتی ہے۔ حالانکہ اگر کسی کلام کی بار بار تکرار کی جائے اُس سے دل اکتا جاتا ہے۔

مگر یہ قرآن کریم کا معجزہ ہے۔ کہ جس قدر پڑھا جائے۔ اسی قدر دل کو حظ حاصل ہوتا ہے۔  
در اصل مضمون ایک حدیث شریفہ اخذ کیا گیا ہے۔ جس کو ترمذی وغیرہ محدثین نے  
روایت کیا ہے۔ اور وہ الفاظ یہ ہیں۔ ان هذا القرآن لا يخلق على كثرة الرداد  
وَلَا تَنْقُضِي عَجَائِبَهُ بِأَيِّ مَعْنَى هِيَ۔ کہ قرآن مجید میں جس قدر تدریج و تکرار کیا جائے۔ نہ تو  
لحکات معام ہوتے جاتے ہیں اس لئے اس میں زیادہ تدریج و تکرار سے دل نہیں اکتاتا۔

(۱۰۰) قَرَّتْ بِهَا عَيْنُ قَارِيهَا فَقُلْتُ لَهُ  
لَقَدْ ظَفَرْتُ بِحَبْلِ اللَّهِ فَاَعْتَصِمْ

چشم قاری نے قرآن پڑھ کر ہاں دل سے کہہ دیا کہ تیرے ہاتھ نے میری آنکھ کی

قَرَّتْ صیغہ واحد غائب ماضی۔ عین اُس کا قائل۔ ہا کی ضمیر آیات کی طرف ہے۔  
الْقَرَّةُ آنکھ کی ٹھنڈک۔ قَارِي پڑھنے والا۔ فَقُلْتُ۔ فاء نصیبیہ جزائے شرط محذوف ای  
اذا قرئت عين القاري بقراءتها۔ فَقُلْتُ لَهُ جب قاری کی آنکھ اُس کے پڑھنے سے  
ٹھنڈی ہو گئی۔ تو میں نے اُس کو کہا۔ قُلْتُ صیغہ واحد تکلم۔ لَقَدْ میں تمہیں خبر دے رہا  
ہے۔ اِی۔ اللہ لَقَدْ ظَفَرْتُ۔ خدا کی قسم ہے تو کامیاب ہوا۔ ظَفَرْتُ صیغہ ماضی واحد  
مخاطب مذکر ظفر کسی چیز پر کامیاب ہونا۔ بَاء جارس لہ ظفرت۔ جبل اللہ مجرور خدا  
کی رسی۔ مراد خدا تعالیٰ کا کلام۔ فَاَعْتَصِمْ فاء نصیبیہ۔ اذا وجدت حبل اللہ  
فاعتصم بہ جب تجھے خدا کی رسی مل گئی۔ تو اُسے پکڑ رکھ۔ اِعْتَصَمَ کسی چیز سے  
چنگل کرنا۔ مَن اِعْتَصَمَ بِاللَّهِ فَقَدْ نَجَا  
توجہ ۱۱ جب پڑھنے والے کی آنکھ ان آیات شریفہ سے ٹھنڈی ہوئی۔ تو میں نے



اُس سے کہا کہ بیشک تو خدا تعالیٰ کے جل منین پر ظفر یاب ہو گیا۔ تو اسے مضبوط پکڑے  
تشریح۔ شاعر ایک وصف لازم بطور ایک افتد کے بیان کرتا ہے۔ حالانکہ کوئی  
معین قاری اُس کے سامنے موجود نہیں۔ یہ اسلوب بیان نہایت مؤثر ہے اور مقصود  
یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت اور تندر سے سرور حاصل ہوتا ہے۔ اور تصفیۂ قلب اُس کا وصف  
لازم ہے اِس لئے ہر ایک یا نذر کو چاہئے کہ تلاوت قرآن مجید پر مداومت کرے تاکہ  
ہر روز اُس کا قلب روزمرہ کی کدورت سے صاف ہوتا ہے۔

(۱۰۱) اِنْ تَتْلُوْا حَیْفَةً مِّنْ حَرْفٍ مِّنْ رَّحْمٰتِیْ  
اَطْفَاَتْ حَرَّ کَلْبٍ مِّنْ رَّوْحِیْ ۚ

اگر تم خواتی ز خوف و ترخ آتش نشان سرگرد آتش دوزخ ز آریہ دشان

اِنْ تَتْلُوْا حَیْفَةً مِّنْ حَرْفٍ مِّنْ رَّحْمٰتِیْ تَتْلُوْا حَیْفَةً مِّنْ رَّحْمٰتِیْ تَتْلُوْا حَیْفَةً مِّنْ رَّحْمٰتِیْ  
نہا۔ اِنْ مجازم کے آنے سے داوگر گئی۔ حَیْفَةً خوف مِّنْ متعلق حَیْفَةً جو گرمی  
محرور۔ نَظْلَ دوزخ۔ یا دوزخ کے طبقوں میں ایک طبقہ کا نام ہے۔ اَطْفَاَتْ  
ماضی مخاطب ذکر ضمیر انت اِس میں فاعل ہے۔ اَطْفَاء آگ کا سرد کرنا۔ بَجْھا ناسین  
سبب ہے جس کو اعلیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ اِی من اچھا۔ و تندر روزمرہ کا وظیفہ۔  
پانی پر پہنچنا۔ گھاٹ۔ یا مسدرب معنی مفعول ہے۔ المومنین دوزخ پانی۔ ہا کی ضمیر آیات  
کی طرف راجع ہے۔ شبہہ نفتہ شبن معجمہ و کسر بائے موحہ سرد۔ و رد کی صفت ہے  
تکرار آیات بھی سرد پانی کی طرح دل کو تسکین دینے والی ہے۔  
ترجمہ۔ اگر تو آتش دوزخ کے خوف کے لئے اِن آیات کا وظیفہ کرے۔ تو

آتش دوزخ کو اُن کے سرد پانی سے بجھا دیا گا۔  
تشریح۔ تو اگر آیات کی تلاوت اس غرض سے کرے کہ آتش دوزخ سے اُن  
پائے۔ تو بیشک اُس کی برکت سے تو دوزخ سے نجات پائے گا۔ یہ شعر ہر ایک پر کے لئے  
مفید ہے خصوصاً تپ مخرم کے لئے۔

(۱۰۲) کَاٰهَآ حَوْضٌ تَبِیْضٌ الْوَجُوْہُ بِہٖ  
مِنَ الْعَصَاۃِ وَقَدْ جَاۤءُوْہَا کَالْحَمَمِ

گوئی حوض اندر کردہ عاصیاں اے عید اگرچہ بودند بہرچو خشت سیاہ و نازا

کَاٰہَآ حرف شبہہ بالفعل ضمیر راجع آیات کی طرف۔ حَوْض مراد کوثر۔ تَبِیْضٌ عینہ  
مضارع معلوم واحدہ نونث غائبہ۔ اَبِیْضٌ باض روشن ہونا۔ سفید ہونا۔ وجوہ جمع جہ  
چہرہ۔ بہ کی ضمیر راجع بطرف حوض ہے۔ مِّنْ بیان عَصَاۃِ جمع عاصی گنہگار و عالیہ  
قد فعل پر دخل ہوتا ہے تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ جَاۤءُوْہَا جمع مذکر غائب معلوم  
فعل ماضی جمع مجیدہ سے۔ جَاۤءُوْہَا میں ضمیر مفعول حوض کی طرف راجع ہے۔ کَالْحَمَمِ  
الحمام جمع مَحْمَمۃ کَثْمَمۃ کوئلہ۔ حم اور حمۃ میں یہ فرق ہے کہ حم وہ کوئلہ ہے جو  
کدلی جلنے کے بعد باقی رہ جائے۔ اور حم وہ ہے جو حم کے جلنے کے بعد باقی رہ جائے  
ترجمہ۔ گوئی آیات قرآنیہ حوض کوثر میں جس سے قیامت کو گنہگاروں کے چہرے  
منور ہو جائیں گے۔ حالانکہ حوض پر آنے سے پہلے وہ کوئلوں کی طرح سیاہ ہونگے۔

تشریح۔ جس طرح نہر حیات میں قیامت کے دن گنہگار لوگ غسل کرنے سے منور  
ہو جائیں گے۔ اسی طرح آیات قرآنیہ کی برکت دنیا میں سیاہ دل منور ہو جاتے ہیں۔ قیامت



کے دن مومنوں کو ان کے گناہ کی سزا دی جائیگی۔ اور ایک معین مدت تک دوزخ میں رہینگے اور آتش دوزخ سے سیاہ ہو جائینگے۔ جب ان کو نجات ہوگی۔ تو وہ نہر حیات پر لائے جائینگے تب غسل کرنے کے بعد سفید اور براق ہو جائینگے۔ یہ مضمون حدیث صحیح میں وارد ہو چکا ہے :

(۱۰۳) وَكَالِصِّرَاطِ وَكَالْمِيزَانِ مَعْدَلَةٌ  
فَالْقِسْطُ مِنْ غَيْرِهَا فِي النَّاسِ لَمْ يَقُمْ

چوں صراط وچو میزان از عدالت حکم لہا جز ازیشاں معدلت قائم نباشد در ہما  
کالصرراط وکالمیزان میں ہر دو کاف تشبیہ۔ صراط راستہ مراد وہ پل جو جنت کی راہ میں جہنم پر تلوار سے تیز اور بال سے باریک تر ہے۔ میزان وہ ترازو جس سے عمل تو لے جائینگے۔ معدلت مصدر سی عدالت۔ ترکیب نحوی کی رد سے تیز ہے۔ فالقسط کی فاعل تفریع کے لئے ہے۔ قسط بمعنی عدل و ظلم لیکن جب عدل کے معنوں میں ہو۔ تو تفسیر بصر کے باب سے آتا ہے اور جب بمعنی ظلم ہو۔ تو باب جلیں مجلس سے ہوگا۔ اس جگہ قسط بمعنی عدل ہے۔ من غیرہا۔ من جار۔ غیر مجرور متعلق لم یقم۔ ہا ضمیر راجع بطرف آیات ناس اسم بلشربا تو اس سے ملنود ہے یا منقولہ نسی ہے۔ لم یقم صبیغہ جہد معلوم۔ قیام قائم ہونا۔

ترجمہ :- آیات قرآنیہ معدلت میں صراط اور میزان کی مانند ہیں نتیجہ یہ ہے کہ ہر آیات قرآنیہ کے دنیا میں عدل قائم نہیں ہو سکتا۔  
تشریح :- جس طرح صراط اور میزان سے حق و باطل کا امتیاز ہو جائیگا۔ اسی طرح

آیات قرآنیہ کے حق و باطل میں امتیاز قائم ہو جاتا ہے۔ پس اس اعتبار سے تحقیقی معدلت بحر آیات کے جہان میں قائم نہیں ہو سکتی۔ سنت اور اجماع امت اور قیاس فقہی اس کے تابع ہیں :

(۱۰۴) لَا تَجْبِنَ الْحَسُودَ رَّاحَ يُنْكِرُهَا  
تَجَاهِلًا وَهُوَ عَيْنُ الْحَاذِقِ الْفَهْمِ

از تجاہل اگر حسود غفلت شمار  
مے کن از کار ہرگز ناس تجب ان ار  
لا تجبین۔ نہی حاضر نوکد بہ نون مخففہ۔ اے لایکن ایک عجب۔ تیر لئے عجب ہو۔  
لہ جار حسود۔ بروزن فعول واحد حسد کرنے والا۔ محذور۔ راح فعل ناقص بمعنی صارت ضمیر راجع جاسد اسم۔ ینکر صبیغہ مضارع واحد غائب۔ ینکر میں ضمیر فاعل حسود کی طرف راجع ہے جس میں حاسد مفرد مفہوم ہے۔ اور ہا ضمیر آیات کی طرف راجع ہے تجاہل مصدر باب وجود قیاس کے اپنے آپکی ناواقف ظاہر کرنا۔ دھو و احوالیہ۔ ہو کی ضمیر راجع طرف حسود کے ہے۔ عین ذات نفس عین در حاذق ایک ہی چیز ہے۔ حاذق دانہ۔ ماہر۔ فہم ذہین۔ ذکی :

ترجمہ :- حاسد پر اس وجہ سے کہ وہ پورا ذہین اور فہیم ہے اور پھر یہ دہشتہ آیات قرآنیہ سے کیوں انکار کرتا ہے؟ تجب مت کر :-  
تشریح :- حاسد جو ماہر اور ذہین ہے۔ اور آیات سے انکار کرتا ہے۔ یہ نہ خیال کر کہ وہ ان کو نہیں سمجھا۔ اور بے سمجھی سے انکار کرتا ہے۔ بلکہ وہ عناد و حسد کی وجہ سے انکار کرتا ہے :



(۱۰۵) قَدْ تَنَكَّرَ الْعَيْنُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مِنْ رَمَدٍ  
وَيُنَكِّرُ الْفَمُ طَعْمَ الْمَاءِ مِنْ سَقَمٍ

گز بہیماری بنید چشم نور آفتاب | گز دہاں از تپ اندخ شیریں دہ آب

قد تنكّر العين ضوء الشمس من رماد - تنكّر عینہ احد مؤثرت مضارع معلوم - انكار برآسمان  
اور تنكّر ہونا - عین انكھ - ضوء روشنی - شمس سورج - رماد در چشم و آشوب غیرہ -  
و ادعاطفہ - تنكّر واحد كرا غائب فعل مضارع معلوم - انكار سے مشتق - ضم حلقہ و لا  
ضرورۃ شدہ پڑھا گیا - طعم لذت - ماء پانی - من سببہ - سقم بیماری ،

توجہ ۸۸ - کیونکہ انکھ کبھی آشوب کی وجہ سے سورج کی روشنی کو برا سمجھتی ہے - او  
کبھی منہ کی بیماری کے باعث پانی کا مزہ اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے

تشریح - اسی طرح منکرین آیات کا حال ہے - وہ بیمار ہیں اور ان کی آنکھ  
آشوب ہے اس لئے آیات قرآنیہ جو ہنر لہ آب شیریں اور روشنی آفتاب کے ہیں  
انہیں کڑوی اور بُری معلوم ہوتی ہیں - یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے - ف  
قُلُوْهُمْ مَرَضٌ فَنَزَّادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا

گز بہیمند روز شیرہ چشم  
چشد آفتاب را چو گناہ

الْبَسَاءُ فِي مَعْرِائِ اللَّهِ تَعَالَى  
الْفَصْلُ الْبَعْثُ إِلَى رَأْيِهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۱۰۶) يَا خَيْرُ مَنْ يَّمِمُّ الْعَافُونَ سَاحَتَهُ  
سَعِيًّا وَفَوْقَ مَمْنُونٍ أَكْثَنُ الرُّسْمِ

اے میں آن رگائے گز در گاہ شان | اہل حاجت چہ پیادہ چہ سوار بایدواں

یا در اصل ندائے بعید کے لئے آتا ہے - اور بعض وقت ندائے قریب کے لئے مستعمل ہوتا  
ہے - اور کبھی تنبیہ کے لئے آتا ہے جب مناد نے سے کوئی غفلت یا جہالت واقع ہو  
کبھی اس امر کی اطلاع کے لئے کہ مقصود متہم بالشان امر ہے یا عظیم الشان ہستی ہے  
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہستی عظیم الشان ہستی ہے اس لئے کہتا ہے کہ اے  
عظیم الشان حضور انور علیہ السلام! آپ کی وہ ذات ہے جس کے آستان کو زائرین بوسہ  
دیتے ہیں پس اس جگہ بایا تو بعید کے معنی ہیں - یا اظہار اس امر کا کہ منادے متہم بالشان  
ہے - خیر اسم تفضیل بمعنی بہترین - مَن بمعنی الذی اسم موصول ہے - یا مَن عمومیت  
ہے - یَمِمُّ عینہ ماضی بمعنی قصد - عافون جمع عافی - مائل - فاعل یمم - ساحت  
صحن خانہ - ساحتہ ضمیر مضاف الیہ حضور علیہ السلام کی نظر راجع ہے معنی منصوب - حال ہے  
عافون کا - دوزنا - وفوق وادعاطفہ - فوق ظرف بمعنی بالا - متعلق ہے اکین محدث  
کے - مَمْنُون جمع متن چٹھہ - اَکْثَنُ جمع ناقد او مثنیٰ بتقدیم الیاء التحسانیہ علی النون  
منقولہ اَکْثَنُ بتقدیم النون علی الیاء اصل میں انوک تھا - عمل قلب کے واو کو نون سے  
پہلے رکھا گیا - اونق ہو گیا - اور واو کو یاء سے تخفیف کے لئے بدلا گیا - رسم جمع رسوم  
اُس اوٹنی کو کہتے ہیں جس کی تیز رفتاری سے زمین پر نمایاں طور پر سراغ پایا جائے  
توجہ ۸۹ - اے تمام مقدسین کے اعلیٰ و افضل جن کی درگاہ کے ساتھیں پیادہ



دوڑتے ہوئے اور تیز گام اور ٹینوں پر سوار ہو کر قصد کرتے ہیں +

اے ان تمام اہل جود و کرم سے اعلیٰ و افضل جن کی بارگاہ میں اہل حاجت پیدا ہو  
تیز رفتار اونٹوں پر دوڑے چلے آتے ہیں !

تشریح - پہلے ماح علیہ الرحمۃ نے آیات قرآنیہ اور ان کے کمالات کا ذکر کیا  
پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف کی طرف گریز کیا جو ماح علیہ الرحمۃ کے کمال  
شوق و غمطرب قلب پر دلالت کرتا ہے +

(۱-۷) وَمَنْ هُوَ الْآيَةُ الْكُبْرَىٰ مُعْتَبِرٌ  
وَمَنْ هُوَ النِّعْمَةُ الْعُظْمَىٰ مُعْتَمِرٌ

اوست بہر شیم عبرت آیت عالی نشان | اوست بہر قلب فطر نعمت دہر جہاں

وَمَنْ هُوَ الْآيَةُ الْكُبْرَىٰ مُعْتَبِرٌ - اوست بہر قلب فطر نعمت دہر جہاں  
وَمَنْ هُوَ النِّعْمَةُ الْعُظْمَىٰ مُعْتَمِرٌ - اوست بہر لب لسان نعمت عظمیٰ  
عظیمہ و اسلام کی طرف راجع ہے اس کو حصر کے لئے لایا گیا ہے۔ الایۃ الکبریٰ  
نشان عظیم۔ معتبر لام تخصیص کے لئے۔ معتبر بضم میم و کسر بے موصدہ اسم فاعل زاعتباً  
یعنی نصیحت حاصل کرنا۔ یعنی عبرت حاصل کرنے والا۔ مراد حق و باطل میں تمیز کرنے والا  
النعمۃ العظمیٰ نعمت بزرگ۔ لغتہ لام تخصیص کے لئے جار معتلم غنیمت سمجھنے والا  
مجرد اس مصرع کا عطف پہلے مصرع پر ہے یعنی۔

یا من هو الایۃ الکبریٰ لمعتبر و یا من هو النعمۃ العظمیٰ لمعتمر

ترجمہ - اے وہ اتہاقدس! جو عبرت گیر کے لئے نشان عظیم ہیں۔ اور اے وہ  
وجود مقدس! جو غنیمت سمجھنے والے یعنی جو سائل تھوڑی چیز کے لمجانے کو غنیمت سمجھتا

ہے، کے لئے ایک بڑی نعمت ہیں +

تشریح - جو شخص عقل رکھتا ہے اور غور سے دیکھتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا  
وجود مسود اس کے لئے ہدایت کا نشان عظیم ہے! اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات  
بارکات ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ جو گم گشتگان ہادی ضلالت کے لئے بمنزلہ شمع کے ہے  
کیونکہ حضور کے معجزات و خلاق حسنہ پر غور کرنے کے بعد کوئی شک شبہ باقی نہیں رہتا +  
ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے حضور علیہ السلام کے وجود مبارک کو نعمت عظمیٰ سے تعبیر کیا ہے  
کیونکہ حضور رحمۃ اللہ علیہ وسلم آپس اور ہر ایک قسم کی ظاہری اور باطنی نعمتیں  
وجود مقدس سے وابستہ ہیں پس جس چیز پر تمام نعمتوں کا انحصار ہو اس سے بڑھ کر اور  
کوئی ہو سکتی ہے اہل باطن کہتے ہیں کہ نعمت کی چھ صورتیں ہیں نعمت النفس جس سے  
طاعت احسان مراد ہے نعمت القلب جس سے یقین ایمان مراد ہے نعمت الروح جس سے  
خوف و اجالۃ بقول جس سے حکمت بیان نعمت المعرفة جس سے ذکر اور قرآن نعمت المحبتہ  
جس سے الفت موصفت مراد ہے۔ و حقیقت میراثیہ مقامات عالیہ ہیں جو اولیاء اللہ کو  
کمال اتباع جناب (فداہ اُمی و ابی) سے حاصل ہوئے ہیں پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے  
وجود و باوجود کو تمام نعم اللہ کا منبع سمجھنا چاہئے +

(۱-۸) سَرَّيْتُ مِنْ حَرَمٍ لَّيْلًا إِلَى حَرَمٍ  
كَمَا سَرَى الْبَدْرُ فِي دَاجٍ مِنَ الظُّلُمِ

سیر کردی از حرم شریف در شب | و در شب تاریک چوں سیر شرفی  
یہ شعر جواب نند ہے۔ پہلے دو شاعر کا قول یاخیر من ام و کرم و صلوٰۃ الایۃ الکبریٰ



مَدَنیت ماضی مخاطب احمد ذکر حضور علیہ السلام کی طرف خطاب ہے۔ سر ہی مثل اس کی ہے۔  
 سوئی رات میں سفر کرنا۔ من ابتدائیہ حرم مکہ معظمہ الی انتہائے غایت کے لئے حرم ثانی سے  
 مراد مسجد اقصیٰ ہے۔ بلکہ ظرف ہے۔ کما کاف تشبیہ ما نازدہ۔ مری صیغہ واحد مذکر  
 غائب فعل ماضی معلوم مثبت ثلثی مجرد ناقص بابی از باب شرب یشرِب۔ بدرہا ہمار دہم  
 چاند۔ فی ظرفیہ۔ داچ اصل میں داعی تھا تبدیل سے مثل قاض داچ ہو گیا۔ مشتق  
 دجُو سے۔ صیغہ موصوف مخدوف کی۔ ای لیل داچ۔ شب تاریک من الظلمہ  
 من بیانیہ۔ ظلمہ جمع ظلمت تاریکی ۛ

توجہ ۛ آپ رات کو حرم مکہ سے حرم مسجد اقصیٰ تک اس طرح تشریف لے گئے بطرح  
 چاند رات کو تاریکی شب میں چلتا ہے ۛ

تشریح۔ جس طرح چاند کی روشنی سیاہات میں پھیل جاتی ہے! اور پھلی معلوم ہوتی  
 ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کے انوار تاباں سے شب معراج میں آفاق عالم روشن ہوئے  
 یا تشبیہ یوں ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کا مکہ معظمہ سے مسجد اقصیٰ تک جانا اس طرح تھا۔  
 جس طرح چاند ایک بادل سے نکل کر دوسرے بادل میں جاتا ہے بعض کے نزدیک حضور علیہ السلام  
 دولت خانہ حضرت ام مانی بنت ابی طالب سے پہلے مسجد اقصیٰ تک تشریف لے گئے۔  
 بعد ازاں عرش عظیم پر رونق افروز ہوئے حضور علیہ السلام روایت ہے کہ میرے لئے  
 جبرئیل علیہ السلام براق لایا جو سفید رنگ اور قد میں گدھے اور خچر کے درمیان تھا۔ اور  
 ایسا تیز رو تھا۔ کہ انتہائے نظر پر اس کا قدم جا پڑتا تھا۔ حتیٰ کہ میں بیت المقدس پہنچا۔  
 اور حرم کے باہر سواری کو باندھ دیا۔ اور مسجد کے اندر دو رکعت نماز ادا کی۔ بعد از غت  
 نماز ملاکہ دایمیا علیہم السلام ارواح طیبہ سے ملاقات کی۔ سب نے دروڑ پڑھا اور باہر تشریف

لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دو پیالہ ایک دودھ اور ایک شراب طہور کا پیش کیا۔ آپ نے  
 دودھ کا پیالہ لیا حضرت جبرئیل نے فرمایا۔ دودھ کا پیالہ لینا دلالت کرتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام  
 علیہ السلام نے فطرت یعنی دین حق کو پایا۔ مکہ معظمہ اور مسجد اقصیٰ شریف کے مابین چالیس فن کا  
 راستہ ہے۔ علمائے امت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ معراج شریف مکہ معظمہ سے بیت المقدس  
 تک مسجد عنقریب تھی اور اس کا منکر کافر ہے اور اس سے آگے علما میں اختلاف ہے اس لئے  
 مسجد عنقریب معراج ہونے کا منکر کافر نہیں ہوگا۔ کیونکہ اختلاف روایات کی وجہ سے  
 ہر ایک فرقہ اپنے اپنے استدلال کو اپنے سلمہ روایات پر مبنی کرتا ہے ۛ

(۱۰۹) وَبَّتْ تَرْقِي إِلَى أَنْ نَلَتْ مَنْزِلَةً  
 مِنْ قَابِ قَوْسَيْنِ لَمْ تَدْرِكْ لَوْ لَمْ تَرْمِ

زنتہ رفتہ در زشتی اندر آن شبین ۛ | اما مقام قاب قوسینے کیا پیدرگاہ

وَاوَعْلَفَ اس کا عطف سہریت پر ہے۔ بَّتْ صیغہ ماضی۔ بیتیوت ات بسر کرنا  
 فعل ناقص ہے۔ تَرْقِي صیغہ مضارع مخاطب یعنی تصعد آپ پر چڑھے۔ رقی بلند جانا۔  
 الی واسطہ انتہائے غایت کے ہے۔ اِلَى ان نلت جار مجرور متعلق ترقی۔ ان صدیہ۔ نلت  
 فعل ماضی مخاطب آپ نے پایا۔ نِلَّ حاصل کرنا کسی چیز کا پانا۔ منزلۃ مقام چ  
 من بیان منزلۃ۔ قَاب مقدار دو گوشہ کمان۔ قَوْسین تشبیہ قوس۔ کمان۔ قَاب  
 قَوْسین غایت قرب مراد ہے اور لفظی معنی یہ ہیں۔ دو کمان کا گوشہ۔ لیکن دراصل  
 قَاب قَوْسین بمعنی دو گوشہ کمان تھا۔ جو تبدیل ہو کر محاورہ عرب میں قَاب قَوْسین ہو گیا  
 قرآن شریف میں آیا ہے۔ ذَنِي فَتَدَلَّى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى ۛ



یابہ کہ عرب میں قاعدہ تھا۔ کرب و امیر باد و بادشاہ باہم صلح اور صفائی کرنا چاہتے تھے۔ تو دونوں اپنی اپنی کمائیں لے کر ان کی دونوں طرفیں ملا دیتے تھے۔ اور یہ ان کے صلح کی علامت ہوتی تھی۔ لہذا رک نہیں پائی گئی۔ صیغہ مجد مجہول ضمیر راجع منزلہ کی طرف۔ ادا رک پانا۔ لہذا مجد مجہول ضمیر منزلہ کی طرف راجع ہے۔ نہ طلب کی گئی۔ مراد طلب کرنا۔

توجہ ۱۰ اور آپ رات چڑھتے چڑھتے منزل قاب تو سین پر پہنچے۔ (یعنی آپ اور خاندان کے درمیان میں دو گوشہ کمان کا فرق تھا۔ یہ منزل ایسی ہے جو قبل ازین حاصل کی گئی اور نہ طلب کی گئی یعنی اس سے پہلے نہ کبھی کوئی یہاں تک پہنچا اور نہ اس کا طلب کیا رہا۔)

صیغہ مجہول لانے میں ہالفا ہے۔ یعنی یہ منزل اس قدر بلند و اعلیٰ ہے کہ کجاہ اس کے کہ کوئی یہاں پہنچنے کی خواہش کرے اس کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ ادا رک تصور ہمیشہ طلب سے پہلے ہوتا ہے۔

تشریح ۲ اصح ہو کہ دو گوشہ کمان کے فاصلہ سے غایت قرب مراد ہے۔ چونکہ کلام الہی محاورہ عرب پر نازل ہوا ہے۔ اس لئے محض بغرض تفہیم اس لفظ کا استعمال کیا گیا۔ ورنہ قرب مکانی مقصود نہیں۔ بلکہ قرب منزلت اور قرب محبت مراد ہے۔ جس کی کسی کو رسائی نصیب نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔ ذالک فضل اللہ یؤتیه من يشاء۔

وَقَدْ مَتَكَ جَمِيعَ الْأَنْبِيَاءِ بِهَا  
وَالرُّسُلِ تَقْدِيمُ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱۱۰)

پیشوائیت کردہ اندازِ تجارِ سلیمِ انبیا | پہنچو مخدوم کو بادشاہِ خادماںِ پیشوا

ادوا عاطفہ ہے یا جامع تائفہ ہے۔ قد متک۔ قد مت ماضی واحد مؤنث۔ کات خطاب۔ یہ تعدی بھی اور لازم بھی۔ یہاں متعدی ہے۔ یعنی تمام پیغمبروں (علیہم السلام) نے آپ کو اپنا امام بنایا اور خود مفتدی ہوئے۔ تقدیم کہے بڑھانا۔ مراد پیشوا بنانا۔ انبیا جمع نبی پیغمبر۔ ہمایں بابغنی فی اور ہا کی ضمیر مؤنث مجرور راجع مسجد اقصیٰ بنائیل تقدیم کی طرف ہے۔ رسل جمع رسول۔ ضرورت شرعی کیلئے رسل کے سین مضموم کو ساکن کیا گیا۔ تقدیم مخدوم در سدر۔ آقا کا آگے کرنا۔ علی اور پر۔ خدوم جمع خادم۔ نوکر اس شرف کا عطف شعرِ سابق پر ہے حضور علیہ السلام کو بیت المقدس میں جہاں تمام انبیا جمع تھے اپنا امام مقرر کیا۔ اور نماز پڑھی۔ حدیث کا اقتباس ہے۔

توجہ ۱۱ تمام انبیا، و رسل علیہم السلام نے وہاں حضور علیہ السلام کو اپنا پیشوا بنایا جس طرح آقا اپنے خاندانوں کا پیشوا بنایا جاتا ہے۔

تشریح ۱ چونکہ حضور علیہ السلام باعتبار فضائل و کمالات تمام انبیا علیہم السلام سے افضل تھے اس لئے آپ ہی شایانِ امامت تھے اور آپ کی امامت معمولی نہ تھی بلکہ اس نسبت کی امامت تھی جو آقا اور ملازم کے درمیان ہوتی ہے۔

وَأَنْتَ تَخْتَرُقُ السَّبْعَ الطَّبَاقَ زَهْمًا  
فِي مُؤَلِّبٍ كُنْتَ فِيهِ صَاحِبَ الْعِلْمِ

(۱۱۱)

طے نموی منزلِ ہفت آسمانِ ہاشم | اندر اس شکرِ بونہی یادِ صاحبِ علم  
ادوا عاطفہ ہے یا حالہ۔ تخترق کا عطف سہریت پر۔ آنت اسم ضمیر احدنکر



مخاطب کے لئے اور انت کا مقدم لانا باعتبار فصاحت و خصوصیت رکھتا ہے یعنی آپ ہی تو تھے جنہوں نے اسات آسمانوں کو طے کیا۔ تختہ توق عینہ و اعد مخاطب کو فضل مضارع معلوم۔ خرق۔ تخریق دریدن بتدی بیک مفعول۔ اختراق۔ تخریق۔ اثر خیزاق کے معنے دریدن (بچاڑنا) ہے۔ نیز خرق کے معنے بریدن مسافت کے بھی آتے ہیں۔ اس شعر میں یہی مراد ہیں۔ محاورہ ہے۔ اخذتوق الطریق اس نے راستے کو قطع کیا۔ پس تختہ توق کے معنے تفتیح ہوگا۔ یہاں سچائے عینہ و ماضی کے مضارع لایا گیا۔ حالانکہ معراج کا واقعہ زمانہ ماضی میں ہوا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ واقعہ اگرچہ گزشتہ ہے۔ مگر اب بھی وہ آنکھوں کے سامنے ہے۔ السبع سات۔ طباق جمع طبق۔ طبق یا تو مصدر ہے۔ ایک چیز کا دوسری چیز سے مطابقت کرنا۔ عرب کا مقولہ ہے طبق النعل بالنعل حتی کے تلے آپس میں ایک دوسرے کے برابر آگئے۔ سبع طباق سے مراد سات آسمان ہیں قرآن مجید میں ہے۔ سبع سموات طباقاً۔ ہسم میں بالماست کے لئے ہے یعنی ان کے ساتھ گزرے تھے۔ اور ہم کی ضمیر جمع مذکر غائب انبیاء و رسل کی طرف راجع ہے۔

روایت ہے کہ جب حضور علیہ السلام معراج کے لئے بلائے گئے۔ تو فرشتے آپ کے دائیں بائیں تھے۔ فی معینے بین۔ انی بین موزکب۔ موزکب سواروں کا رسالہ مراد فرشتے جو ہوا پر سوار ہیں۔ کنت ماضی مخاطب مذکر حضور کی طرف خطاب ہے۔ فیدہ کا کی ضمیر موزکب کی طرف ہے۔ صاحب العلم صاحب معنی دوست متصرف۔ قابض۔ علم جہذا۔ صاحب العلم لشکر کا فائدہ۔ سردار۔ رئیس۔

ترجمہ۔ آپ (علیہ السلام) علیہ آہ و سلم ہی تو تھے کہ جس لشکر میں آپ علمبردار تھے۔ اس کی معیت میں سات آسمانوں کو طے کیا۔

تشریح۔ حدیث شریف میں ہے کہ بارگاہ ایزدی میں حضور علیہ السلام صریحاً فرمایا ہوئے تھے۔ یہاں تک جبرائیل علیہ السلام بھی ایک مقررہ حد سے آگے نہ جاسکے۔ چنانچہ یہ شعر جبرائیل علیہ السلام کی حالت بیان کرتا ہے۔

اگر ایک سرہنٹے برتر پریم فروغ تجھے بیوزد پریم  
اس سے ثبات ہوا کہ فرشتوں اور ارواح انبیاء علیہم السلام کا لشکر سات آسمانوں تک آگے  
ہمراہ تھا کیونکہ شکر کے الفاظ سے اُن کی ہر کمانی سات آسمان تک ثابت ہوتی ہے اس کے  
اد پر نہیں بوجان اللہ حضور علیہ السلام کس شانِ شوکت کے ارواح انبیاء اور فرشتوں کا لاؤ لشکر کے  
خدا سے عزائے کی بارگاہ کی طرف روانہ ہوئے اور یہ لشکر اپنی حد پر ٹھہر گیا مرجا یا رسول اللہ

(۱۱۲) حَتَّىٰ إِذَا لَمْ تَدْعُ شَاءَ وَالْمُسْتَبِقِ  
مِنَ الدُّنْيَا وَلَا مَرْقَىٰ لِمُسْتَنْزِمِ

تا که در اوج فضا نخواستی جاؤ مقام  
تا ز تو سبقت برد کن ز رسولان عظام

حاشی انتہائی غایت جملہ انت تحتوق کے لئے ہے۔ اِذَا اَسْجَلَ مَضْطَرَفِیْہِ لَیْ  
ہے جس کے بعد کلام شروع ہوتا ہے۔ اگر اِذَا شرط کے معنی میں ہو۔ تو جواب شرط محذوف  
ہوگا۔ یعنی کنت۔ لہذا مَضْطَرَفِیْہِ مَعْلُوم و دَعِیْدِیْہِ سے دَعِیْہِ چھوڑنا۔ لہذا دَعِیْہِ  
تو نے نہ چھوڑا۔ شَاوِ بَنَیْتُ دُوْرَ رَکْشَتْنِ۔ مَسْتَبِقِیْ لَامِ جَار۔ مَسْتَبِقِیْ اَسْمِ فاعِل۔  
آگے بڑھنے والا متعلق لم تدع۔ مَنِ الدَّوْجَارِ مَجْرُور متعلق لہذا دَعِیْہِ یا صفت ہے شَاوِ کی۔  
مَنِ جَارِ دَوِّ قَرِیْبِ ہونا مَجْرُور متعلق مَسْتَبِقِیْ۔ مَرْتَقِیْ چڑھنے کی جگہ مَسْتَبِقِیْ اَسْمِ فاعِل۔  
مرتفع بعض نے لکھا ہے۔ کہ مستنم سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ لا نہ مرتفع



مطمئن ای ممکن لانه ذو قوۃ عند ذی العرش ملکین \*

ترجمہ :- آپ بڑھتے بڑھتے دہاں پہنچے۔ کسی دوسرے آگے بڑھنے والے کے لئے کوئی درجہ قرب کا نہ رہا۔ اور نہ کسی اور پر چڑھنے والے اپنی غیر یا جبرائیل کے لئے کوئی پہلے کے لئے جگہ باقی رہی :

تشریح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شب معراج میں ہمارے عالیہ عطا ہو جو اس سے پہلے کسی کو نہیں دئے گئے اور نہ بعد ازیں کسی کا دہاں تک پہنچنا ممکن ہے ۔  
بقائے کہ رسیدی نرسد یا سچ نبی

خَفَضَتْ كُلَّ مَقَامٍ بِالْإِضَافَةِ إِذْ  
نُودِيَ بِالرَّفْعِ مِثْلَ مُفَرَّدِ الْعَلَمِ

(۱۱۳)

پست کردی نسبت ہر یک مقام انبیا رَفْعِ تَوْشِدِ ہر چو نام مفرد از حرفِ ندا  
خَفَضَتْ فعل ماضی مخاطب خَفَضَ بالفتح پست کرنا کسی کو رتبہ سے نیچے کرانا  
اور کسرہ جو بمقابلہ فتح و ضمہ ہوتا ہے۔ کل تمام۔ یلفظ جس اسم پر آتا ہے اس کے کل  
افراد کو ایک امر یا صفت میں جمع کرتا ہے جیسا کہ کل انسان حیوان ہر انسان کا فرد حیوان  
ہوتا ہے۔ کل من علیہا قاین۔ ہر چیز جو زمین پر ہے فانی ہے۔ اگر کوئی فرد اس  
شعوریت سے نکلتا ہو۔ تو حوت الہ سے استثناء کیا جاتا ہے۔ مقام ظرف مکانی۔ اوقات  
کی جگہ۔ رتبہ۔ چونکہ مقام ایک کثیر الاستعمال لفظ ہے اس لئے مناسب ہے کہ اس کی تشریح  
کی جائے۔ بعض کا خیال ہے کہ مقام اگر اس کا فعل ثلاثی مجرد ہے مثلاً قائم زید  
مقام عمر۔ تو مقام بفتح میم ہوگا۔ اور اگر ثلاثی مزید فیہ ہے مثلاً اقیم زید مقام عمر

تو مقام بضم میم ہوگا۔ لیکن ابو سعید ایک دیر قاضی کے لئے اس کے برخلاف ہے۔  
کسی نے اُن سے دریافت کیا ہے

یا وحید العصر یا شیخ الانام افتنا فوق المقام والمقام  
آپ نے بہت اچھا جواب دیا۔ اور مذکورہ بالا خیال کو رد کیا۔ اور مثال دے کر اُس کو  
واضح کیا۔ اور کہا کہ ثلاثی مجرد اور ثلاثی مزید فیہ کا یہاں تعلق نہیں ہے۔ بلکہ دیکھنا یہ  
کہ مقام کس کا ہے :

سجود کی کتابوں میں لکھا ہے کہ قسم کے لئے درہل حرف بات ہوتا ہے۔ باللہ خدا کی  
قسم۔ پھر باء بدل واؤ سے ہوا۔ اور کہا واللہ۔ پھر واؤ کی بدل تاء آئی۔ اور کہا گیا۔  
تاللہ پس اس صوت میں دیکھا جائے۔ کہ مقام کس کا ہے۔ اور اگر اُسی کا مقام ہے جو  
مقام کا مضاف لیہ ہے۔ تو میم پر فتح پڑھینگے۔ اور اگر مقام دوسرے کا ہے تو میم پر  
ضم ہوگا مثلاً اقیم التاء مقام الواد۔ اس صوت میں مقام کے کیم ضم سے پڑھینگے۔  
کیونکہ مقام واؤ کا نہیں ہے۔ بلکہ باء کا ہے۔ اور جب کہا جائیگا۔ الواد اقیم مقام  
الباء تو مقام کے میم پر فتح ہوگی۔ خواہ فعل قائم خواہ اقیم مزید فیہ :

بالا خافۃ۔ یا بمعنی من جار مجرور متعلق خَفَضَتْ کے ہے۔ اخافت بمعنی نسبت  
ایک چیز سے دوسری چیز سے نسبت کرنا۔ غلام نرید۔ غلام نسبت کیا گیا ہے میر کی  
طرف۔ اذ حرف شرط ہے اس کا استعمال چار طرح سے ہے۔ اولاً زمان باضی کا اسم ہو  
اس صوت میں یا ظرف ہوگا۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ فَقَدْ نصرَ اللہُ اِذَا حِجَّ  
الَّذینَ کفروا۔ (۲۰) یا مفعول کا بدل مثل آیت کے وَاذْکُرْ نِیْلَ الْکُتُبِ صَبِیْرٍ اِذَا نَتَبَذَتْ  
(۳۱) یا اسم زمان کا مضاف لیہ ہوتا ہے۔ مثلاً یومَ مَکَہِ دوم۔ اسم واسطے زمانہ



مستقبل کے یومئذی تحدث اخبارہا۔ سوہمغا جات کے لئے۔ خرجت فاذا  
الصبح۔ چھار قلیل کے لئے۔ بن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم۔ نودیت جینہ مول  
ماغی۔ مخاطب مشتق نداء سے کسی کو اپنی طرف متوجہ کرنا خطاب حضرت علیؑ علیہ السلام  
کی طرف۔ بالرفع۔ با۔ ملا بست کے لئے ہے۔ دفع غمہ بمقابلہ فتح و کسر۔ دفعۃ بالکسر  
بندی مثل بفتح لام مصدر محذوف کی صفت ہے جو ترکیب میں مفعول مطلق ہے۔ مفرد جو  
اپنی قوم میں بوجہ رتبہ مفرد ہو۔

ترجمہ۔ جب آپ معراج کے لئے مفرد علم کی طرح بلائے گئے۔ تو آپ نے تمام انبیاء  
علیہم السلام کے مقامات کو اپنی منزلت عالیہ کے مقابلے میں پست کر دیا۔  
تشریح۔ اس شعر میں حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے اصطلاحات نحویہ کو بطور مراعات  
خوب ادا کیا ہے۔ خفض۔ اضافت۔ نداء۔ رفع۔ مفرد علم سب اصطلاحات نحویہ ہیں قاعدہ  
نحو کے رُو سے جب متاوی علم مفرد غیر معنات واقع ہو۔ تو وہ مرفوع ہوتا ہے۔ مثلاً  
یا نرید۔ پس حضور علیہ السلام کا اسم گرامی حمید علم مفرد ہے۔ بارگاہ جلال سے جب  
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد ہوا۔ یا محمد ارفع من مقام الی مقام ھو  
اعلیٰ ھنہ۔ تو اس نداء سے لفظاً اور معناتاً حضور علیہ السلام کو جلیل القدر رفعت حاصل ہوئی  
نحوی قاعدہ کے رُو سے نام پاک حمید پر رفع پڑھا گیا۔ اور ارتفاع کے لفظ سے ارج  
عالیہ عطا ہوئے اور بالمقابل اس کے دو کسر انبیاء علیہم السلام کے مقامات لفظاً اور معنی  
حضور علیہ السلام کے منازل سے پست ہے۔ اور نیز رفع حروف کے اوپر اور کسر و ن کے  
نیچے لکھا جاتا ہے۔ اس لئے خفضت کا لفظ بہت ہی مناسب ہے۔ خفضت کل مقام  
بالاضافۃ جواب ہے اذ نودیت کا۔ نیز علم کے معنی پہاڑ کے ہیں پس مفرد علم ہے

پہاڑ مراد ہوگا۔ جو اکیلا ہو۔ نیز علم تصریف نحو میں ضمہ باعتبار تلفظ کے کسر و فتح سے  
ثقیل ہوتا ہے۔ اس لئے وہ عظمت میں زیادہ ہوا اس صوت میں بطور ایہام تناسب سے  
بھی مفہوم ہوتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے اپنے مقام عالی کے مقابل دیگر انبیاء علیہم السلام  
کے مقامات عالیہ کو پیچھے چھوڑ دیا۔ اور وہ رفعت حاصل کی۔ جو ایک لگ تھلک پہاڑ کو  
بمقابلہ مجتمع پہاڑوں کے حاصل ہوتی ہے۔ قاعدہ ہے کہ جو پہاڑ میدان میں اکیلا ہو۔  
اُس کی بندی زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ بارگاہ جلال کے حضور علیہ السلام کو خطاب ہوا تھا  
یا محمد اذن اتخذک حبیباً۔ خدا تعالیٰ نے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حبیب کے  
لفظ سے مفتخر فرمایا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ مقام محبت کامل مقامات افضل ہے۔

(۱۱۴) کَمَا تَقُونُ بِوَصْلِ أَيْ مُسْتَدْرِ  
عَنِ الْعِيُونِ وَسِرَّ أَيْ مُكْتَمِ

ماثون فی رزہ راز و صول کان باشد نہا۔ از تماشائے نگاہ و نیز ز ادراک جہا

حرف کی اس شعر میں سبب اور تعلیل کے لئے۔ نودیت کی علت ہے۔ جو شعر  
ما سبق میں مذکور ہے۔ اور ما زائدہ ہے۔ تقوٰۃ مضارع مخاطب فون کا مایاب ہوا۔  
بالا بست کے واسطے۔ وصل ملاقات لفظ آئی کمال وصف کے معنی میں متعمل ہوتا ہے  
آئی مستند نہایت ہی پوشیدہ۔ حرف عن جار۔ عیون مجرور متعلق مستتر کے و ا و ظفہ  
سر راز آئی مکنت نہایت ہی خفی۔ مستند اور مکنت اسم فاعل موصول و سر کی صفت  
لے لے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ اور قریب جائیں۔ میں آپ کو دوست بنانا ہوں۔



یعنی وصول مستور و سر مکتوم۔ ائی مستور وائی مکتوم یعنی کامل الاستتار  
و کامل الاکتتام ہے۔

توجہ ۱۸۸۔ بساط قرب پر آپس لئے بٹائے گئے تھے۔ کہ آپس نعمت و صل سے  
بہرہ رہوں۔ جو کبھی کسی مقرب کی آنکھ کو دیکھنی نصیب نہیں ہوتی۔ اور ایسے از سرستہ  
پر اطلاع پائی۔ جس پر کبھی کوئی عارف آگاہ نہیں ہوا۔

تشریح۔ وصل سے مراد یہاں وصل الہی اور سر سے مراد اسرار الہیہ ہیں۔ جس سے  
اور قرب منزلت حضور علیہ السلام کو وصل نصیب ہوا اور اسرار خفیہ پر اطلاع دی گئی۔ کسی  
پیغمبر کو نصیب نہیں ہوئی۔ کلام اللہ شریف میں آیا ہے۔ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی  
یعنی وہ اسرار و معارف جن پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شب معراج اطلاع ہوئی۔ وہ ان  
سرستہ تھے ہنجام ان اسرار و معارف کے رویت الہی تھی جس کی کیفیت ہم بیان نہیں کرسکتے  
بروایت صحیح مسلم حضور علیہ السلام نے قلب اور عین ہر دو کو اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ رَاٰیْتُ  
رَبِّیْ بِعَیْنِیْ وَبِقَلْبِیْ۔ خواجہ نظامی گنجوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

دید خدا را نہ بچشم دگر بلکہ ہمیں چشم ہمیں شہیم  
بعض علمائے اہل سنت لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان اسرار و معارف کو جو حضور علیہ السلام کو حاصل  
ہوئے دیگر لوگوں سے مخفی رکھا کیونکہ خاصہ محبت ہی ہے کہ محبوب محبوب کے درمیان ایسے  
کا تعلق ہے جس پر کسی غیر کو اطلاع حاصل نہ ہو سکے۔ کمائیل سے

میان عاشق و معشوق رزبیت کرام کا تبیں اہم خبر نیست  
آیہ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی میں لفظ ما کا ابہام انہیں عارف حقیقہ کی طرف اشارہ کر  
ہے۔ مگر واضح ہے کہ حضور علیہ السلام کی بعض تعلیمات جو آپ کو بارگاہ ربانہ عزت سے حاصل

ہوئیں۔ ایسی بھی تھیں جو شریعت کے دامن و نوازی پر مبنی تھیں۔ اس لئے ان کی تبلیغ  
حضور علیہ السلام نے امت مرحومہ تک کر دی۔

(۱۱۵) فَحَزَّتْ کُلَّ فِخَارٍ غَیْرِ مُشْتَرِکٍ  
وَحَزَّتْ کُلَّ مَقَامٍ غَیْرِ مُزْدَحَمٍ

جمع کر دی فخر اے اشتراک از ہر مقام | در نوشتی ہر مقام را بغیر از ہر مقام

بعض لوگوں میں فحزت حائے مہملہ اور زاء مجر سے اور بعض میں فاء مجرہ اور لے مہملہ  
سے لکھا ہے۔ گویا نقطہ کی مشابہت سے اختلاف ہوا۔ اور دونوں مربوط ہو سکتے ہیں۔  
حَاذَکَ۔ جمعہ اُس نے لے اکٹھا کیا۔ پس فاء فحزت اس علوت میں فاء تفریع ہے۔ جو  
گذشتہ امر کے نتیجہ پر لالت کرتی ہے۔ اور حزت فعل ماضی مخاطب ہے۔ اور فاء مجرہ کی  
علوت میں حرف فافض کلمہ میں داخل ہے۔ اور مشتق ہے غرض سے ناز کرنا۔ کلمہ منصوب  
حزت کا۔ فخر کرنا بغیر مشترک جس میں دوسرا شریک ہو۔ وَاَوْحٰی ماضی فحزت فعل  
ماضی مخاطب۔ جواز کرنا۔ مقام منزل۔ غیر مزدحم جس میں دوسرا شریک ہو۔ یہ دونوں  
اسم مفعول کے عینے معنی مصدر یعنی اشتراک از دحام ہیں۔

توجہ ۱۸۹۔ پس نتیجہ اس ملاقات کا یہ ہوا کہ آپ نے ہر قسم کی عزت بلا شرکت غیر  
حاصل کی۔ اور ہر ایک مقام سے بلا فراحت گذر گئے۔  
اور نسخہ ثانی کے لحاظ سے یہ معنی ہوئے کہ آپ نے اس افتخار مخصوص پر نہایت ناز کیا  
کیونکہ اس میں کوئی غیر شریک نہیں تھا۔ مگر توجہ اول زیادہ صحیح ہے۔

تشریح۔ جو عزت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوئی۔ اُس میں کوئی شریک نہیں



ہو سکتا۔ مراد اس سے شفاعت کبرائے مقام محمود و مغفرت اُمت۔ حوض کوثر۔ الوسیلہ۔  
درجہ رفیعہ۔ ویت حق لغائے شانہ وغیرہ وغیرہ +

(۱۱۶)

وَجَلَّ مِقْدَارُ مَا أُوتِيَتْ مِنْ رُتَبٍ  
وَعَزَّ إِذْرَاكُ مَا أُوتِيَتْ مِنْ نِعَمٍ

بس بلند است مراتب آنچه داده شد ترا | قدر نمتہائے تو بالاتر از ادراک ما

و اوستینافیه۔ جل یعنی عظم بزرگ ہے۔ مقدار اندازہ۔ ما موصو۔ اوتیت  
صیغہ واحد مکرر مخاطب مجہول ماضی۔ تو دیا گیا۔ ابتداء دینا۔ اور بعض نسخوں میں بجائے  
اوتیت کے ولیت بروزن صرقت کے ہے۔ باب تفعیل سے بصیغہ ماضی مجہول مکرر مخاطب  
یعنی تُووالی کیا گیا۔ تو لیدہ کسی کو کسی امر کا والی بنانا۔ من بیانہ۔ رتب۔ جمع رتبہ۔  
عز فعل ماضی معنی قل۔ عز یز نادرا الوجود مشکل۔ کیاب۔ ادراک پالینا۔ اوتیت  
ماضی مجہول مخاطب۔ تو دیا گیا۔ ایلاء یعنی اعطاء۔ من نیانہ۔ نعم کسر نون فتح عین  
جمع نعمت +

ترجمہ۔ جن درجات عالیہ پر آپ متکمن کئے گئے ان کی قدر و منزلت بہت بڑی ہے اور  
نہایت کچھ دی گئیں۔ ان کا حصول کسی غیر کے لئے مشکل ہے۔ کیونکہ ان کی تشیلات اور  
نظار دنیاوی نعمتوں میں منقود ہیں اس شعر میں اشارہ ہے حضور عالیہ صلوٰۃ و السلام کے  
ان فضائل و کمالات کی طرف جو آپ کو اس عالم میں عطا ہوئے۔ اور نیز جو بمصدق و  
لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ قیامت کو حاصل ہونگے + اس شعر کو ہمیشہ نماز کے  
بعد تین دفعہ پڑھنا جائز نماز ستوں کے حصول کے لئے مفید ہے +

(۱۱۷)

بَشِّرْ لَنَا مَعْشَرَ الْإِسْلَامِ إِنَّ لَنَا  
مِنَ الْعَنَاءِ رُكْنًَا غَيْرَ مُنْهَدِمٍ

شروع ہوا اے معشر اسلام ملت شروع ہوا | شد عطا مارا از الطاف محکم عطا

بشرائے بشارت۔ بشری بشارت ہے بتداء مخلوقات ہذا کی۔ لَنَا میں لام تخصیص  
ناضمیر جمع متکلم۔ معشر الاسلام گروہ مسلماناں۔ اِنَّ لَنَا۔ اِنَّ تاکید کے لئے۔ لام تخصیص کا ہے  
ناضمیر جمع متکلم پس لنا ظرف مستقر اور رکن اسم ہے اِنَّ کا۔ مِنَ الْعَنَاءِ مِنْ بیانہ۔ عنایۃ  
مہربانی۔ رکن ستون۔ اور ہر وہ چیز جس کے ساتھ کوئی چیز قائم رہے۔ لنا خبر مقدم ہے  
اِنَّ کی۔ رکن سے مراد یا تو حضور علیہ السلام کی ذات اقدس ہے۔ یا شریعت حقہ۔ منہدم  
اسم فاعل۔ اھدامہ گر پڑنا۔ ٹوٹ جانا۔ خراب ہونا۔ غید منہدم صفت ہے رکن کی اگر  
رکن کے معنی شریعت کے ہوں یہ معنی ہونگے کہ شریعت محمدیہ (علیہا الصلوٰۃ و السلام) کبھی منسوخ نہ  
ہوگی۔ اگر ذات حضور اقدس مراد ہوں۔ تو یہ معنی ہیں کہ حضور ارسیت کے لئے ایک ستون ہیں جو  
ہمیشہ قائم رہیگا کیونکہ جب حیوۃ الہی ثابت ہے تو حضور کے آثار فیوض بکرت ستور جاری ہیں +  
ترجمہ۔ مسلمانو! یہ شروع خاص ہمارے لئے ہے۔ کہ خدا کے فضل سے حضور علیہ السلام  
کی شریعت حقہ ہمارے لئے ایک ایسا ستون ہے جو کبھی لغزش نہیں کھائے گا۔ بلکہ  
ہمیشہ کے لئے مستحکم اور مضبوط رہے گا +

(۱۱۸)

لَمَّا دَعَا اللَّهُ دَاعِيَنا لِطَاعَتِهِ  
بِأَكْرَمِ الرُّسُلِ كُنَّا أَكْرَمَ الْأُمَمِ



ہادیئے را خدا خیر الرسل گفت از کرم | شد خطاب لطیف نام او خیر الامم

لما شرط میں مثل اذ کے استعمال کیا جاتا ہے۔ لما یعنی اذ ہوتا ہے جب اس ساتھ  
ماضی لفظ یا معنی ہو۔ تو جواب بھی ماضی ہوتا ہے جیسا کہ اس شعر میں ہے اور کبھی جو ماضی  
اُس کے جواب میں آتی ہے اُس پر فالٹے ہیں اور کبھی اُس کے جواب میں جملہ ہیبت آتا ہے۔  
جس کے ابتدا میں فاعل ہوتی ہے اور کبھی لما یعنی حرف استعنا آتا ہے پس اس صورت  
لما جملہ ہیبت پر دخل ہوتا ہے۔ کقولہ تعالیٰ۔ ان کل نفس لثما علیہا۔ حافظ بمعنی الہ  
علیہا حافظ۔ کبھی علت کے لئے آتا ہے۔ اھلکناھم لما ظلموا۔ دعا فعل ماضی معلوم  
یعنی سنے۔ از باب سنے یسین تیسیر یعنی جب اللہ نے آپ کا نام اکرم الرسل رکھا۔  
دعوة بلانا۔ داعی بلانے والا۔ مضاف الیہما۔ تا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ ليطاعنہ  
لام بمعنی الی۔ طاعت فرمانبرداری عبادت۔ داعینا الطاعتہ کے لفظی معنی ہم کو  
خدا تعالیٰ کی اطاعت کے لئے بلانے والا۔ مراد حضور علیہ السلام ہیں۔ جو اُمت محمدیہ کو  
خدا تعالیٰ کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ با جبار متعلق دعا۔ اکوہ الرسل تمام پیغمبروں  
علیہم السلام سے فضل مجرور۔ اھم جمع اُمت یعنی گروہ۔ داعینا کی یا کو حضور ہر ساکن پڑھائیے  
توجہ ۛ جب حضور علیہ السلام کو جو اُمت کو خدا تعالیٰ کی اطاعت کی طرف بلاتے  
ہیں۔ خدا تعالیٰ نے بہترین پیغمبران (علیہم السلام) کو کہہ کر پکارا۔ تو بلا شک ہم  
اشرف الامم ٹھہرے +

تشریح۔ آیہ لکن ھذا خیر اُمتہ اُخرجت للناس سے نصا ثابت ہے کہ اُمت محمدی  
تمام انبیاء علیہم السلام کی اُمتوں سے افضل ہے اور اُمت محمدی کا جمیع امم سے افضل ہونا  
حضور علیہ السلام کے فضل الرسل ہونے کا مستلزم ہے اور یہ دعویٰ عوائف انبیاء علیہم السلام

علیہم السلام سے بھی ثابت ہے۔ یہی جو ہے کہ اُمت مرحومہ محمدیہ کو لنگوٹوں شہداء  
علی الناس کا افتخار حاصل ہوا۔ فالحمد للہ تعالیٰ علی ذلک  
پچوں نشان گاہ ہوئے کرد | شدن را متشن تن کرد

مِنْ فِي سَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَالْأَسْبَاطِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَحِبَّاءِ أَحِبَّاءِ وَأَصْحَابِ عِزِّهِ وَعِزِّهِ

رَأَيْتُ قُلُوبَ الْعِزِّ أَنْبَاءُ بَعْدَتْهُ

كُنْبَاءُ أَجْفَلَتْ غُفْلًا مِنَ الْخَنَمِ

دردِ اعدائندہ خوفِ اخبار نبی | پچوں گریزندہ اہل اشیر از بانگِ خفی

رَأَيْتُ قُلُوبَ الْعِزِّ أَنْبَاءُ بَعْدَتْهُ

كُنْبَاءُ أَجْفَلَتْ غُفْلًا مِنَ الْخَنَمِ

كُنْبَاءُ أَجْفَلَتْ غُفْلًا مِنَ الْخَنَمِ

كُنْبَاءُ أَجْفَلَتْ غُفْلًا مِنَ الْخَنَمِ

كُنْبَاءُ أَجْفَلَتْ غُفْلًا مِنَ الْخَنَمِ

كُنْبَاءُ أَجْفَلَتْ غُفْلًا مِنَ الْخَنَمِ

كُنْبَاءُ أَجْفَلَتْ غُفْلًا مِنَ الْخَنَمِ



ڈرایا یا دھمکا یا جس طرح شیر کی آواز پخت بکریوں کے ریوڑ میں مل چل الہی ہے  
 لکھنچیر بخت حضور علیہ السلام کی خبر میں پہلے یہو اور کفار قریش میں شائع ہو چکی  
 تھیں۔ اور ان کے دل اس خوف سے ایسے دل سے تھے جیسے بکریوں کا ریوڑ جو بالکل  
 بے خبر پڑا ہو اور ناگماں کسی شیر یا بھیڑیے کے حملہ کی آہٹ پالے اور اس میں بھاگڑ  
 پڑ جائے۔ اس شکر کا مقدمے میں پیش ہونے کے وقت پڑھنا بشرطیکہ مقدمے الاعلیٰ سبحانیہ  
 مفید ہے۔

(۱۶۱) مَا زَالَ يَلْقَاهُمْ فِي كُلِّ مَعْرَكٍ  
 حَتَّىٰ حَكَّوْا بِالْقَتْلِ حَمًا عَلَىٰ وَضْمٍ

جنگ کرتے رہے اور ہر جنگ میں ہار جیت کر  
 مَا زَالَ دوام کے معنی دیتا ہے۔ کیونکہ زوال یعنی نفی کے ہے اور دونوں کے ملنے  
 سے اثبات ہوتا ہے۔ یلقا مضارع معلوم لقاء ملاقات جنگ کرنا۔ هَمْ ضمیر جمع مذکر  
 غائب عدل کی طرف ہے۔ فی ظرفیت کے لئے۔ کل ہر ایک۔ معقولک بعینہ ہمزہ مفتوحہ  
 میدان جنگ۔ حقیقی انہما یعنی غائب کے لئے حکموا صیغہ ماضی جمع غائب حکایت مثلاً  
 ہونا ضمیر راجع مبتداً بالقتال۔ باسبب کے لئے۔ قتال نیزہ۔ لحم گوشت۔ علی اوپر وضم  
 تختہ قصایاں۔ یا وہ کڑی جس کے ساتھ گوشت لٹکتے ہیں۔ لحم علی وضم عرب کا  
 محاورہ ہے۔ اور اس سے مراد ذلیل و خوار کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ تختہ پر گوشت کا سر باز  
 پڑا ہونا اس کے بتدل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

ترجمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر ایک جنگ میں کفار سے برابر لڑتے رہے۔

یہاں تک کہ کفار مجاہدین کے نیزوں سے بالکل ذلیل و خوار ہو گئے۔ یا نیزوں سے  
 کٹ کر اس گوشت کی طرح ہو گئے۔ جو تختہ قصاب پر رکھا جاتا ہے۔

(۱۶۲) وَدَّ الْفَرَارِ كَادُ وَاِغْبُطُونَ بِهِ  
 اَشْلًا شَالَتْ مَعَ الْعُقْبَانِ وَالرَّحِمِ

آرزو دار نڈر راہ فرار از بیم جاں | عضو مجاہدین بوجہ بچنے کے گراں

دو وا صیغہ جمع غائب ضمیر راجع عدل کی طرف۔ مودت دوست کھنا۔ فرار  
 بھاگنا۔ کاد وادنا عطف یا تفسیر تہ۔ کاد واد صیغہ ماضی غائب جمع۔ کاد واد فعل متعارف  
 سے ہے۔ یغبطون صیغہ مضارع جمع غائب۔ غبطہ بکسر غنیمت کسی دوسرے کی  
 نعمت کے حصول کی آرزو کرنا غبطہ اور حسد میں یہ فرق ہے کہ غبطہ میں دوسرے کے زوال  
 دولت کی خواہش نہیں ہوتی بخلاف حسد کے حسد میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ دوسرے  
 کی نعمت کا زوال ہو۔ بلہ یا رسیبہ۔ لا ضمیر فرار کی طرف۔ اشل جمع شل وعضو۔  
 شالت اؤنٹ بھاگنے کے وقت ڈم اٹھانا۔ مع مصاحبت کے معنی دیتا ہے۔ عقبان  
 جمع عقاب۔ کرگس۔ ہخم جمع رخم ایک قسم کا مردار خوار جانور ہے۔  
 ترجمہ کفار بھاگنا چاہتے تھے۔ اور وقت آگیا تھا کہ ان کی خواہش  
 ہوتی کہ لے کاش! وہ گوشت کے ایسے ٹکڑے بن جاتے جنہیں مردار خوار جانور اور  
 گدھے اڑتے۔

بعض شارحین نے یہ معنی کئے ہیں کہ ان کی آرزو تھی کہ وہ اپنے خویش و اقارب  
 مقتولین کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے جن کو چیل اور عقاب اٹھا کر لے گئے ہیں لیکن



پہلے معنی میں زیادہ مبالغہ اور فصاحت ہے۔

تشریح۔ کفار تو یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح رستہ ملے تو بھاگ جائیں۔ مگر مجاہدین نے ان کو ایسا محصور کیا کہ عنقریب نیزہ اور تلوار کی نوبت ان پر آنے والی تھی اور ایسی مصیبت ان پر آگئی تھی کہ وہ یہ چاہتے تھے کہ کاش ہم ان گوشت کے ٹکڑوں کی طرح ہوتے جن کو کرس اڑا کر لے اڑتے ہیں۔ تاکہ اس خوف اور ہیبت سے نجات پائیں۔

تَمْضَى اللَّيَالِي وَلَا يَدْرُونَ عِدَّتَهَا  
مَا لَمْ تَكُنْ مِنْ تَسَالِي الْأَشْهُرِ الْحَرَمِ

(۱۲۲)

بے خبر کفار از تعداد شبے زماں | جز ازاں شہا کہ باشند از آں مہماں

تمضی فعل مضارع۔ مضی گذرنا۔ لیلی جمع لیل رات۔ مراد مطلق زمانہ۔ داو حال کے لئے۔ لا یدرون نفی فعل مضارع۔ فاعل کفار۔ دہرایت جاننا۔ عدۃ شمار شمار کرنا۔ ما ظرف مصدر یہ۔ لہٰذا لکن معینہ جہد مؤنث ضمیر اس کی لیلی کی طرف ارجع ہے۔ من متعلق ہے لہٰذا لکن کے لیلی جمع لیل رات۔ اشہر جمع شہر مہینہ۔ جمع حرام جن مہینوں میں جنگ کرنی منع ہے۔ رجب۔ ذیقعد۔ ذی الحجہ حرم چار ماہ ہیں تو جمع۔ راتیں گذر رہی ہیں اور کفار سوائے ان مہینوں کی راتوں کے جن میں جنگ منع ہے شمار کرنا نہیں چاہتے۔

تشریح۔ کفار کو حملہ اسلام کا سوائے ان مہینوں کے جن میں جنگ جائز نہیں ہے ہر وقت ڈر رہتا ہے اور ماسے ڈر کے یہاں تک مضبوط کھواس ہو گئے ہیں کہ وہ

راتوں کو شمار نہیں کر سکتے! البتہ اشہر حرم کے دنوں کو شمار کرتے ہیں جن میں ان کو جنگ کا اندیشہ نہیں رہتا۔ کیونکہ شرعاً ان مہینوں میں جنگ کرنی منع ہے۔ وہ کچھ انہیں مہینوں میں ہوش سنبھالتے ہیں۔ اہل عرب عموماً زمانے کے شمار کو راتوں سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ غالباً رات محل حوادث وغیرہ ہوتی ہے۔

اس شعر میں اہل اسلام کی شجاعت اور ہشیاری اور کفار کی بُزدلی اور کمزوری ظاہر کیا ہے۔ عربوں کے بارہ مہینے ہیں۔ جن کے نام اس وقت کے موسم کے لحاظ سے رکھے تھے۔ پہلا محرم۔ تحریم سے مشتق ہے۔ چونکہ اس میں جنگ منع ہے۔ اس لئے اس کو محرم کہا گیا۔ دوسرا صفر۔ صفر خشک ہونا۔ چونکہ اس مہینے میں درختوں کے پتے خشک ہو گئے تھے اس لئے اس کا نام صفر ہوا۔ تیسرا ربیع الاول۔ چونکہ ربیع الآخر ربیع مشتق ہے۔ ربیع سے ربیع مقیم ہونا۔ چونکہ ان مہینوں میں عرب اپنے گھروں میں مقیم رہتے تھے۔ اس لئے ان کو ربیع کہا۔ یا از ربیع سے بمعنی آزمائش قوت کے لئے پتھر اٹھانا۔ جسے مگر کہتے ہیں۔ ان مہینوں میں عرب کے نوجوان باہم قوت آزمائی کرتے تھے۔ پانچواں جمادی الاول۔ چھٹا جمادی الاخریٰ۔ نیام ان کا اس لئے تھا۔ کہ جو وہ کہتے ہیں۔ پانی کا جم جانا۔ ان مہینوں میں پانی خشک نہ ہو گیا تھا۔ تاؤ رجب۔ رجب کے معنی بزرگ جانا۔ تقسیم کرنا بعض قبائل اس مہینے کی تقسیم کرتے تھے۔ آٹھواں شعبان۔ اشعاب کاخو ذ ہے۔ اشعاب کے معنی متفرق ہونا۔ عرب اس مہینے میں لوٹ گھسوٹ کے لئے باہر چلے جاتے تھے۔ نواں رمضان۔ رمض جلانا۔ چونکہ اس مہینے میں گرمی شدت کی پڑی تھی۔ اس لئے نیام ہوا۔ یا بوجہ صوم کے کہ اس میں گناہ جل جاتے ہیں۔ اس لئے رمضان نام ہوا۔ یا رمض بمعنی کثرت باران۔ اس تبرک



میں نے اللہ تعالیٰ بارش رحمت و مغفرت بکثرت سنا ہے اس لئے اس کا نام نہ ہوا جسوا  
شوال۔ نیز شاول سے ماخوذ ہے۔ شاول ایک دوسر کو نیزہ مارنا۔ اس میں نے عرب  
نیزہ بازی کرتے تھے۔ گیارہویں ذی قعدہ۔ قعود بیٹھنا۔ اس میں نے عرب بوجہ  
اس کے کہ جنگ حرام ہے۔ اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھ جاتے تھے۔ بارھواں ذی الحجہ۔  
چونکہ اس میں نے حج بیت اللہ شریف کرتے تھے اس لئے اس نام سے موسوم ہوا

(۱۷۲) **كَأَمَّا الدِّينُ فَضَيْفٌ حَلَّ سَاحَتَهُمْ**  
**بِكُلِّ قَرْمٍ إِلَى لَحْمِ الْعِدِّ قَرْمٍ**

ہست دین ہمان نال بازاریان نامدا | گوشت اعدا ایشان اغذائے دشمنان  
گان حرب تشبیب اور حرف ماکافہ۔ عمل گان کو روکتا ہے۔ دین مذہب۔  
ضیف ہمان حلق۔ حلول مصدر۔ اترنا۔ ساحۃ صحیح خانہ اور ضمیر ہمہ کفار یا مجاہدین  
کی طرف ارجع ہے۔ بکل با جار کل مجرور متعلق حل کے ہے۔ کل کے لفظ سے ہر ایک  
فرد کی شجاعت ثابت کرتا ہے۔ اور بکل قرم حال ہے اس ضمیر سے جو حل میں ہے۔  
اور دین کی طرف ارجع ہے۔ قمر بفتح القاف سکون لا الہ الا اللہ۔ مرد دلاور۔ سردار  
الی اتنا غایت کیلئے ہے جار مجرور متعلق بہ قمر جو اخیر مصراع کا تانیہ ہے۔ لحم  
گوشت۔ العدی جمع عدو یعنی دشمن۔ قمر بفتح القاف کسر الراء الہامۃ گوشت کھانے کا  
آرزو مند صیغہ صفت ہے :

توجہ ۱۱۔ گویا اسلام ایک مہمان ہے جو ایسے بہادروں و سرداروں کو ہمراہ لیکر کفار  
صحن میں اترے جن میں ہر ایک سردار دشمنوں کے گوشت کھانے کا آرزو مند ہے :

تشنہ لچ۔ اگر ساختھم کی ضمیر مجاہدین کی طرف ارجع ہو تو معنی یہ ہوگئے کہ گویا  
اسلام مع سرداران قوم ان مجاہدین کے گھر اترے جن میں سے ہر ایک دشمن کے  
گوشت کا بھوکا ہے۔ اس لئے مجاہدین نے اس کی ضیافت کے لئے بے دریغ کفار کو  
قتل کیا۔ چنانچہ وہ ایسے حواس باختہ ہو گئے کہ زبان کا شمار بھی نہ کر سکے :

(۱۷۳) **يَجْرُجُ خَمْسِينَ فَوْقَ سَاحَةِ**  
**يَوْمِي بِمَوْجٍ مِّنَ الْإِبْطَالِ مُلْتَطَمٍ**

از سواراں یکشد لشکر چو دریائے واں | کو زند موج گراں از کثرت جنگاں

یجرج صیغہ مضارع واحد غائب۔ جرج یعنی چرچنا۔ ضمیر مجاہدین کی ضیف یا اسلام حضور  
علیہ السلام کی طرف ارجع ہے۔ بجو دریا خمیس لشکر۔ فوق ظرف واقع ہوا ہے یعنی  
بالا اور اوپر۔ ساحج تیرنے والا۔ یعنی صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم ضمیر و جی  
کی خمیس یا بجو کی طرف ارجع ہے۔ رمی تیر پھینکنا محاورہ ہے۔ رایت البحوری  
بموج۔ دریا میں موج پر موج اٹھتی تھی۔ من الابطال میں من بیان ہے بجو  
خمیس کا۔ جار مجرور متعلق یجرج کے۔ الاطال جمع بطل دلاور۔ بہادر۔ ملتطم اسم  
فاعل لفظ التظام یعنی موجوں کا باہم ٹکرانا۔ ملتطم صفت موج کی ہے :

توجہ ۱۲۔ اسلام ایک ایسے بحر خوشخوار کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوا ہے جس کے  
جنگ بہادر خوش رفتار گھوڑوں پر میدان جنگ میں باہم ٹکیں ٹکراتے ہیں جیسے دریا  
کی موجیں :

تشنہ لچ بہادران لشکر کو بحر زخار کی ان موجوں کے تشبیبی گئی ہے چ نہایت زور



سے باہم کراتی ہیں۔ جنیس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ شکر کے پانچ حصہ ہوتے ہیں بمقدار جو آگے چلتا ہے۔ ساتھ جو پیچھے ہوتا ہے۔ قلب دربیانی حصہ شکر کا تیسواں حصہ ہے۔

جانب کا۔ تیسرا بائیں جانب کا۔

مِنْ كُلِّ مُنْتَدِبٍ لِلَّهِ مُحْتَسِبٍ  
يَسْطُوْهُ مُسْتَأْصِلٌ لِلْكَفْرِ مُصْطَلِمٌ

(۱۲۵)

ہر ایک نشان مطیع و مسلم پر ہرگز گناہ  
میں کبھی نہ ہوگا کہ شکر کے پانچ حصہ میں سے ایک حصہ نہ ہوگا

مِنْ بَيَانِيَةِ بَيَانِ الْبَطَالِ كَيْفَ مِنْ كَيْفِ طَرَحِ مُنْتَدِبٍ لِلَّهِ دَعْوَتِى كَوَقُوفِى كَرْنِى وَلَا  
مُحْتَسِبِ صِفَتِ مُنْتَدِبٍ يُدَارِ ثَوَابِ اِمْتِنَانِ اِيْذَارِ كَيْفَا۔ يَسْطُوْهُ صِفَتِ مُضَاعَفِ وَاعِدِ  
غَائِبِ فَاعِلِ اس كَامُنْتَدِبِ۔ سَطُوْهُ حَمَلِ كَرْنَا۔ مُسْتَأْصِلِ۔ بِاسْتِنَاتِ۔ مُسْتَأْصِلِ  
جُرْسِ اُكْهَارِ نِى وَالَا۔ مُرَادِ تَلَوَارِ يَدَا اَتَا اَقْدَسِ مَرَدِ كَانَا اَتَا اَعْلَى اَللّٰهِ عَلَيْهِ اَلَمْ وَاسْمُ  
اَسْتِصَالِ نِيْخِ سِ اُكْهَارِ نَا۔ لِكْفَرِ لَامِ جَارِ۔ كَفَرِ مَجْرُوْرٍ تَعْلَقِ مُصْطَلِمِ مُصْطَلِمِ  
مُسْتَأْصِلِ تَاكِيدِ مُسْتَأْصِلِ۔ اَصْطِلَامِ جُرْسِ اُكْهَارِ نَا۔ كَانِ كَرْنَا۔ مُرَادِ هَلَاكِ كَرْنَا۔  
مُنْتَدِبِ الْبَطَالِ كَابَدَلِ هِے۔ جَوْشَرِ مَابِقِ مِيْنِ هِے۔

تَوْجِيْہُ اس شکر کا ہر ایک حصہ اور خدا تعالیٰ کے حکم کا تابع اور اپنے عمل سے آخر  
میں ثواب کا امیدار ہے اور ایسی تلوار سے جو کفر کو جڑ سے کاٹنے والی اور برباد  
کرنے والی ہے۔ حملہ آور ہوتا ہے۔

تشریح اس شعر میں ثابت کیا گیا ہے کہ ان کی شجاعت اور جہاد صرف اعلیٰ  
کلمۃ اللہ کے لئے ہے اور ان کا مقصد صرف شکر اور رب پرستی کا استیصال تھا۔ یا میرا

ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کی امداد سے جو شرک اور کفر کی نیچ کٹی کر نیواریں گے اور ہوتے ہیں  
شعر سابق اور اس شعر میں الفاظ کا بہت تعلقات ہے۔ بوجہ مختلف تعلق کے مختلف  
معنی ہو جاتے ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ ایک ایک تفسیر و توضیح کی جائے۔ یہ شکر کا  
فاعل حضور علیہ السلام ہیں۔ ہر جنیس اضافت تشبیہی ہے۔ ایک ہی چیز ہے۔  
جنیس یعنی شکر کو بحر سے تشبیہی گئی ہے یعنی جس طرح دریا کسی سے نہیں گرتا۔  
اسی طرح حضور علیہ السلام کا شکر بھی نہیں گرتا تھا۔ فوق مسابحة جنیس کی صفت ہے  
یعنی وہ شکر بادر نما گھوڑوں پر سوار تھا۔ یہ معنی بوجہ یہ دوسری صفت جنیس کی  
ہے۔ وہ شکر دریا کی طرح موجزن تھا۔ ملتطم موج کی صفت ہے یعنی ایسی موج  
کی طرح ہے جو باہم کراتی ہے من لا بطلال میں من بیا نیہ ہے جنیس کا بیان یا تفسیر ہے  
وہ شکر بہادر غازیوں۔ منتدب شد اور محتسب شد پر مشتمل تھا۔ یسطو  
حمد کرنا تھا۔ فاعل اس کا منتدب شد اور محتسب شد ہے باعتبار ہر ایک فرد کے۔  
مستأصل للكفر صفت ہے۔ موصوف محذوف کی۔ ایسی صفت مستأصل للكفر  
مصطلح کے پہلے واو عطف کی محذوف ہے۔ اسل تھا و مصطلح للكفر علیہ مخرج و تعلق  
یسطو کے ہے پس دونو اشعار کے یہ معنی ہوئے۔

حضور علیہ السلام نے ایک ایسا شکر مرتب کیا۔ جو بادر نما گھوڑوں پر  
سوار تھا۔ اور موجوں کی طرح بوجہ از و عام باہم ٹھکراتا ہوا اور اچھلتا ہوا معلوم  
ہوتا تھا۔ اور یہ شکر ابطل (بہادران اسلام) منتدب شد (جہاد کی دعوت قبول  
کرنے والوں) اور محتسب شد (شہادت کا ثواب حاصل کرنے والوں) کا مجموعہ تھا۔ جو  
نیچ کن اور جاں ستان تلواروں کو لے کر دشمنوں پر حملہ آور ہوتا تھا۔



حَتَّىٰ غَدَتْ مِلَّةَ الْإِسْلَامِ وَهِيَ بَصِيحَةٌ  
مِّنْ يُعَدُّ غُرْبَتَهُمَا مَوْصُولَةً الرَّحِمِ

(۱۷۶)

بعد غربت ملت اسلام بنیاد شد قوی

حقی غایت ہے۔ ہجر یا بطول۔ غدت فعل ماضی واحد غایب ماضی۔ از باب دعا  
یدعو بمعنی صارت وصیحت۔ غدا صبح کرنا اور گزرنا۔ ملت الاسلام آئین اسلام  
ملت الاسلام اسم ہے غدت فعل کا اور اضافت ملت کی طرف بیان یہ ہے دونو ایک ہی  
چیز ہیں مثل شجر العنب انگور کا درخت دونو ایک ہی چیز ہیں۔ دین۔ ملت۔ اسلام  
فرق یہ ہے۔ کہ اس اعتبار سے کہ مذہبی احکام کی متابعت کی جاتی ہے دین ہے اور  
اس خیال سے کہ احکام دینی سے لوگ مستفید ہوتے ہیں، شرع ہے اور اس وجہ سے  
کہ یہ احکام لکھے جاتے ہیں، ملت ہے۔ پس ملت۔ الملل بمعنی املا یا الزائل بمعنی اجتماع  
سے اخذ ہے۔ واء حال یہ۔ ہمی ضمیر ارجع ہے بئوئے ملت۔ وہی بھم کا مفہوم یہ ہے کہ  
وہ شریعت ان کے ساتھ مختص تھی۔ بیان کو زیبا تھی۔ یا ان کی فطرت میں تھی۔ من  
بعد غربتھا۔ من زائد بعد ظرف مضاف۔ غربت مضاف الیہ جار مجرور متعلق موصولہ  
کے۔ ہا کی ضمیر ملت کی طرف ارجع ہے۔ غربت مسافر ہونا۔ مراد کمزوری۔ موصولہ  
از وصل باہم ملنا۔ رحم قرابت۔ موصولہ الرحمہ جس کو حقوق صلہ رحمی حاصل ہوں  
یہ خبر ہے غدت کی :

ترجمہ ۱۷۶۔ اسلام کے بہادر برابر لڑتے رہے جتنی کہ شریعت (جو حقیقتہً ان کی  
فطرت میں داخل تھی) کمزوری اور غربت بعد تقویت پا کر اپنے بھائی بندوں کے ساتھ مل گئی :

تشریح۔ جب تک اسلام کی کمزوری رفع نہ ہوئی۔ وہ برابر جہاد کرتے رہے۔  
وہی بھم جملہ مقررہ ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ شریعت اسلام مجاہدین  
کی فطرت میں داخل تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنی فطرت کو جو کمزور ہو گئی تھی تقویت  
دی۔ گویا دو بھائی غربت میں عدا ہو گئے تھے جو مجاہدین کی کوشش سے پھر باہم  
مل گئے۔ غربتہا تلمیح ہے حدیث ان الدین بدعربینا وسیعود غریبا فطوبی  
للغریبا (رواہ سلمی صحیح) اسلام شروع میں غریب تھا اور اخیر میں بھی غریب ہو گا  
پس جو خبری ہے غریبوں کو :

مَكْفُولَةٌ أَبَدًا مِنْهُمْ خَيْرٌ أَبَدًا  
وَخَيْرٌ بَعْلٌ فَلَمْ تَبَيِّنْ وَلَمْ تَبَيِّنْ

(۱۷۷)

دائم ملت شدہ محفوظ باشوئی بد

مکفولہ ضمانت کی گئی۔ کفالت ضمانت و حفاظت۔ مکفولہ بمعنی محفوظ۔  
غدت کی خبر بعد خبر ہے۔ ابد بمعنی دائما۔ زمانہ مستقبل غیر متناہی جیسا کہ انزل نہ  
ماضی غیر متناہی۔ منهم ضمیر ارجع مجاہدین کی طرف۔ خیر اب بہترین باپ۔ خیر  
بعل بہترین شوہر۔ مراد خیر اب اور خیر بعل سے مراد اور متکفل ہے۔ کیونکہ باپ  
اولاد کا اور شوہر زوجہ کا متکفل ہوتا ہے۔ یہاں خیر اب مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام  
ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ مِلَّةَ آبَائِكُمْ اَبْرَاهِيمَ۔ اور خیر بعل سے مراد  
حضرت علیہ السلام ہیں۔ جو پشت و پناہ امت ہیں۔ لہذا تلمیح فعل محمد من الیتیم  
بتقدیم ایاء علیہ السلام، المشانہ الفوقانیہ بمعنی بے پرشدن بچہ۔ فَلَمْ تَبَيِّنْ بَرُوَزَن



فَلَمْ تَكُنْ لَمْ تَكُنْ پہلے تا پھر سبزہ مکسورہ شفق ہے امت المرأة۔ ایضاً سے عورت کا راند ہونا۔ یعنی ام۔ بیٹھ۔ روزن باع۔ بیع۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مکفولہ خبر ہو مبتداء مخذوف کی۔ ای کل واحد من الملة والامۃ۔ مکفولۃ یا حال ہے یا بدل ہے موصول کا یا اس پر عطف ہے۔ اور حرف عطف مخذوف ہے۔

توجہ ۱۱۔ مجاہدین برابر لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ عروس اسلام ہمیشہ کے لئے بہترین شوہر کی برکت مجاہدین کے ہاتھوں میں محفوظ ہو گئی۔ جو نہ تو کبھی قہیم ہو گی اور نہ کبھی راند۔

تشریح اسلام کی بنیاد ایسے اصول حق پر مبنی ہے کہ یہ کبھی بلا مرتئی و کفیل نہیں رہے گا۔ خدا تعالیٰ اس کا حافظ و ناصر ہے۔ فانہ نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

۱۱۸) هُمُ الْجِبَالُ فَسَلَّ عَنْهُمْ مَصَادِمُهُمْ  
مَا ذَا رَأَى مِنْهُمْ فِي كُلِّ مَصْطَدَمٍ

پہچو کہ بودند ثابت پس از شہر دیا | آنچه دیدند از دم شیر شان کارزار

ہم کی شمیر مجاہدین کی طرف اجماع ہے۔ مبتداء۔ جبال جمع جبل۔ پہاڑ۔ خبر فسل۔ فنا فریبہ ہے۔ سل صیغۃ امر از سال دیناں۔ سوال کر۔ دریافت کر۔ یہ جزائے شہر مخذوف۔ اے ان لہ تصدیق اگر میری بات تسلیم نہیں کرتا۔ تو ان کے کارناموں کو پوچھ۔ عنہم کی شمیر مجاہدین کی طرف اجماع ہے۔ مصادم ظرف از مصادم باہم لڑنا۔ یا جمع مصادم ظرف مکان از صدم یعنی جنگ کا میدان یا مصدر سے جنگ

ما۔ ذایہ دونوں کلمے مل کر ایک ہی کلمہ استعمال ہوتا ہے۔ اور استفہام کے معنی دیتا ہے۔ معنی اتنی شے۔ یہ قول ہے انکی رائی فعل مضارع ویت دیکھنا۔ رائی کا فاعل مصادم بتا دیا کل واحد۔ بعض نسخوں میں بصیغہ جمع رآؤ ہے۔ اس کا فاعل کفار ہو گئے۔ منہم کی ضمیر مجاہدین کی طرف اجماع ہے۔ مصطدم اسم مکان یا زمان وقت جنگ یا میدان جنگ بعض شراحین نے عنہم کی ضمیر مجاہدین کی طرف اجماع کی ہے بطریق ہر توجہ ۱۲۔ وہ مجاہدین ثبات استقلال کے پہاڑ ہیں اگر تجھے میری بات کا یقین نہیں تو میدان لڑنے جنگ سے ان کے کارناموں کی تفصیل پوچھ لے۔ کہ انہوں نے ان کی تیغ زنی کے کرتب کیا کیا دیکھے ہیں۔

تشریح۔ ان کے تہو و شجاعت آثار اب تک مقامات جنگ میں پائے جاتے ہیں۔ اور میدان جنگ ان کی داد مردانگی میں گونج رہا ہے۔ یا یہ کہ ملکوں پر اہل سلام کا تصرف خود ان کے تہو و شجاعت کی دلیل ہے۔ یا یہ مراد کہ کفار تو نیست نہ ناید ہو گئے اب کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو یہ پتہ دے کہ ان پر کیا گزری۔ میدان جنگ زبان حال سے مجاہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شجاعت کی شہادت دے رہا ہے۔

۱۱۹) وَ سَلَّ حُنَيْنًا وَ سَلَّ بَدْرًا وَ سَلَّ أَحَدًا  
فَصُولَ حَتَفَ لَهُمُ آدَاهُمُ مِنَ الْوَحْمِ

از احد ہم از حنین و بدر پرسی باجرا | یعنی از تفصیل مرگشان کہ بدست و با

داد عاطفہ عطف سل عنہم پر ہے۔ سل صیغۃ امر۔ سوال کر حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک دوی کا نام ہے۔ و سل بذر اعطف ہے سل حنینا پر۔ بذر ایک چاہ کا نام ہے



جو اپنے بانی کے نام پر مشہور ہے۔ وَسَلِّ أَحَدًا وَأَوْعَاطِفَ - سل، بدلاؤ پر عطف سے  
أَحَدًا بضمّ تین ایک پہاڑ ہے۔ جو مدینہ منورہ سے تین چار میل کے فاصلہ پر ہے فصول  
جمع فصل یعنی زمانہ قلیل حَتَفَ موت فصول حَتَفَ قسم موت اوقات موت لھم  
کی ضمیر مجرور کفار کی طرف ارجح ہے۔ اَذْهَى سخت ترین۔ مَن تَفْصِيلِيَّةٌ وَخَم تَحْمَہ۔  
بدھمی۔ مراد وہاں اور ہمیشہ سے ۛ

توجہ ۛ اگر تمہیں یاد نہ ہو۔ تو کفار کی موت کی تفصیلیں (جو ان کے لئے وبال سے بدتر  
تھیں) مقامات جنگ خنین اور بدر اور اُحد سے پوچھ لو ۛ  
تشریح یعنی اُن مقامات سے مفصل حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔ میرے قول کی  
تصدیق ہوگی۔ کوئی کافر نیزہ سے مارا گیا۔ کوئی تلوار سے اور کوئی تیر سے یعنی معاملہ  
ایسا واضح اور ثابت ہے کہ پتھر اور زمین بھی اُس کی شہادت دینے کو تیار ہیں۔ لفظ  
سل کا تکرار ایسے موقع پر نہایت فصیح ہے۔ جس سے دعوے کی تقویت اور اُس کے  
ثبوت کا استحکام پایا جاتا ہے۔ گویا منکر پر ایک گونہ تمام حجت ہے ۛ

جنگ خنین کا مختصر بیان یہ ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح  
کیا۔ وہاں ابھی پندرہ دن ہی ٹھیرے تھے۔ کہ بنی ہوازن کو فتح مکہ کی خبر ہوئی۔ تو  
ان کے امیر مالک بن عوف بصری نے بنی ثقیف اور سعد بن ابی بکر وغیرہ قبائل کو جمع  
کیا۔ اس واقعہ کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک بھی پہنچی۔ آپ نے مجاہدین ۛ  
کو خنین کی طرف نکلنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس موقع پر مسلمانوں کی قریباً دس ہزار فرج  
جمع ہو گئی۔ اور تین ہزار کفار کی فوج تھی۔ ایک شخص نے مسلمانوں میں سے اپنی کمر  
فوج پر نازاں ہو کر کہا۔ کہ آج کفار ہرگز فتح نہ پاسکیں گے۔ کیونکہ وہ بالکل ٹھوٹے ہیں

اور مسلمانوں کی تعداد کثیر ہے۔ یہ مقولہ حضرت عائشہؓ کو اگوار گذرا۔ پھر لشکر اسلام چل پڑا۔  
دشمن گھاٹیوں میں چھپے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں پر ذوقِ حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کو  
شکست ہوئی۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کو بھول گئے تھے صرف رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم اور حضرت عباسؓ ابو بکر و عمر و علی علیہم السلام باقی رہ گئے۔ اس وقت جناب  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفید خچر پر سوار تھے۔ اور فرماتے تھے انا النبی لا  
کذب۔ انا ابن عبدالمطلب۔ پھر آپ نے دعا کی۔ کہ اے خداوند تعالیٰ تو نے فتح کا  
وعدہ کیا ہے۔ اس کو پورا کر۔ اور عباسؓ کو فرمایا کہ انصار کو بلاؤ۔ لوگ جمع ہو گئے۔ اور  
دونوں لشکر لڑنے لگے۔ اس موقع پر خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کیلئے فرشتوں کو  
بھیجا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ٹھنی سنگریزوں کی کفار کی طرف پھینکی۔ تمام  
لشکر کفار بھاگ گیا اور مسلمانوں نے فتح کا تقارہ بجایا۔ واللہ خیر الناصحین ۛ

قصہ بدر۔ بدر ایک کنوئیں کا نام ہے۔ جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے۔  
یہ غزوہ رمضان میں واقع ہوا۔ کل لشکر اسلام میں صرف تین سو تیرہ شخص تھے۔ اور  
کفار قریباً ایک ہزار تھے۔ اس جنگ میں بھی خداوند تعالیٰ نے اسلام کی مدد کیلئے  
ملائکہ بھیجے۔ اُس دن کفار میں سے شتر آدمی قتل ہوئے۔ اور اتنے ہی قید کئے گئے۔ اور  
بہت سے سرداران قریش اس جنگ میں قتل ہوئے ۛ

اُحد یعنی بنی مدینہ طیبہ کے قریب چار میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ کا نام ہے۔ جہاں  
پر یہ غزوہ واقع ہوا ۛ

چونکہ جنگ بدر میں مشرکین کو شکست فاش ہوئی۔ اور بہت سرداران قریش بھی قتل  
ہوئے۔ اس لئے قریش مسلمانوں سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ



علیہ السلام کو خبر پہنچی۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ کے روز خطبہ پڑھا۔ اور لوگوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گانے ذبیح کی ہوئی ہے۔ اور میں ایک حکم زرہ میں ہوں۔ اور میری تلوار ٹوٹ گئی ہے۔ اور میں ایک کبش کے ساتھ ہوں۔ اور اس خواب کی میں نے تفسیر کی ہے۔ کہ میرے اصحاب میں سے کچھ عسائی بن جنگ میں شہید ہو گئے۔ اور زرہ سے مدینہ مراد ہے۔ اور تلوار کا ٹوٹنا یہ ہے کہ مجھے کچھ تکلیف پہنچی کبش میں ڈھا سے یہ اشارہ ہے کہ میں ایک شرک کفار کو قتل کر دینگا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز جنگ کے لئے باہر نکلے اور لڑائی شروع ہو گئی۔ مشرکین بھاگ نکلے۔ اور مسلمان مال غنیمت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ کفار نے جمع ہو کر یکدم مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ چنانچہ بہت لوگ مسلمانوں سے داخل جنت افراد و سب ہوئے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کچھ تکلیف پہنچی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۳۰) الْمَصْدَرُ الْبَيْضُ حُمْرًا بَعْدَ مَا وَرَدَتْ  
مِنَ الْعَدَا كُلِّ مَسْوَدٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ

اُس جوان نے کہ از جہد سیاہ شہید | تیغ بیض برون زندہ سرخ و خون فشان

المصدر و رصل المصدرین تھا۔ اعانت نون گر گیا۔ اصداد واپس لانا۔ المصدر منصوب فعل اس کا امجد محذوف ہے اور یہ نیا مضمون ہے یا المصدر مجرور بدل ہے ضمیمہ شہم سے جو مصرعہ ماذا ائی منہم فی کل مصطلح میں ہے۔ بیض جمع ابیض بنفید مراد تو از تیل شدہ۔ حمر جمع احمر۔ سرخ مراد خون بودہ حمرہ حال ہے بیض کا بعد عزت۔ المصدر ہی۔ مصدر یہ۔ و ہد ت ورود کے معنی گھاٹ

پر جانا۔ داخل ہونا من العدا جار مجرور متعلق بہ کائنات صفت یا حال مسوکا۔ عدا جمع عدو۔ دشمن۔ کل مسود۔ کل لفظ سوز ہے جو کل افراد کو شامل کرتا ہے۔ مسود سیاہ۔ جمع لہ۔ بال جو کندھوں تک پہنچیں۔ اشارہ ہے نوجوان کفار کی طرف۔ جن کے بال لمبے اور سیاہ تھے۔

ترجمہ اسلام کے بہادر اپنی چمکتی ہوئی تلواریں۔ دشمنوں کے لمبے لمبے سیاہ بالوں پر مارنے کے بعد سرخ واپس لاتے تھے۔

تشریح ترجمہ لفظی کیا گیا ہے اس لئے اس کی وضاحت کی ضرورت ہے۔ سیاہ لمبے لمبے بال سے مراد کفار کے نوجوان ہیں۔ عرب کا دستور تھا کہ نوجوان جنگ اور لہجہ بال رکھتے تھے۔ اور ان کو سر کی چوٹی پر لپیٹتے تھے۔ تاکہ جنگ میں سر کی حفاظت ہو سکے۔ ایک تو اس سے یہ ہوم ہوتا ہے کہ لشکر اسلام کے مقابلہ میں کفار کے نوجوان آتے تھے۔ جو اپنے بالوں کو لپیٹے ہوئے ہوتے۔ اور مجاہدین ان کے سروں پر پہنچ کر بجا۔ ٹے دوسرے اعضا کے ان کی چوٹیوں ہی پر ضرب کاری لگاتے تھے۔ عقال اور بالوں کو کاٹ کر لٹوا۔ سر کے اندر گھس جاتی تھی اور پھر مجاہدین اس کو کھینچ کر سرخ یعنی خون آلودہ واپس لاتے۔ مراد اس میں ہتھارہ و ہتھارہ اور کنایہ درکنایہ ہے۔ اور نیز اس میں اظہار ہے کہ ان کا دار خالی نہ جاتا تھا۔

(۱۳۱) وَالْكَاتِبِينَ بِسْمِ الْخَطِّ مَا تَرَكْتَ  
أَقْلَامَهُمْ حَرْفَ جَسْمٍ غَيْرَ مُنْعَجِمٍ

کاتب انداز نیزہ خطی نوشتہ خوب خط | کلک شال نشانہ حریفی کہ با شہرے نقط



وَاَوْعَاطِفُ هَيْءُ الْمَصْدُورِ عَطْفٌ هِمْزٌ كَاتِبِينَ جَمْعُ كَاتِبٍ بِاءٍ هَتَاتٍ هَمْزٌ جَمْعُ هَمْزٍ  
نِزْهٌ كَنْدٌ مَكُولٌ خَطِيئَةٌ خَطِيئَةٌ خَطِيئَةٌ خَطِيئَةٌ خَطِيئَةٌ خَطِيئَةٌ خَطِيئَةٌ خَطِيئَةٌ خَطِيئَةٌ خَطِيئَةٌ  
مَآئِنَافِيَةٍ تَرْكَتُ فَعْلٌ مَاضِي تَرْكَتٌ چھوڑنا۔ اَقْلَامُ جَمْعُ قَلَمٍ۔ هَمْزٌ كَاتِبِينَ كَاتِبِينَ كَاتِبِينَ كَاتِبِينَ كَاتِبِينَ كَاتِبِينَ كَاتِبِينَ كَاتِبِينَ كَاتِبِينَ كَاتِبِينَ  
حَرْفٌ طَرَفٌ۔ مَرَادُ اَعْضَاءِ جِسْمٍ تَنْ۔ غَيْرُ سَوَاءٍ۔ مَبْجَعٌ صِيغَةُ اَمٍّ فِعْلٌ۔ الْجَمَامُ نَقْطَةُ اَرْمَوْنِ  
تَوْجِہ۔ اسلام کے بہادر سپاہی خطی نیزوں سے لکھتے اور ان کے قلوب (انیزوں) نے  
کبھی کسی حرف (عضو) جسم کو بلا نقطہ (بلا زخم) نہ چھوڑا  
تَشْرِیح۔ کاتب خط۔ حرف۔ منجم۔ تناسبات شعری ہیں اور باعتبار استعارہ تشبیہ  
لائے گئے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ کوئی دشمن ایسا نہیں ہے جس کے اعضاء جسم پر مجاہدین کے  
نیزوں کا نشان زخم نہ لگا ہو۔

شَاكِلُ السِّلَاحِ لَهُمْ سِيْمًا تَمِيْزُهُمْ  
وَالْوَرْدُ يَمْتَاْزُ بِالسِّيْمَا مِنْ السَّلَامِ

اَنْ زِيُوْشَانُ مَتَاْزَنْدَرْ سِيْمَا تَمِيْزُهُمْ  
اَنْ مِيْلَانُ جُولُ گلاب از بُوْدُوْدِ قَدْرِ مِش  
شاکلی در اصل شاکیں تھا! اضافت سے نون گر گیا۔ واحد شاکلی اور یہ عمل میں شاکلی کا  
مقلوب ہے جس کے معنی میں نامہ السلام یعنی مکمل ہتھیاروں والا۔ سلاح ہتھیار۔ شاکلی  
السلاح جس کے ہتھیار مکمل ہوں۔ شاکلی سلاح کاتبین کا بدل ہے جو سابق میں مذکور ہے  
ہم کی ضمیر شاکلی سلاح کی طرف راجع ہے۔ سیمما مقصود ہے۔ علامت و نشان و ثبوت  
ہے کلام اللہ شریف میں آیا ہے۔ سِيْمًا هُمْ فِي دِيُوْهِرِهِمْ مِنْ اِثْرِ التَّجُوْدِ۔ تَمِيْزٌ  
صِيغَةُ مَضَارِعٍ وَاحِدَةٌ غَاثِبَةٌ ثَوْتُ ثَبْتٍ بِمعنى تَفَرُّقٍ جَدًّا كَرْتَا هِمْزٌ ضَمِيرٌ كَاتِبِينَ كَاتِبِينَ كَاتِبِينَ كَاتِبِينَ كَاتِبِينَ كَاتِبِينَ كَاتِبِينَ كَاتِبِينَ كَاتِبِينَ كَاتِبِينَ

يَحْمَدُ صِفَتُ يَحَالُ هِمْزٌ سِيْمَا كَا۔ وَالْوَرْدُ وَادُ اسْتِنَافِيَةٍ۔ وَرْدٌ گلاب۔ يَمْتَاْزُ مَضَارِعُ مَضَارِعُ  
بَصِيغَةُ وَاحِدَةٌ كَرْتَا غَاثِبٌ ضَمِيرٌ رَاجِعٌ وَرْدٌ كِي طَرَفٌ۔ اَمْتِيَاْزُ سِمْيَا اَيْكٌ چيز کا دوسری چيز  
سے الگ ہو جانا۔ بِالسِّيْمَا۔ باوجود سیمیا۔ سیمیا انسان کے چہرے پر وہ علامت جس کے  
باعث بعض حالات انسان معلوم ہو جاتے ہیں۔ مَن بَعْضُ نَسُوْلٍ مِّنْ عَنِّ آتَا هِمْزٌ۔ دُوْنُو  
درست ہیں۔ سَلَامٌ بُولُ کا درخت۔ کبک۔

تَوْجِہ۔ بہادران اسلام پورے مسلح تھے جن کے لئے ایک خاص نشان تھا۔ جو  
انہیں دوسروں کے اس طرح ممتاز کرتا تھا جس طرح گلاب بول کے درخت سے ممتاز ہوتا ہے  
تَشْرِیح۔ بہادران اسلام بظاہر تو عام لوگوں جیسے تھے مگر ان میں خاص اور خاص  
شجاعت و استقلال۔ صداقت و یقین تھا۔ تقویٰ پانے جاتے ہیں۔ جن وہ دوسروں کے  
ممتاز ہوئے تھے ان کی مثال گلاب کی سی ہے۔ اگرچہ گلاب اور سلم دونوں غلہ و  
درخت ہیں۔ مگر گلاب اپنی بوئے خوش سے نمایاں امتیاز رکھتا ہے۔ یا یہ معنی ہیں  
کہ بہادران اسلام کی پیشانی پر سجدہ کے نشان تھے۔ اور نور ایمان ان کی  
پیشانی سے چمک رہا تھا۔ جو ان کے لئے نشان امتیاز تھا۔

تَقْدِي اِلَيْكَ رِيَا حُ النَّصْرِ نَشْرُهُمْ  
فَتَحْسَبُ الزَّهْرَ فِي الْاَكْمَامِ كُلِّ كَمِيٍّ

(۱۸۳)

بَاوَنَصْرَتِ يَدُ ثِيَا شَاكِلُ مَشْكُوتَا  
ہر مبارز ابدانی چوں شکوفہ در غلا  
تقدی صیغہ مضارع معلوم ثبوت واحد غائبہ۔ ایلک۔ الی واسطی انتہائی غائی  
کے۔ خطاب۔ اھذا تحفہ پیش کرنا۔ ریاح جمع ریح۔ ہوا۔ مراد باد صبا۔ نصیر



فتح۔ ریح النصر سے اشارہ ہے حدیث شریف نصرت بالصبر کی طرف۔ نشر خوشبو۔ ہم ضمیر جمع غائب مجاہدین کی طرف اِصح ہے۔ ریح النصر فاعل تھدی۔ نشر همز غول فتح میں فاء تفریق۔ تحسب صیغہ مضارع مخاطب۔ حسیان شام کرنا۔ زھر شگوفہ۔ اکھام جمع کم پردہ و غلاف شگوفہ۔ کئی بالتشدید۔ شجاع زہ پہننے والا۔ ضرورت شعری سے مخفف پڑھا گیا۔

توجہ۔ نصرت کی باد صبا ان کی بوئے خوش کو سمجھ تک پہنچا رہی ہے۔ پس ہر ایک بہادر کو تو ایسا خیال کر کہ وہ اپنے غلافوں میں ایک شگوفہ ہے۔ تشبیہ۔ بہادری کی تحمیدی کی خبروں کو باد صبا سے اور اس کی خوشی کو جوان خبروں سے حاصل ہوتی ہے۔ خوشبو سے اور زہ کو غلاف سے اور مجاہد بہادر کو شگوفہ سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی مجاہدین جو زہ ہیں کہ جنگ کفار میں داد شجاعت دے رہے تھے اور ان کی تحمیدی اور کامیابی کی خبریں دُور دراز ملکوں میں پہنچ گئی تھیں۔ اُن کو ایسا خیال کرنا چاہئے۔ کہ وہ ایسے شگوفے ہیں جو غلاف میں لپٹے ہوئے ہیں جن کی خوشبو سے عالم مہلک ٹپٹے۔

بعض نسخوں میں نشر همز بالتون کی جگہ بشر همز الباء ہے۔ اس صوت میں بشر کے معنی خندہ رُوئی۔ کشادہ پیشانی کے ہوں گے۔ یعنی اُن کی تازہ رُوئی تمام جہان میں مشہور ہے۔ لفظ ریح النصر نصرت بالصبر کی تلمیح ہے۔

اس شعر کا پڑھنا دشمنوں کے مقابلہ میں کامیاب کرتا ہے۔

كَأَمْصَرِّ فِي ظُهُورِ الْخَيْلِ نَبْتُ رَبِّي  
مِنْ شِدَّةِ الْحَزْمِ لَا مِنْ شِدَّةِ الْحَزْمِ

(۱۳۴)

مستقر بہشت پان گویا کوہ جنگ | از کمالات اری نے بوجہ سخت جنگ

کان تشبیہ کے لئے ہے۔ ہم کی ضمیر مجاہدین کی طرف اِصح ہے۔ ظہور جمع نظر پشت۔ خیل گھوڑے۔ مذکور موت دونوں کے لئے استعمال کیا جا آئے۔ نبت گیا و سبزہ۔ ربی جمع ربوۃ۔ ٹیلا۔ ٹیلے کا سبزہ متحکم اور پائدار ہوتا ہے۔ شدۃ بکسر شین سختی۔ شدید سخت۔ لامن شدۃ لامنافیہ من سببیہ۔ شدۃ ثانی بالفتح کسی چیز کو سخت باندھنا۔ زہ سے کسنا۔ حزم بفتح الحاء و کون الزاء اعتیاد اور فن سواری میں غلق ہونا۔ حزم بضم الحاء الزاد جمع حزام۔ گھوڑے کا تنگ جس سے زین کساجا تا ہے اس شعر میں شدۃ اور حزم دو دفعہ آیا ہے۔ پہلی شدۃ بکسر شین اور پہلا حزم بفتح حاء اور دوسری شدۃ بفتح شین اور دوسرا حزم بضم حاء ہے۔

توجہ۔ بہادران اسلام شہسواری میں بکیتا ہونے کی وجہ سے نہ اس وجہ سے کہ ان کے گھوڑوں کے تنگ خوب کسے ہوئے ہیں۔ گھوڑوں کی پیٹھ پر اس طرح ران جما کر بیٹھتے ہیں جس طرح ٹیلے کی سبز گھاس۔

تشریح۔ بہادران اسلام ایسے شاہ سوار اور ان کے گھوڑے اس قدر تیار ہیں کہ ان کو اس گھاس سے تشبیہی جاسکتی ہے۔ جو بلند ٹیلے پر لہکتی ہو۔ یا گھوڑے ایسے فریاد اور بلند فارت ہیں۔ کہ ٹیلے سے ان کو تشبیہی جاسکتی ہے۔ مجاہدین اُن پر اس طرح آسن جٹائے بیٹھے ہیں جس طرح ٹیلے کی گھاس جس کی جڑھ دو تکیہ میں



میں دھسی ہوتی ہے اور اصلاً جنبش نہیں کرتی۔ اور ان کا اس طرح جم کر بیٹھنا اس وجہ سے ہے کہ وہ شاہ سواری کے فن میں طاق ہیں۔ نہ اس وجہ سے کہ گھوڑوں کے تنگ کسے ہوئے ہیں کیونکہ تنگ کسنا فن شہسواری کے ناواقف کے لئے کچھ مدد نہیں دے سکتا۔

طَارَتْ قُلُوبُ الْعَدُوِّ مِنْ بَأْسِهِمْ فَرَقًا  
فَمَا تَفَرَّقُ بَيْنَ الْبِهِمِ وَالْبِهِمِ

(۱۳۵)

قلبِ عدو سخت تر سیاںِ شیر | پتھر بزر بادستند چوں مرد دلیر

طارت فعل مضارع ثوٹ۔ طیران اُڑنا۔ قلوب جمع قلب۔ طیرانِ قلب کا اضطراب۔ پریشانی۔ العدو جمع عدو۔ من سببہ۔ باس سختی۔ جنگ یا حملہ کی سختی مراد ہے۔ ہم کی ضمیر راجح مجاہدین کی طرف۔ فرقاً مقول لہ۔ یعنی خوف۔ خلا۔ غائبہ یا سببہ۔ ما تافیہ۔ تفرق صیغہ مضارع۔ تفریق جدا کرنا۔ تباہ کرنا ضمیر راجح بسوئے قلوبِ العدو۔ بین در میان۔ بہم بفتح باو سکون با جمع بہمت۔ بکریوں کے بچے۔ بہم بضم باو فتح با۔ جمع بہمہ بالضم بہادر۔

ترجمہ۔ دشمنوں کے دل سببِ شدید حملہ مجاہدین مارے خوف کے اُڑ گئے۔ یہاں تک کہ وہ بہادروں اور بکریوں کے بچوں میں تمیز نہیں کر سکتے تھے۔

تشریح۔ یعنی ایسے حواس باختہ ہوئے۔ کہ اگر کہیں ادھر ادھر بکریوں کے بچوں کا ریوڑ دیکھتے تو خوف زدہ ہو کر کہتے۔ کہ وہ آگئے بشل مشہور ہے۔

مارگزیدہ از ریشہاں مے ترسد

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُولِ اللَّهِ نَصْرَتُهُ  
إِنْ تَلَقَّهِ الْأَسَدُ فِي أَجَارِهَا تَجِمَ

(۱۳۶)

ہر کہ را باشد مدد از حضرت کی نشان | اگر بنشیند پیش آید شیر گردنِ ناتوان

واو عاطفہ ہے یا استینافہ۔ من موصول شرطیہ۔ تکتن صیغہ واحد غائبہ ثنات مضارع اصل میں تکتون تھا۔ من کے آنے سے تکتن ہو گیا۔ رسول اللہ بادستغانت یا سببہ۔ رسول اللہ فرستادہ خدا تہ۔ مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ خبر مقدم ہے تکتن کی نصرت تہ۔ نصرت یاری تجمندی مضائقہ۔ بہ ضمیر مضارع الیہ ارجع بر من۔ ان حرف شرط تانی مضارع واحد غائبہ ثنات۔ لقی یقی سے لقاء دیکھنا۔ ملنا۔ کا ضمیر من کی طرف ہے۔ اسد جمع اسد۔ شیر۔ فی ظرفیت کے لئے لجام جمع اجم جمع اجہ جنگل۔ ہا کی ضمیر اسد کی طرف ہے۔ تجم صیغہ مضارع واحد ثنات۔ وجم بجم وجم سے وجم یعنی سکوت اور م بخود ہونا۔ پہلا مصراع شرط ہے۔ اور دوسرا مصراع جزاء شرط اور جزاء دونوں مل کر پہلے مصراع کی جزاء ہے۔

ترجمہ۔ اور جس شخص کو حضور علیہ السلام کی امداد ہو۔ اگر اس کے سامنے جنگلوں کے شیر بھی آجائیں۔ تو مارے خوف کے دم بخود ہو جاتے ہیں۔

تشریح۔ اس شعر میں اشارہ ہے اس قصہ کی طرف جو امام نووی نے شرح السنۃ میں لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ سفینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ غلام کفار کے ہاتھ گرفتار ہو گیا۔ موقع پا کر کسی طرف کو نکل بھگا۔ ایک جنگل میں شیر نے اُس کا راستہ روک لیا۔ اُس نے کہا اے شیر! میں رسول اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔ اور اپنے لشکر میں



جاتا ہوں۔ یہ سن کر شیر اُس کے آگے آگے ہو گیا۔ اور اُس کو منزل مقصود تک پہنچا دیا۔  
حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک شیر کو کہ جس نے کئی آدمی ہلاک کئے تھے۔ اور  
لوگ اُس سے سخت عصبیت میں تھے۔ کان سے پکڑ کر کہا۔ کہ لوگوں کو مت ستاؤ۔  
اِس کے بعد وہ جنگل کو کہیں چلا گیا۔ اور لوگوں نے اُس کی اذیت سے نجات پائی۔

(۱۳۷)

وَلَنْ تَرَىٰ مِنْ دُونِ غَيْرٍ مُنْتَصِرٍ  
بِهِ وَلَا مِنْ عَدُوٍّ غَيْرٍ مُنْقَصِمٍ

دوستش بینی ہمیشہ کامیاب کامراں دشمنش پتو باشد دل شکستہ ناتواں

ادع عطفہ عطف اس شعر کا شعر ماسبق پر ہے۔ لن تری۔ لن حرف تاکید۔ تری  
عینہ مضارع مخاطب۔ ویت دیکھنا۔ من دلی من زایدہ دلی دوست۔ مراد مہرمن  
عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیو منتصر مدد نہ کیا گیا۔ ناکامیاب لن کے آنے  
سے نفی در نفی یعنی اشیاب ہوا یعنی تو ہمیشہ حضور علیہ السلام کے دوست کو فتح مند دیکھ  
انتصار مدد پانا۔ قوت حاصل کرنا۔ نصرة مدد۔ منتصی یا تو عینہ فاعل ہے یا مفعول کا  
مگر عینہ مفعول کو ترجیح ہے۔ منتصر بصیغہ فاعل مدد پانے والا بصیغہ مفعول مدد دیا  
گیا۔ بلکہ اسی ضمیر راجع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ادع عطفہ۔ لانا یہ۔ عدو دشمن  
منقصم بالکف شکستہ خوردہ۔ انتصار لونا من دلی و من دین من عموم کا فائدہ دینا  
نوجم حضور علیہ السلام کے کسی غلام کو نہ دیکھو گے کہ آپ کی امداد سے وہ فتح مند ہو  
اور آپ مخالف کوئی ایسا نہ ہوگا جو ذلیل اور شکستہ حال نہ ہو۔

تشریح : نیا اور آخرت میں پابند شریعت محمدی مظهر اور منصو ہوگا اور مخالف

دونوں جہان میں ذلیل ہے گات

پہ غم دیوار اُمت اکا باشد چوں پشتیاں  
چہ باک از موج بحر آں اکا باشد نوح کشتیاں

(۱۳۸)

اَحَلَّ اُمَّتَهُ فِي حَرْبٍ مِلَّتِهِ  
كَالَلَيْثِ حَلَّ مَعَ الْاَشْيَالِ فِي اَجَمٍ

اُمت خود را در آوڑہ بخفطہ دین خود ہمجو آں شیر کے بچہ بہ پیشہ مے بُرد

اَحَلَّ فعل مضارع متعدی۔ الاحلال آتارنا۔ مراد پناہ دینا۔ اُمت گروہ محمدی  
فِی ظرفیہ جو پناہ۔ مِلَّت مذرب شریعت ضمیر اُمتہ و ملتہ راجع حضور علیہ السلام کی طرف  
کاللیث کات تشبیہ۔ لیث شیر۔ حَلَّ فعل لازم۔ حلول اترنا مع کے ساتھ نتیجہ متعدی  
ہوا۔ الاشیال جمع شیل بچہ شیر۔ اجم جمع اجمر جنگل  
نوجم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اُمت کو اپنے دین کے فائدہ میں لیا۔  
جس طرح جنگل کا شیر اپنے بچے کو اپنی پناہ میں لے لیتا ہے۔

تشریح : شیر اپنے بچوں کی حفاظت نہایت احتیاط سے کرتا ہے نہایت گنجائش  
جنگل یا پہاڑ میں جہاں کسی کا گذر نہ ہو سکے ان کی تربیت کرتا ہے اور شیر نر اور مادہ  
پہرہ دیتے ہیں۔ شیر کی ذاتی قوت اور نگرانی اور محفوظ نگاہ کرنے کے باعث کوئی اُس کے  
بچوں پر قابو نہیں پاسکتا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت آپ کی  
پناہ میں ہے۔ کیونکہ دین مانند حصن حصین کے ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی  
شفقت اور ہمدی بمنزلہ قوت شیر کے ہے۔ کس کا حوصلہ ہے کہ اُمت کو اذیت پہنچائے۔



حضرت علیہ السلام کو شیر اور اُمت کو شیر کے بچوں اور دین کو بیتان کی تشبیہ میں  
ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے حقِ بلاغت اور کیا ہے ؟

لَمْ جَدَلْتَ كَلِمَاتِ اللَّهِ مِنْ جَدَلٍ  
فِيهِ وَكَمْ خَصَمَ الْبُرْهَانَ مِنْ خَصَمٍ

بس کہ قرآن بہرہء دانش سرشار نکلتا | آیت برائے بیان دشمن اور بہت

کہ خبر یہ ہے۔ جدلت فعل ماضی۔ تجادل زمین پر کرنا۔ کلمات اللہ فاعل جند  
مراد قرآن شریف۔ مِنْ زائدہ۔ جدل صیغہ صفت مشبہ بہت جھگڑنے والا۔ فیدہ کی خبر ضمور  
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے۔ وَكَمْ خَصَمَ واو عاطفہ اس کا عطف کہ جدلت  
پر ہے۔ کہ خبر یہ۔ خَصَمَ بالتشدید خصوصیت میں غالب آیا۔ بُرْهَانَ دلیل۔ مراد معجزہ۔  
فاعل خَصَمَ صیغہ صفت بہت خصوصیت کرنے والا۔ مِنْ جَدَلٍ اور مِنْ خَصَمٍ میں مِنْ  
زائدہ ہے جیسا کہ کہتے ہیں۔ قَدَّحَانِ مِنْ مَطَرٍ۔ بارش ہو رہی تھی۔ جدلت اور خَصَمَ  
باب تفعیل سے ہیں اس باب کے خواص میں سے تفعیل ہے۔ اِنْ فَعَالٍ میں بھی بھی پیدا جاتا ہے  
توجہ ہے۔ کئی بار قرآن مجید نے حضرت علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ کرنے والوں  
کو نیچا دکھایا۔ اور کئی دفعہ معجزات نے سخت ترین دشمن کو مغلوب کیا۔

تشریح۔ آیات قرآنیہ کا فصاحت و بلاغت میں کئی بار عرب کے بڑے بڑے  
قادر الکلام فصحاء و بلغاء نے مقابلہ کیا۔ آخر ناکام رہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں جا سجا  
تحدی مذکور ہے۔ اور کئی دفعہ اہل معجزات کے حضور عیسیٰ سلام کی رسالت کی تصدیق  
ہوئی۔ اور مخالف مغلوب ہوئے یعنی جس طرح جنگ میں کفار مغلوب اور ذلیل ہوتے تھے۔

اسی طرح فصاحت و بلاغت کے مقابلے میں عاجز آتے تھے۔ فصاحت و بلاغت قرآن شریف  
اور طور معجزات کو دیکھ کر سوائے تسلیم کے انہیں کوئی چارہ نہیں تھا۔  
قائدہ۔ اس شعر کا ربط نظر اُن اشعار مابقی سے زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے  
جہاں قرآن مجید کے اعجاز کا ذکر آچکا ہے۔ اس شعر کے پڑھنے سے مناظر میں مخالفین  
پر فتح ہوتی ہے۔

كَلَّاكَ بِالْعِلْمِ فِي الْاُمِّيِّ مُعْجَزَةً  
فِي الْاِحَاثِلِيَّةِ وَالتَّادِيْبِ فِي الْيُسْتَمِ

دُرمان جاہلیت ہست عجاہر عظیم | اُمیہ گشت عظیم وہم و توہم شہد  
کئی صیغہ ماضی کئی کیفی کے باب ہے فاعل اس کا علم ہے۔ کاف خطاب ہے  
کفایت کا کافی ہونا۔ عام خطاب ہے۔ اِی کَلَّاكَ عَلِمْتُ فی کونہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمیاً  
معجزہ تیز ہے۔ بِالْعِلْمِ میں بازائدہ ہے علم جاننا۔ فی الْاُمِّيِّ یہاں مضارع و تہ  
اسے فی شان الْاُمِّيِّ۔ اُمی کی کئی توجیہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ اُم کی طرف منسوب ہیں  
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد ماجد علیہ الرحمۃ والرضوان پہلے فوت ہو گئے تھے۔ اور  
آپ اللہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی گود میں رہ گئے۔

یالکہ معظمہ جس کو اُمّ القریٰ کہتے ہیں۔ یا اُمّ العرب قبائل عرب کی طرف۔ جو اکثر  
خط و کتاب اور حساب نہیں جانتے تھے۔ منسوب ہیں۔ اور اصل میں اُمی کے معنی  
وہ شخص ہے جو پڑھا لکھا ہوا نہ ہو۔  
معجزہ کوئی امر جو بطور عادت پیغمبر سے بقبالہ منکرین نبوت ظہور میں آئے۔



جاہلیہ مراد زمانہ جاہلیت جو قبل از اسلام ہے نادیب ادبے نیا۔ یتھ بے پردہ جاننا۔  
توجہ حضور علیہ السلام کا زمانہ جاہلیت میں اُمّی ہو کر علم حقیقی کا عالم ہونا۔ اور  
یتیم رہ کر صاحب ادب ہونا ایک سمجھ دار آدمی کے لئے یقینی حجت ہے اور حضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے معجزہ ہے۔ مخالفین کو عاجز کرنے والا۔

تشریح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زمانہ جاہلیت میں پیدا ہوئے جس میں تسلیم  
منفوق ہو چکی تھی۔ چنانچہ آپ نے نہ تو کسی قسم کی تعلیم حاصل کی اور نہ کسی استاد کے  
سامنے زانوئے ادب نہ کیا۔ اسی واسطے آپ کا لقب اُمّی ہوا۔ مگر باوجود اس کے  
تمام علوم ظاہری اور باطنی کا خزانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہِ ب المعزت عنایت  
ہوا۔ الغرض آپ یتیم گئے تھے اور کوئی مرثی نہیں تھا۔ قوم بھی سب کی سب جاہل  
تھی۔ مگر جب رسالت آپ کو عطا ہوئی تو سب لکھے پڑھوں پر غالب آگئے۔  
یتیم کے نام کو قرآن درست کتب خانہ چند ملت شہت

پس اے مخاطب ایسے حالات میں دو سر معجزات سے قطع نظر کر کے (جو بطور خرق عادت  
ظاہر ہوئے یا آیات قرآن شریف سے ثابت ہوئے) تیرے لئے معجزہ کافی نہیں۔ کہ آپ پر  
تمام اسرار و معارف کھل گئے۔ اور ادب فضائل اور اخلاق میں تمام عالم کے پیشوا مانے گئے۔  
اور آپ کے کلام حقیقت انقیام کے سمجھنے میں دنیا کے بڑے بڑے عفا واد کیا بھی و بدیو  
ہو کر ٹھیک گئے۔ سبحان اللہ ما اعظم شانہ و ما اجلی برہانہ سے

نگار کا ایک کتب نفرت خط نوشت بغمزہ سلا آموز صد مدرس شد

یعود الی مدحہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم و ینظر تقصیر النفس عن المہمات یرجوا  
شفاعتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم

الْبَيْتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ سَلَّمَ  
الْفَصْلُ سَبْعُ التَّوْبِ بِرَسُولِهِ عَلَيْهِ

(۱۳۰) خَدَمْتُ بِمَدِيحِ اسْتَقِيلُ بِهِ

ذُنُوبَ عُمَرُ مَضَى فِي الشَّعْرِ وَالْخَدَمِ

زین مداح بخشش غفران اہم گناہ اکا پنچہ شد سر دزن خدمت توصیف شاہ

خدمت عینہ واحد تکم فعل ماضی۔ خدمت چا کر کرنا۔ اکی ضمیر حضور علیہ السلام کی  
طرف راجع ہے۔ بمدیح۔ ب جار۔ مدح ملح و متناش مجرور۔ مراد اس نصیب سے ہے۔  
یا مجموعہ قصاید سے جو مصنف نے نعت میں لکھے۔ استقیل فعل مضارع واحد تکم استفاع  
طلب غفو۔ بہ کی ضمیر مجرور ملح کی طرف راجع ہے۔ ذنوب جمع ذنب گناہ۔ عمر حیات  
زندگانی مضی فعل ماضی۔ المضی گذرنا۔ شعر سخن مؤنث جمع خدمت۔ تو کرئی  
توجہ۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت میں قیصید اس خیال پر لکھا  
ہے۔ کہ میں اس کے ذریعے سے اپنی عمر بھر کے اُن گناہوں کو معاف کرالوں۔ جو  
اُمرا و سلاطین کی مدح سرائی اور ملازمت میں سرزد ہوئے۔

تشریح۔ شیخ ناظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میری غرض اس نعت یہ ہے۔ کہ  
اکثر حصہ میری عمر کا شاعری اور ملازمت شاہی میں گذرا شعر گوئی سوائے حمد و نعت و  
مشقبت بزرگان اور حکمت و دانش کے مذموم و ممنوع ہے۔ چنانچہ الشعراء یتبعہم  
الغافلون انہی لوگوں کی شان میں ہے۔ جو فضول نظمیں لکھی جاتی ہیں ان میں ضرور کوئی



نہ کوئی امر خلاف شریعت شامل ہو جاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ملازمت امر کا بھی یہی حال ہے۔ اس لئے شاعری اور چاکری میں گناہوں کے محفوظ رہنا بہت مشکل ہے۔ اس لئے میں اس قصیدہ کو اپنے گناہوں کی معافی کا وسیلہ خیال کر کے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں ایک نیا سے معلوم ہوا ہے کہ ناظم حکام کسی بادشاہ کا وزیر تھا۔ خاکسار مترجم گنہگار کی بھی بالکل جیسا ہے کہ شاعری اور مختلف عمدتوں اور شہزادوں و شیرمال اور تمام برہنہ نمبر کی ملازمت میں تمام عمر گزری۔ اسے شفیع المذنبین کے حال پر رحم فرمائیں آپ کی شفاعت سے میری مغفرت گناہ کا وسیلہ اور آپ کی محبت میرے لئے اطمینان قلب کا ذریعہ ہو +

(۱۱۳۲) اِذْ قُلْتُ اِنِّیْ مَا تَخْشٰی عَوَاقِبُہٗ  
كَانَنِّیْ بِہِمَا هَدٰی مِّنَ النَّعَمِ

شعرو خدمت شہزادہ در گردنم انداختہ | ہچو قربانی بند کج تنوع و خیر آختہ  
اِذْ تَعْلِلَ کے لئے ہے شعر ماضی کی علت ہے۔ قُلْتُ اصْبَغَہُ شَیْئًا ہے فاعل ضمیر راجع بشعرو خدمت ہے۔ نون قایم یا نے تکلم مفعول۔ تقلید گردن میں پٹہ ڈالنا۔ مآ موعودہ اخشی فعل مضارع مجہول۔ خشیۃ ڈرنا۔ بعض نسخوں میں اخشی فعل مضارع تکلم آیا ہے۔ عواقب جمع عاقبہ انجام کار مراد عذاب۔ عواقبہ کی ضمیر راجع مآ کی طرف ہے۔ گان تشبیہ کی طرف ہے۔ یا تکلم اس کا اسم ہے۔ ہما۔ ب سبب۔ ہما ضمیر راجع بشعرو خدمت کی طرف۔ ہدی خبر۔ وہ جانور قربانی کا جو بتقریب حج وغیرہ ذبح کیا جاتا ہے۔ من بعضیہ۔ نعم بفتح تین اونٹ۔ گائے بکری کو کہتے ہیں۔ اس کی

جمع انعام ہے۔ اور یہ مذکور و مؤثث دونوں طرح متعلق ہوتا ہے +

توجہ ۱۱۳۳۔ وجہ اس کی یہ ہے۔ کہ شعر اور ملازمت شاہی نے میری گردن میں ایک ایسے امر کو بطور تلامذہ پہنا دیا ہے جس کے نتائج بد سے ڈرایا جاتا ہے۔ گویا شعر اور ملازمت امر نے مجھے قربانی کا جانور بنا رکھا ہے۔ جو بالآخر ذبح کیا جاتا ہے۔ تشریح۔ پٹہ اس جانور کے گلے میں ڈالا جاتا ہے۔ جو قربانی کے لئے مخصوص کیا جاتا ہے۔ جو جانور مکہ شریف کو بتقریب حج یا عمرہ بھیجا جاتا ہے۔ اس کے گلے میں پٹہ ڈال دیتے ہیں۔ تاکہ کوئی اس سے متعرض نہ ہو۔ ناظم علیہ الرحمۃ کہتے ہیں۔ کہ میری گردن میں شعر اور ملازمت نے گناہ کا پٹہ ڈال دیا یعنی شعر اور ملازمت نے مجھے اسیر گناہ بنا دیا۔ جو موجب ہلاکت ہے حضور علیہ السلام کی شفاعت سے میری سنگیری کی۔ تو میرا انجام بخیر ہوگا۔ ورنہ ہلاک کا اندیشہ ہے +

(۱۱۳۳) اطَّعْتُ غَمَّ الصَّبَا فِی الْحَالِ تِیْنٍ وَمَا  
حَصَلْتُ اِلَّا عَلٰی الْاَشَامِ وَالنَّدَمِ

در حالت ہچو طفلان دہم آوارہ گرد | جو نہت کوشش میں جیسے عمل نکرد  
اطَّعْتُ فعل ماضی متکلم۔ اطاعت فرمانبرداری۔ غم گمراہی۔ مراد خیالات فاسدہ صبا بکسر الصاد ولفظ۔ لکین۔ یعنی جہالت۔ حالتین ہر دو حالت۔ شاعری ملازمت ہی مآ حاصلت بالتشدید مانافیہ میں نے حاصل نہ کیا۔ انا جمع اشر یعنی گناہ۔ ندم بفتح تین پشیمانی +

توجہ ۱۱۳۴۔ ہر دو حالت (شعر اور ملازمت شاہی) میں پہن کے خیالات فاسدہ کے تابع رہا۔



اور میں نے گناہوں اور پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہ کیا۔

تشریح۔ اگرچہ مطلق شر کوئی اور ملازمت ممنوع نہیں ہے۔ مثلاً خدا تعالیٰ اور حضور علیہ السلام کی تعریف کرنا جیسا کہ حضرت حسانؓ و حضرت نعمانؓ وغیرہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں قصاید لکھے اور قاضی شرنج نے ملازمت کی اور عدالت و انصاف کو ہر ایک مقدمہ میں ملحوظ رکھا مگر میں نے شر کو محل استعمال نہ کیا۔ بادشاہوں کے قصاید مدحیہ لکھتا رہا اور اس میں بے معنی مبالغہ کرتا رہا جیسا کہ تنبلی کا ایک شعر ہے۔

وقالوا هل يبلغك الذر يا فقلت نعم اذا شئت السفلا

اور شاہی خدمت میں پورا پورا انصاف میں العباد نہ کر سکا۔

(۱۳۴) فَيَا خَسَارَةَ نَفْسٍ فِي تِجَارَتِهَا  
لَمْ تَشْتِرِ الدِّينَ بِالْدُّنْيَا وَلَمْ تَسْمِ

دیں بدنیائے دنی خریدیں نفس لیم از حماقت تجارت کرد نقصان عظیم

فالتفریع کے لئے۔ یا حرف ندا اس جگہ تنبیہ کے لئے آیا ہے۔ خسارۃ نقصان تجارت۔ نفس مراد ذات و وجود بعض نگوں میں نفسی آیا ہے۔ فی تجارتھا۔ رفی جار۔ تجارت مجرور متعلق خسارت کے۔ ای فی وقت تجارۃ النفس۔ لَمْ تَشْتِرِ صیغۃ حمد۔ اشترا خریدنا ضمیر اس کی نفس کی طرف راجع ہے۔ الدین بالدنیا۔ دین سے مراد اطاعت احکام شرعی۔ دنی سے مراد استعمال امور دنیا۔ دنیا کی تعریف ہے۔ دنیاات کل ما يشغلك عن مولاك۔ جو تجھے خدا کی یاد سے ہٹائے وہ تیری دنیا ہے۔ چیت دنیا از خدا غافل بدن نے قماش و نقرہ و زین و زور

دنیا مٹاؤ اتنی از دنی یعنی قریب یعنی قریب ازوال لَمْ تَسْمِ۔ تسم۔ سام بیوم سومما سے مشتق ہے۔ سوم سو کر کے لئے آمادہ ہونا۔ فاعل اس کا ضمیر نفس ہے یا خسارۃ نفس میں منادی محذوف ہے یعنی یا قوم! نظر و احسارۃ النفس۔ قوم نفس کا زبان دیکھو یا خود خسارت نفس نہائے ہے اس شعر میں یہ کریمہ کی طرف اشارہ ہے۔ اُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا النَّفْسَ بِالنَّفْسِ فَمَا رَجَعَتْ تِجَارَتُهُمْ

توجہ۔ اے میرے غمگسارو! میرے نفس کی تجارت کو تو دیکھو۔ کہ اُس نے تو دنیا کے عوض میں دین خریدا اور نہ اُس کے خریدنے کا ارادہ کیا ہے۔

تشریح۔ بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا نقصان ہو سکتا ہے کہ آخرت پر دنیا ناپائدا کے فوائد کو مقدم سمجھا جائے۔ اگر ناپائدا خسارت نفس ہو تو یہ معنی ہو گئے۔ اے خستہ نفس کہ یہ سرکش نفس نقصان میں عدسے بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ دین کو بھی اُس نے دنیا کے بدلے بیچ ڈالا۔ آخر نقصان کی بھی تو کوئی حد ہوا کرتی ہے۔

(۱۳۵) وَمَنْ يَبِيعْ أَجَلَ مَنَّهُ بِعَاجِلِهِ  
يَبِئْسَ لَهُ الْغَبْنُ فِي بَيْعِهِ وَفِي سَلَمِ

آخرت اگر فروشی بہر دنیائے دنی بیع باشد یا سلم سرا بہر راضل کئی

و ادابتدائیہ ہے۔ من اسم شرط۔ بتدا۔ بیع فعل مضارع۔ اصل میں یبیع تھا۔ من شرط کے آنے سے مجزوم ہوا۔ بیع فروخت کرنا۔ اجل دیر کے بعد آنے والا۔ مراد آخرت۔ سلم کی ضمیر راجع من کی طرف یا دین کی طرف۔ عاجل جلد آنے والا۔ مراد دنیا عاجلہ کی ضمیر من کی طرف راجع ہے۔ یبئس فعل مضارع۔ بیان ظاہر ہونا۔ لہذا کی



ضمیر مجرور عن کی طرف ہے۔ غبن بقیع الغین و سکون الباقصان۔ بیع دست بدست کرنا۔ سلمہ وہ بیع جس میں قیمت پہلے دی جائے۔ اور چیز کچھ عرصہ بعد لی جائے۔ جس کو بدعنی کہتے ہیں۔

توجہ ۸۸ جس شخص نے اپنی آخرت کو دنیا کے بدلے بیچ ڈالا۔ تو کچھ شک نہیں کہ اُس نے بیع اور سلم دونوں میں بہت بڑا نقصان اٹھایا ہے۔  
تشریح نیک اعمال کا صلہ دنیا اور آخرت میں ملتا ہے۔ دنیا میں صلہ کا ملنا بیع کا حکم رکھتا ہے۔ کیونکہ نیک عمل کرنے کے ساتھ ہی صلہ مل گیا۔ اور آخرت میں نیک عملوں کی جزا میں مایہ عالیہ کا ملنا سلم کا حکم رکھتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں نیک عمل کئے اور آخرت میں اُس کا عوض پایا۔ جس شخص نے کوئی نیک عمل ہی نہیں کیا۔ اور دنیا کے دھندلوں میں پھنسا رہا تو اُسے نہ دنیا میں صلہ مل سکتا ہے نہ آخرت میں۔ جاہل تجارت کے لئے اس شر کا ایک دفعہ ہمارے بعد پڑھنا۔ تاجر کو خرید و فروخت میں نفع دیتا ہے۔

(۱۲۶) **إِنْ أَتَىٰ ذَنْبًا فَمَا عَمِدٌ بِمُنْقِضٍ  
مِّنَ النَّبِيِّ وَلَا حَبْلِي بِمُنْصَرَمٍ**

گر گناہ سے نہ آئے عید من و نہ شکند دست من و نہش کے شتہ من بگسلد

ان شرطیہ۔ ات بصدقہ کلمہ اھل اتی تھا۔ ان شرطیہ کے آنے سے یا وحش ہوئی۔ یشتق ایتا سے ہے جس کے معنی دینا۔ لانا ہے۔ یہاں اناہ یعنی نکلے آیا ہے۔ ذائب گناہ۔ مراد گناہ کبیرہ۔ فمّا۔ فاء جزائی ہے۔ مانافیہ۔ عید بیان۔ بمنقض بازائد۔ منقض اسم فاعل بمعنی ٹوٹنے والا۔ انتقاض ٹوٹ جانا۔ من النبئی جار مجرور

متعلق منقض۔ ولا حبلی و او عاطفہ لانا فی حبلی اسم لا حبیل سی۔ مراد واسطہ او علاقہ بمنصرم بازائد۔ منصرم اسم فاعل بمعنی منقطع۔ انصرام قطع ہونا بخبر لا۔  
توجہ ۸۹ میں اگر گناہ کا ترکب ہوتا رہا ہوں۔ پر میرا وہ تعلق جو حضور علیہ السلام سے ہے۔ ہرگز قطع نہیں ہو سکتا۔ اور نہ میری امید کی رسی کٹ سکتی ہے۔

تشریح۔ پہلے اشعار میں ناظم علیہ الرحمۃ نے ظاہر کیا تھا۔ کہ مجھے شامت اعمال سے آخرت کے عذاب کا ڈر ہے۔ اس شعر میں اپنے دل کو تسکین دیتے ہیں۔ کہ مجھے کوئی خوف نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اگرچہ میں گنہگار ہوں۔ لیکن چونکہ میں خدا تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہوں۔ اس لئے شفاعت سے محروم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ ایسا تعلق نہیں ہے۔ کہ گناہوں سے ٹوٹ سکے۔ عہد سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ شفاعت ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ ہے۔ شفاعتی لا ھل الکبائر۔ بیمار شخص کے لئے اس کا ہر وقت درد رکھنا بیماری سے شفا دیتا ہے۔

(۱۲۷) **فَإِنِّي ذِمَّةٌ مِّنْهُ بِشَيْبَتِي  
مُحَمَّدٌ أَوْ هُوَ أَوْ فِي الْخَلْقِ بِالذِّمِّ**

چوں محمد نام ارم تکبیرم بر نام او از خلایق بزرآمد در وفائے عہد دست

ناقضیہ ہے یعنی پہلے شعر کی علت ہے۔ یا تغیر کے معنی دیتا ہے یعنی پہلے شعر کی تفصیل و تفسیر ہے۔ ذمۃ عہد و پیمان منہ کی ضمیر مجرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے۔ بتسمیتی باسبب کے معنی دیتی ہے۔ تسمیہ نام رکھنا۔ اور ذکر کرنا۔ محمد حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک ستودہ شدہ۔ سب ناموں سے اس کو



فضیلت زیادہ ہے۔ واداء تادیہ ہے۔ نیا جملہ شروع ہوتا ہے۔ ہو کی ضمیر حضور  
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے۔ ادنیٰ صیغہ فعل التفضیل مشتق و فاعل سے بہت  
وفا کرنے والا۔ ذمہ جمع ذمہ۔ یہ شعر شعر سابق کی دلیل ہے :

توجہ لکھو کیونکہ میرا نام بھی محمد ہے۔ سو اس ہمنامی کی وجہ سے آپ کا عہد و  
پیمان میری شفاعت کے لئے لازم الایفاء ہو گیا۔ کیونکہ آپ کا نام دنیا سے ایسے عہد  
میں بڑھے ہوئے ہیں :

تشریح۔ شیخ علیہ الرحمۃ کا نام شرف الدین محمد ہے۔ اس لئے حضور علیہ السلام  
کے ساتھ تعلق ہمنامی کی وجہ سے میری شفاعت لازم ہو گئی :

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن منادی ہوگی  
کہ جس کا نام محمد یا احمد ہے۔ وہ بہشت میں جانے کے لئے کھڑا ہو جائے :

بعض نے لکھا ہے کہ جب ناظم شرف الدین محمد ابو صیدی رحمۃ اللہ علیہ نے  
عالم ربو میں فیصدہ بارگاہ رسالت میں پڑھا تھا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام محمد کے  
نام سے پکارا تھا۔ اس لئے اس واقعہ کو ذمہ قرار دیتا ہے :

(۱۴۸) اِنْ لَمْ يَكُنْ فِي مَعَادِيْ اِخْتِاِبِيْكَ  
فَضْلًا وَّ اِلَّا فَقُلْ يَا زَلَّةَ الْقَدَمِ

وایے من اگر تیرا دست من و زجرا از سر لطف و عطا و فضل و اکرام و سخا

ان شرطیہ۔ لہٰذا یکن فضل جہ۔ تی جار۔ معاد یا مصدر ہے یا اسم زمان و مکان مراد  
زمانہ بعد الموت۔ یا نیا ممت۔ مجرور۔ اخذ آپ نے والا۔ ب جار۔ ید ہاتھ۔ فضل وہ

عنایت جو بلا استحقاق ہو۔ الا اس لفظ میں شاید کج اختلاف ہے بعض کہتے ہیں یہ  
حرف تشنہ ہے بعض کا خیال ہے کہ الا بمعنی عہد پیمان ہے۔ تیز ہے اخذ اسے۔  
یا حرف مذاہمت کے لئے ہے۔ منانے زلۃ القدم ہے۔ ذلۃ القدم پاؤں کا پھسلنا۔  
از کتاب معاصی۔ شامت اعمال یعنی اے لوگو! میری لغزش قدم اور گناہوں کی  
شامت کو دیکھو :

توجہ لکھو۔ اگر آپ قیامت کے دن از روئے مہربانی و پیمان میری تنگی رخی فرمائیں گے۔  
تو مجھے کتنا چاہئے کہ ہائے لغزش یعنی میری قسمت :

تشریح۔ ایک شاعر نے الا کی نسبت لکھا ہے۔ کہ در اصل ان۔ لا۔ ان شرطیہ  
اور لا نافیہ سے مرکب ہے۔ ان کے نون کو لام میں دغام کیا گیا۔ اس کی شرط و جزا  
دونوں مفرد ہیں۔ اے ان لہٰذا لیکن ترک اخذ فانا تاج فائز بال مطلوب۔ یعنی  
اگر قیامت کے دن آپ میری امداد کو نہ چھوڑیں۔ تو میں ناجی اور کامیاب ہو گیا۔ گویا  
یہ جملہ مقرر عنہ ہے در بیان شرط۔ ان لہٰذا لیکن فی معادی اخذ ابیدی فضلہ اور جملہ  
زلۃ القدم کے یہ توجیہ تکلف سے خالی نہیں ہے۔ کیونکہ شرط و جزا دونوں مفرد کرنے پڑتے  
ہیں بعض شارحین لکھا ہے کہ الا یہاں اللہ ہے اس صحت میں بھی شعر کے معنی صائب ہیں :

(۱۴۹) حَاشَا اَنْ يُّحْرَمَ الرَّاجِيْ مَكَارِمَهُ  
اَوْ يَرْجِعَ اِلْجَارِمُنْهُ غَيْرَ مُحْتَرَمٍ

بس بعد از سائلے محروم گردوز درش یا پناہ جو بہین خستہ حال اید از برش

اے جیساکہ توجیہ مقول نہیں ہے الٰہی عنہ عہد پیمان بھی یہاں پچھ پچان نہیں ہے۔ کیونکہ عالم جہ جس مسئلہ  
موقوف ہے۔ تو محمد کیسا؟ پس الا زائد ہے۔ جیساکہ اخیر کی توجیہ ہے :



حاشا بمنہ اُنکے۔ پس حاشا بمنہ اُنکے ہوا۔ فاعل اس کا ضمیر ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف ارجع ہوتی ہے۔ لا ضمیر مفعول نوحہ اللہ تعالیٰ رسولہ من ان یحرم الرأبی او یرجع البجار۔ یحرم فعل مضارع معلوم احرام سے شتق ہے کسی کو محروم کرنا۔ اس کے دو مفعول ہونگے۔ مثلاً اَحْرَمَ زَيْنًا عَمْرًا من ماله محروم کیا زید نے عمر کو اپنے مال سے۔ عمر پہلا مفعول من ماله دوسرا مفعول اس شعر میں یحرم فعل۔ اس کی ضمیر جو راجع حضور علیہ السلام کی طرف ہے۔ وہ فاعل الرأبی مفعول اول۔ مکارمہ دوسرا مفعول ہے۔ یا یحرم کا فاعل مکارم ہے۔ اور راجعی مفعول جو منصوب ہونا چاہئے تھا۔ مگر ضرورت شعری کی وجہ سے یا ساکن ہوئی۔ راجعی اُمیدوار مفعول یحرم دونوں تو جہیں شاعریں نے رکھی ہیں۔ مکارم جمع کرمت بخشش فاعل یحرم۔ یرجع مضارع۔ رجوع لوٹنا۔ واپس ہونا۔ جادہ ہمایہ دوست۔ منہ کی ضمیر حضور علیہ السلام کی طرف ہے۔ محترم اسم مفعول احرام۔ مغرر رکنا۔ غیر محترم ذلیل۔ اگر محروم بصیغہ مجہول ہو۔ تو راجعی مفعول الم یسیر فاعل ہوا۔ اور مکارمہ منصوب ہوگا بتقدیر حرف من جیسا کہ قاعدہ ہے۔ یعنی من مکارمہ اور بعض نسخوں میں بجائے محروم کے یمنع ہے۔ توجہ ۱۔ آپ کی ذات قدس سے یہ بعید ہے۔ کہ آپ کے الطاف کرم اُمیدوار کو محروم کریں۔ یا آپ کے الطاف سے وہ محروم کیا جائے۔ اور آپ کا پناہ گزین آپ کی درگاہ سے بلا احترام واپس ہو۔

تشریح۔ شیخ عبد الرحمن کا اس شعر سے مطلب ہے کہ میرا خیال کرنا کہ شاید میں محروم رہ جاؤں۔ باطل ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کی ذات قدس اس سے منزہ ہے۔ کہ آپ کی درگاہ عالیہ سے کوئی ارادہ نہ بلا عطائے خلعت الطاف کرم واپس کیا جائے پس ایسی حالت

میں کس طرح محروم رہ سکتا ہوں؟

(۱۵۰) وَمِنْذُ الزَّمْتِ أَفْكَارِي مَدَّ أَحْسَهُ  
وَجَدْتُهُ نَحْلًا رَصِي خَيْرٌ مَلْتَزِمٌ

من از ازل روزی کہ شغولم بچ مصطفیٰ یافتم اور معین ناصر اندر نہر بکلا  
مِنْدُ ابْتَدَا زَمَانِہ کے لئے آتا ہے۔ اَلْزَمْتُ فعل ماضی تکلم از الزام لازم کرنا یا افکار جمع فکر۔ اندیشہ۔ سوچنا۔ مَدَّ اَمَحَّ مَزَج یعنی نعت۔ کہ کی ضمیر صفات ایدہ حضور علیہ السلام کی طرف ارجع ہے۔ وجدته وجدان پانا۔ حاصل کرنا۔ کہ کی ضمیر مفعول حضور علیہ السلام کے لئے۔ نَحْلًا رَصِي خلاصی لام اعلیہ خلاصی نجات۔ یا تکتلم اپنی نجات کیلئے۔ ملتنظر بصیغہ ہم فاعل لازم پر کرنے والا۔ مراد معاون۔ مددگار۔ خیر ملتزم بہت اچھا معاون + توجہ ۱۔ میں نے جب سے اپنے افکار کو حضور علیہ السلام کی نعت کے لئے لازم یا د کر دیا ہے۔ تب سے میں نے حضور علیہ السلام کو اپنی نجات کا بہترین معاون پایا۔ تشریح۔ یعنی جبکہ ادھر ادھر سے ہٹ کر میں نے حضور علیہ السلام کی نعت کو اپنا شیوہ بنالیا ہے۔ تب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً میری غلصہ کے ضامن بن گئے۔ اشارہ ہے کہ فلاح کی بیماری جاتی رہی۔ یا عذاب دوزخ سے نجات کے کفیل ہو گئے۔ اس شعر کا وظیفہ ملزم قیدی کو قید سے رہائی دینا ہے +

(۱۵۱) وَلَنْ يَفُوتَ الْغُومِنَهُ يَدٌ تَرَبَّتْ  
إِنَّ الْحَيَا تَنْبِتُ الْأَمْرَ هَارٍ فِي الْأَكْمَرِ



دستِ کُودہ از در زاندر نیب | بشکافند بر ریشہ شکوفہ در بہا

و ادعا غلطہ۔ لہٰذا یفوت مضارع مؤکد لمن مشتق ہے فوت کے غنی تو نگری۔ مراد فیاضی۔ منہ کی ضمیر حضور علیہ السلام کی طرف ارجح ہے۔ ید ہاتھ مفعول لہ یفوت گاہے۔ تربت عربی کا محاورہ ہے۔ فلاں تربت ید اکا۔ اس کے ہاتھ خاک لودہ ہو گئے یعنی محتاج اور فقیر ہو گیا۔ اِن مؤکدہ ہے۔ حباً بالقصر بارش۔ وباللہ شرم۔ اس جگہ حباً بالقصر یعنی بارش مراد ہے۔ تنبیت مضارع واحد غائبہ مؤنث۔ انبات نباتات کا اگانا۔ ازہاد جمع زہر شکوفہ۔ اکثر جمع اکمہ ٹیلا۔ منہ غنی کی صفت یا مال ہے۔ مراد اس غنی سے ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ سے حاصل ہوا اور حمد و تربت۔ ید کی صفت ہے۔ ترجمہ۔ آپ کی فیاضی کسی خاک لودہ ہاتھ کو نہیں چھوڑتی۔ کیونکہ بارش ٹیلوں پر بھی پھول کھلایا کرتی ہے۔

تشریح جس طرح بارش کا اثر بارغ اور ٹیلوں پر کیاں پہنچتا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کا فیض اُن کے اور اعلیٰ پر اعلیٰ السویہ ہے پس حالت میں کوئی ناہید کی نہیں ہے۔ اس شعر کو کچھ کہ سب بلند درخت پر باندھنا یا رخ کو سرسبز رکھنا ہے۔

(۱۵۲) وَلَمْ أَرِدْ زَهْرَةَ الدُّنْيَا الَّتِي قُتِفَتْ  
يَدَازْهِيرٍ بِمَا أَشْنَىٰ عَلَىٰ هَرَمٍ

من از بہرین حلت نخواہم گنج دنیا را زہرم | نیستم من چون بہر بارح شاہ ہرم

و ادعا غلطہ۔ مستانفہ۔ لہٰذا فعل مجہول۔ ارادۃ خواہش رکھا۔ زہرۃ الدنیا تازگی دنیا۔ مراد لذت و متاع الدنیا اسم موصول صفت زہرہ کی۔ نہ کہ دنیا کی۔ اِقْتَلَفَتْ

صید واحدہ ناجئہ مؤنث فعل ماضی معلوم۔ اِقْتَلَفَتْ پھلوں پھولوں کا چھینا۔ ضمیر مخدوکت در صل اِقْتَلَفَتْ قصاصاً۔ یداً تشبیہ ید۔ واحد ہاتھ۔ زہیر بن سلمیٰ ایک شہو شاعر کا نام ہے۔ تعلقات میں اس کا ایک قصیدہ ہے جس کے بیٹے کتب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح میں قصیدہ بابت سعاد لکھا ہے جس پر اپنے اپنی چادر مبارک کن عطا کی تھی۔

میں نے بھی بابت سعاد کی مفصل شرح لکھی ہے جس کے صلی میں مجھے غیر متوقع من حیث لا یختص بہ گراں بہاد دولت ملی۔ یہ تحریر ہے کہ ان دنوں قصائد کا در در دنیا میں دنیا کے ذیل نہیں ہوتا۔ بلکہ دین دنیا میں کامیاب ہوتا ہے۔

بعامیں بسبب یہ معاوضہ کے لئے۔ ہا موصولہ یا مصدر تہ۔ اثنیٰ صیغہ ماضی۔ اثناء تعریف کرنا۔ ہرم بن سنان نام مدوح زہر کا جو عرب کا ایک براہمنی بادشاہ تھا۔ ترجمہ۔ میں اس نعمت دنیا کی اس متاع کی جس کو زہیر کے ہاتھوں نے ہرم کی تعریف سے حاصل کیا خواہش نہیں کھتا۔

تشریح۔ زہیر کی طرح اس قصیدہ سے میرا مقصد دنیا کا حاصل کرنا نہیں ہے۔ بلکہ میں اس قصیدہ کا صلہ آخرت کی نعمت چاہتا ہوں جس سے مراد حضور علیہ السلام کی شفاعت ہے۔

(۱۵۳) يَا أَلْكَرَمَ الْخَاقِ مَالِي مَنْ أَلُوذُ بِهِ  
سَوَاكَ عِنْدَ حُلُولِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ



کبیت حضرت ناصر کے بہترین کتب

یا حرف نداء وقد تفرص لهما - اگر صیغہ فعل تفضیل بزرگ تر - خلق یعنی مخلوق -  
مآثرانیہ - لی میں لام تنفیع کے لئے ہے - یا متکلم من موصول - الودہ عہد - بہر کی  
ضمیر راجع من کی طرف ہے - لود - لیاذ پناہ لینا - سوا حرف تنہا - کاف خطاب -  
عند ظرف یعنی نزدیک - حلول نازل ہونا - حادث سختی بصیبت - العمم  
بفتح نون و کسر المیم الاول دونوں روایتیں ہیں عام تمام جو تمام دنیا کو شامل ہو  
ترجمہ - اے اشرف المخلوقات سوائے آپ کے بوقت نزول حادثات عامہ کوئی  
ایسا نہیں ہے جس کے پاس میں جا کر پناہ لوں - غلبت خطاب کی طرف رجوع ہے -  
جو زیادہ مؤثر ہوتا ہے - جیسا کہ سورہ فاتحہ میں ایاک نعبد

تشریح - جس شخص کے لئے کوئی جائے پناہ نہ ہو - اُس کے حضور علیہ السلام جائے پناہ  
ہیں - کیونکہ محض خالصاً و جہاً حضور علیہ السلام کی محبت و اطاعت - عین محبت و اطاعت  
الہی ہے - پس جیسا کہ ان سے قطع تعلق کر کے حضور کے دامان محبت و وابستہ ہو جائے  
تو یقیناً وہ مستحق شفاعت ہوگا - اور حادثات دنیویہ میں بھی بوقت دعا تو تسلیم حضرت  
نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ امان ہے

بعض منکرین اس شعر سے ناک چڑھایا کرتے ہیں - مگر بیچا سے بے خبر کیا کریں  
بات بات پر شرک کا حکم لگانا ان کے اہل ایک معمولی امر ہے - یہی وجہ کہ فیضان  
باطنی سے مجبور رہتے ہیں

اگر ایک لاکھ اور ایک فدائے شیعہ ان علماء کو جمع کر کے جو صحیح تلفظ سے پڑھتے ہو  
پڑھایا جائے تو ہر ایک مصیبت رفع ہو جاتی ہے

وَلَنْ يَضِيقَ رَسُولَ اللَّهِ جَاهُكَ بَنِي

(۱۵۴)

إِذَا الْكَرِيمُ تَجَلَّى بِاسْمِ مُنْتَقِمِ

رتبہ تو کم نہ کر دو یا شفع المذنبین

چونکہ انتقم جلوہ ہر در یوم میں  
دار عالمیہ - لن یضیق نفی ہو کہ بدن - ضیق تنگ ہونا - رسول اللہ خدا تعالیٰ کے  
رسول صلی اللہ علیہ وسلم اطہار شوق و استعطاف کے لئے ہے - جاہ و جاہت - مرتبہ  
کاف خطاب - بنی یا سببیہ یعنی میری شفاعت کی وجہ سے آپ کا رتبہ کم نہ ہوگا -  
اذ الکرمیہ اذ شرطیہ ظرفیہ کو یہ سختی - بزرگ - باذل بتجلی فعل ماضی - یعنی انکشف -  
تجلی روشن ہونا - دراصل التجلی تھا بضم لام مشدود بر وزن التفتل جب غمہ بوجہ  
ثقات یاد سے گر گیا - تو ضم لام کو کسر سے بدلا گیا - مناسبت یا کے لئے کسر وخت  
یا کا ہے - اور نیز بایہ ساکن کا ماقبل مضموم کلام عرب میں پایا نہیں گیا - الاعلی  
الشد و الذکر - اور یہ مطرد ہے مثل ثنی - ترحی یعنی اور ثنی وغیرہ کے لئے باسم  
منتقم اسم اس جگہ یعنی صفت - منتقم انتقام لینے والا جاہ کو میدان سے اور کسی  
درجہ کو تنگی سے تہیہ کی گئی - اور جاہ سے مراد اجازت شفاعت ہے بعض نسخوں  
میں تجلی بجائے مملہ یعنی نصف ہے - محاورہ ہے - تخلت المرأة - عورت نے  
زیور پہنا اور ہار سنگار کیا

ترجمہ - جب اوند کریم قیامت کے دن منتقم کی صفت میں جلوہ گر ہوگا - تو حضور  
(علیہ السلام) میری شفاعت کرنے میں آپ کا مرتبہ علیا و شان اعلیٰ کم نہیں ہو سکتا  
تشریح - یعنی اگر میں حضور علیہ السلام کی شفاعت سے ہر باب ہوں - تو اس میں



حضور علیہ السلام کی شانِ الایم کوئی کمی نہیں آئے گی۔ یہ شعر نہایت خلاص محبت کا پتہ دیتا ہے۔

چو کم گرد و لے صد فرزند پئے ز قدر ربیت بدر گاہ نئے  
کہ باشند شش گدایان خلیل بہمان دار سلامت طفیل

آمدہ ام باہمہ آلاش  
منتظر بخش و بخشاں

فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَضَرْفَهَا  
وَمِنْ عُلُومِكَ عِلْمُ اللُّوحِ وَالْقَلَمِ

(۱۵۵)

اِس جہاں اُس جہاں ز بحر جوت شعلم | از علوم تست علم لوح و قلم  
فأشعر ما سبق کی دلیل ہے۔ من یعنی بعض ہے۔ جود بخشش۔ ضرف یعنی  
سوت۔ سوکن۔ انباغ۔ مراد عالم آخرت۔ ضرف تھا کی ضمیر ارجع ہے دنیا کی طرف گیا  
دنیا اور آخرت ایک شوہر کی دو زوجہ ہیں۔ جو فطرنا باہم مخالف ہیں۔ ومن علومك  
واو غلط من بعضیہ جمع علم۔ کات خطاب۔ علم اللوح والقلم سے مراد معارف الہی ہے  
لوح کتاب بین جس کی عظمت لطافت الفاظ و حروف کا عقل اندازہ نہیں لگا سکتی  
لوح چار ہیں۔ لوح قضا جس میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ لوح عقل۔ لوح  
قدر۔ لوح نفس جس میں ہر ایک چیز جو اس جہاں میں ہے۔ اُس کو شکل و مقدار کے  
ساتھ لکھا گیا ہے۔ قلم وہ چیز ہے جس کو خدا تعالیٰ نے سب جمیات پہلے پیدا  
کیا۔ اُس نے ہر ایک چیز کو لکھا۔ میر خیال میں قلم سے مراد امر اللہ تعالیٰ ہے۔

تو سمجھا۔ آپ ہی کی بخشش سے دنیا اور اُس کی سوت (آخرت) معرض وجود  
میں آئیں۔ اور لوح و قلم کا علم! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علم کا ایک جزو ہے۔  
تشریح مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کا رتبہ نہایت بلند ہے۔ ہر دو عالم  
حضور علیہ السلام کی ذات اقدس کے طفیل ظہور میں آئے۔ اشارہ ہے حدیث قدسی  
لو کانت لکما اظہرت الربوبیۃ کی طرف یعنی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود نہ ہوتا  
تو میں اپنی ربوبیت کا اظہار نہ کرتا ممکن ہے کہ بعض کوتاہ فہم لوگ اس شعر پر نکتہ چینی  
کرتے لگیں۔ مگر انہیں معلوم ہونا چاہئے۔ کہ حضرت ناظم علیہ الرحمۃ نے نہایت صحیح طور  
پر مذہب مجمع علیہ کو بیان کیا ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کا وجود علتِ افریش ہے  
اور تمام افراد کائنات کا منبع ہے۔ اور یہ مضمون حدیث مسند عبد الرزاق میں برایت  
حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے۔

تو اصل وجود آدمی از نخست و گر ہر چہ موجود شد فرع تست  
طالب علموں کے لئے اس شعر کو با وضو گیارہ دفعہ پڑھ کر امتحان میں بیٹھنا کامیاب  
کرتا ہے۔

يَا نَفْسُ لَا تَقْنَطِي مِنْ زَلَّةٍ عَظُمَتْ  
إِنَّ الْكِبَارُ فِي الْغُفْرَانِ كَاللَّمَمِ

ہاں مشو نو مید از غفران عظیم | خود باشد یا کلاں کسای است عفو کریم  
یا نفس۔ یا نہاء نفس کے کئی معنی ہیں۔ بدن۔ روح۔ خون۔ وجود خاص۔  
بعض نے لکھا ہے کہ نفس وہ چیز ہے جس کی طرف ہر ایک شخص فقط آتا ہے۔



ساتھ اشارہ کرتا ہے۔ اس کی صفیتیں امارۃ۔ کوثر۔ مظہر۔ منیر۔ ہیں۔ نفس کو اگر  
مرفوع پڑھا جائے۔ تو منافے مرفوع ہے۔ اور اگر کسور پڑھا جائے۔ تو یہاں یا نے  
متکلم مخدوف ہوگی۔ اور نفس مؤنث سماعی ہے چنانچہ خطاب بھی اُس کی طرف بصیغۃ  
مؤنث خطاب کیا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں۔ - يَا أَيُّهَا النَّفْسُ  
الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي  
بِحَبَّتِي وَلَا تَقْنَطِي صِيغۃ نہی واعدۃ مؤنث۔ قنط۔ قنوط نا امید ہونا۔ مِنْ ذَلِكِ  
مَنْ سَبِيهِ۔ ذلۃ لغزش۔ عظمت فعل ماضی ضمیر اس کا زلۃ کی طرف راجع ہے۔ عظمت  
بزرگی۔ کماثر جمع کبیرہ۔ مراد گناہ کبیرہ۔ اور گناہ کبیرے یہ ہیں۔ شرک با اللہ۔ قتل نفس بغیر  
حق۔ کسی پاک ہن عورت کو اتہام لگانا۔ زنا کرنا۔ شکر اسلام سے بوقت جنگ  
کفار کے مقابلہ سے بھاگ جانا۔ جادو کرنا یتیم کا مال ظلم سے کھانا۔ مسلمان الدین  
کی نافرمانی برداری۔ صغیرہ گناہ پر مضمر رہنا چنانچہ کسی صاحبِ نظم میں لکھا ہے  
تہنجدہ جرم کبر اندرشع داں      زان کبار چار ازل ہست خوں  
شرک نیست دائم اندر مصیبت      ایستہ از قہر ویاس از مغفرت  
درباں چار است قذت محصین      سحر و کذب اندر شہادت ہم پیش  
در شکمہ شرب خمر۔ اکل ربوا      اکل مال بے پردہ ہست از جفا  
شد لو طت ہم زنا از شر مگاہ      قتل و سرقت فعل و ست است از گنا  
بہرب حرب کافران بیشک دشین      جرم جسم مدعوق والدین

عقران بخشنا۔ اللهم بفتح تنین لغزش اور گناہ کی طرف میلان کرنا۔ گناہ صغیرہ  
تو جہ۔ اے نفس! اس خیال سے کہ تیرے گناہ بڑے ہیں نا امید ہو کیونکہ

مغفرت کے لئے گناہ کبیرہ کیا اور صغیرہ کیا۔ ہر دو برابر ہیں ۞  
تشریح۔ دریاے بحثش کے آگے چھوٹا بڑا گناہ دونوں برابر ہیں ۞  
دعخ ہے گرویں تو حیرت وسیع تر لَا تَقْطَعُوا جِوَابِیْہِمْ ہل من منید کا  
خداوند تعالیٰ اپنے گنہگار بندوں کو پہلے ہی یہ خوشخبری سنا چکے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ  
یَعْفُرُ الذَّنُوْبَ جَمِیْعًا بیشک خداوند تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیگا ۞

لَعَلَّ رَحْمَةَ رَبِّي حِينَ يَقْسِمُهَا  
تَأْتِي عَلَى حَسْبِ الْعُصْيَانِ فِي الْقِسْمِ

چوں کہ تقسیم رحمتِ اِخْدائے مہرباں ہر کسے اِشْتِیاقِ عَصیانِش دہرہ ہزاراں

لَعَلَّ تَرْجِي اَوْ تَحْقِيقَ كے لئے آتا ہے۔ یہاں تحقیق کے لئے ہے۔ رحمت مہربانی کرنا  
دیت پرورش کرنے والا۔ یا غے متکلم ہے۔ حین وقت۔ تقسیم کی ضمیر فاعل ب کی طرف  
اور وہا کی ضمیر مفعول رحمت کی طرف راجع ہے۔ قسمت بانٹنا۔ ثانی صبیغہ مضارع مؤنث  
ایبتان آنا۔ مراد نازل ہونا۔ حسب اندازہ۔ عصیان گناہ انقسام جمع قسمت بمعنی حصہ ÷  
ترجمہ۔ اس میں شک نہیں ہے کہ خدا اتنا لے جب اپنی رحمت کو تقسیم کرے گا۔ تو  
رحمت گناہگاروں کے حصہ میں بقدر گناہ آئے گی ÷

تشریح یعنی جس قدر کسی شخص کے گناہ ہوں گے اسی انداز سے رحمت اسحق بگ  
زیادہ گناہگار زیادہ رحمت کے مستحق ہوں گے حافظ شیرازی فرماتے ہیں :-  
نصیب است بہشت اے خدا شناس بڑ  
کہ مستحق کرامت گناہ گار انسند



يَا رَبِّ فَاجْعَلْ رَجَائِي غَيْرَ مُنْعَكِسٍ  
لَدَيْكَ وَاجْعَلْ حَسَابِي غَيْرَ مُنْخَرَمٍ

(۱۵۸)

اے خدا از درماں محروم امیدم! اے غمازے بر تو دارم از گناہ محفوظ دار!

یادِ رب در صل یادِ ربی تھا۔ فاجعل میں فاء فصیحہ ہے۔ بعض نسخوں میں داؤس  
اگر فاء فصیحہ ہوگی تو یہ معنی ہونگے۔ کہ جب تو بحسب گناہ رحمت تقسیم کریگا۔ پس میری  
امید کو رد نہ کرنا۔ اور داؤس کی صلوٰۃ میں معطوف علیہ حذف سمجھا جائے گا یعنی یا رب  
حق رجاۃ میری امید کو پورا کر اور میری امید کو رد نہ کر۔ رجا بالضم المذی وفتح الراء  
المملۃ یعنی امید۔ منعکس الٹا برعکس۔ انعکاس الٹا ہو جانا۔ لدی نزدیک۔ کات  
خطاب۔ حساب شمار کرنا۔ گمان کرنا اور انتظار کرنا۔ منخرم مشتق انخرام سے  
قطع ہونا۔ غیر منخرم غیر منقطع یعنی ثابت۔ کارآمد

ترجمہ ۱۔ اے میرے خدا! میری امید کو جو تجھ سے وابستہ ہے۔ رد نہ کر اور میرے  
یقین کو جو تیری رحمت کے متعلق ہے منقطع نہ فرما۔

تشریح۔ حسابی سے مراد حسن ظن ہے۔ جو بارگاہ ایزدی میں بمنزلہ یقین ہے  
خدا! میرے یقین کو شک سے مُبَدَل نہ کر۔ اس کو مرتبہ حق یقین عطا کر۔ منخرم و فتر  
شاہی کی اصطلاح ہے۔ وہ فرد حساب جو غلط ہوتا ہے اور بعد تصحیح اُس کو دوسرے  
کا غلط پر نقل کیا جاتا ہے اور غلط فرد کو پھاڑ دیا جاتا ہے۔

منفرت دارم امیب از لطف تو زانکہ خود فرمودہ لا تَقْنَطُوا  
جو شخص کسی عہدے یا منصب جائز کا امیدوار ہو اس شعر کو ہر نماز کے بعد پانچ دفعہ پڑھے

وَالطُّفُ بِعَبْدِكَ فِي الدَّارَيْنِ إِنَّ لَكَ  
صَبْرًا مَتَى تَدَّعَى الْأَهْوَالُ يَنْهَزِمُ

(۱۵۹)

در عالم طُف کن بر بندہ خود اے  
مے گر ز صبر چو آیدش رنج و بلا

و اور عاطفہ ہے۔ طُف مہربانی کرنا۔ احسان۔ بآصلہ الطف۔ عبد غلام فی جا  
دارین مجرور تشنیہ دار۔ دو جہان۔ اِن حرف تاکید۔ لہٰ خیر مقدم۔ کا کی ضمیر عبد کی طرف  
صبر شکیبائی۔ اسم اِن کا ہے۔ متی کلمہ شرط۔ تداع عین مضارع مخاطب واحد۔  
دعوة بلانا۔ تداع کی ضمیر مفعول صبر کی طرف اِبع ہے۔ الاھوال جمع ہول۔ خوف۔  
دعوة الاھوال مراد نزول بلیات و مصائب۔ ینھزم صیغہ مضارع۔ انھزام  
بھاگ جانا شکست کھانا۔ اور ینھزم مجزوم بحواب متی مجرور بضرورت شعری  
توجہ ۱۔ خدا یا! دونوں جہان میں اپنے بندہ پر مہربانی کر۔ کیونکہ اس کا صبر ایسا  
کمزور ہو گیا ہے۔ کہ جب مصیبتیں اُس کو مقابلہ کے لئے بلاتی ہیں۔ تو وہ اتنا مقابلہ نہ  
لا کر بھاگنے لگتا ہے

تشریح۔ خدا یا! مجھ میں تاب تحمل مصائب و تکالیف نہیں ہے۔ مجھے مصائب میں  
میتلانہ کرتیرے لطف و کرم کے سوانہ تو زندہ رہ سکتا ہوں۔ اور نہ نجات پا سکتا ہوں  
الغرض نہایت مصیبت زدہ اور بے کس قابلِ رحم ہوں  
اس شعر کو ہر نماز کے بعد پانچ دفعہ پڑھنا اندوہ و مصیبت کے واسطے باعث  
تسکین ہوتا ہے



(۱۶۰) **وَإِذْ نَسُحِبْ صَلَوةً مِنْكَ دَائِمَةً  
عَلَى النَّبِيِّ بِمَنْهَلٍ وَمُنْجِمٍ**

حکم فرما افضل خوش ابر مصطفیٰ دائماً ہم پر روز و شب آب صفا

و ادو عاطفہ۔ اِذْ ذَنْ صِبْغَةً۔ اذن اجازت دینا۔ نَسُحِبْ بِالنَّحْبِ جمع سحاب بال  
صلوٰۃ رحمت۔ مِنْكَ صفت صلوٰۃ ہے یعنی وہ رحمت جو تجھ سے مخصوص ہے۔ دَائِمَةً  
ہمیشہ رہنے والی۔ صَلَوة کی صفت ہے۔ عَلٰی النَّبِيِّ مُنْتَقِ صَلَوة کے ہے۔ یا ذِکْرُ  
کے۔ بِمَنْهَلٍ بَابِ اِصْقَاق۔ منہل برسنے والا۔ اَهْلَالِ بارش کا برسا۔ و ادو عاطفہ۔  
عطف بمنہل۔ مُنْجِمٍ اسم فاعل از النجیام بروزن افعال یعنی پانی کا چلنا۔  
بِمَنْهَلٍ وَمُنْجِمٍ مُنْتَقِ اِذْ ذَنْ کے ہے۔

ترجمہ۔ خدا یا! اپنی دائمی رحمت کے بادلوں کو حکم دے کہ حضور علیہ السلام  
پر برہق برستے رہیں۔

تشریح۔ خدا تعالیٰ کی رحمت کو سحاب سے اور کثرت رحمت کو لگانا بارش سے  
اور عموماً رحمت کو عالمگیر بارش سے تشبیہ کی گئی ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ  
وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاَحْبَابِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاَبْرَارِ  
بَعْدِ قُطُوبِ الْاَمَاطَةِ وَبَعْدِ مَا خَلَقَ فِي الْبَحَارِ وَبَعْدِ اَوْرَاقِ الْاَشْجَارِ وَ  
بَعْدِ دَهْلِ الْقَفَارِ وَبَعْدِ مَا اَظْلَمَ عَلَيْهِ لَيْلٌ وَمَا اَشْرَقَ عَلَيْهِ النَّهَارُ حُضُورِ سَيِّدِنَا  
عَلَيْهِ اَلَمْ يَرْسُلْكَ بِرُفْقٍ كَرِيمٍ كَرَمٌ كَرِيمٌ كَرَمٌ كَرِيمٌ كَرَمٌ كَرِيمٌ كَرَمٌ كَرِيمٌ  
شفاعت ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک

دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمت نازل کرتا ہے۔  
يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی نَبِيِّكَ خَيْرِ اَنْبِيَائِكَ اَكْمَلِهِمْ

(۱۶۱) **وَالْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ النَّبِيِّينَ  
اَهْلَ التَّقَىٰ وَالتَّقَىٰ وَالْحِلْمِ وَالْكَرَمِ**

نیز براہ اول و صحب و تابعین بار و صحابہ ہر یکے پر نشان کلمہ جو دو تقویٰ آفتاب

و ادو عاطفہ۔ عطف النبی پر ہے۔ اہل اصل میں اہل تھا۔ ہا کو ہمزہ سے  
بدلا گیا۔ آل ہو گیا۔ آل النبی کل من تبعہ دینہ۔ اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جو آپ کے  
دین کا تابع ہو۔ صاحب جمع صاحب وہ اہل اسلام لوگ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کے فیض صحبت سے مستفیض ہوئے۔ یہاں مراد عامہ صحابہ علیہم الرضوان ہے۔ تابعی وہ  
مسلمان جو حضور علیہ السلام کے صحابہ سے ملا ہو۔ تقی یا تقویٰ یعنی تقویٰ۔ گناہوں سے بچنا۔  
تقی گناہوں سے پاک ہونا بعض نسخوں میں فقی جمع لھو یعنی عقل و حکم کے ہے اور  
بجائے اہل التقی کے اہل النہی ہے۔

ترجمہ۔ خدا یا! حکم دے کہ رحمت دائمی کے بادل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی  
آل اور صحابہ اور تابعین (علیہم الرضوان) پر (جو پرہیزگار اور پاکباز اور صاحب  
علم و کرم تھے) برستے رہیں۔

تشریح۔ درود شریف بھیجتے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ و  
اولاد و ازواج مطہرات کو بھی شامل کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ فقط صلوٰۃ کے ساتھ لفظ  
سلام کا لانا ضروریات سے ہے۔ حدیث میں صلوٰۃ کے ساتھ سلام کو ناقص و دوم بریدہ



فرمایا ہے :

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ وَالْإِصْحَابِ وَأَخْبَائِهِمْ أَهْلَ بَيْتِهِ وَوَعِيزَتِهِ وَاتِّبَاعِهِمْ أَجْمَعِينَ \*

مَا رَحَّتْ عَذَابَاتُ الْبَانِ رِيحُ صَبَا  
وَاطْرَبَ الْعَيْسُ حَادِي الْعَيْنِ بِالنَّعْمِ

تاؤز و باد صبا بر شاخمائے سر و پاں | تا شتر را در طرب آرد خدائے سراپاں

ماظر فیہ ہے یا صدیہ۔ رخت فعل ماضی۔ توفیق شریک انسان کو مست کرنا۔ یہاں مجازاً تحریر کیے امالت مراد ہے۔ عذابات جمع عذابہ تفلح مفعول رخت کا ہے۔ بان ایک رخت کا نام ہے۔ ریح صبا اضافت لمبوتے خاص۔ براد باد صبا جو مشرق سے آغاز بہار میں چلتی ہے۔ اطرب صیغہ ماضی۔ اطراب خوشی میں لانا۔ عیس جمع اعیس یا عیسا۔ سفید اونٹ یا اونٹنی جو مائل بسرخی ہو۔ حادی اونٹ چلانے والا۔ حادی وہ راگ جو اونٹ چلاتے وقت گاتے ہیں۔

تاؤز راے را ندلیلی سوئے منر لگاہ خویش

سارباں در راہ خدائے میگفت مجنوں میگرفت

نغمہ جمع نغمہ عربی کا دستور ہے۔ کہ جب اونٹ کو لاد کر چلتے ہیں۔ تو ایک قسم کا راگ گایا کرتے ہیں جس سے اونٹ مست ہو جاتے ہیں اس راگ کو حادی اور گانے والے کو حادی یعنی حادی خواں بولتے ہیں۔ عربی کہتا ہے۔

نوار تلخ ترخے ن چو ذوق نغمہ کم یابی | حادی را تیر ترخے خواں چو محل را گراں مینی

ترجمہ :- باران رحمت خدا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آل و اصحاب اوزتابین ارضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر اس وقت تک برستا ہے جب تک کہ باد صبا درخت بان کی ٹہنیوں کو ہلاتی ہے۔ اور حادی خواں سواری کے اونٹوں کو اپنے سر پہلے نعموں سے سرور میں لاتا رہے۔

تشریح :- شعر کا دستور ہے کہ دُعا کو ایسے امور سے جو قانون قدرت میں جاری ہوں۔ معلق کیا کرتے ہیں۔ اور اس سے دوام مقصود ہوتا ہے۔ کیونکہ جب تک نیا قائم ہے۔ باد صبا چلتی رہے گی۔ اور باد صبا کے چلنے سے ٹہنیاں جھومتی رہیں گی۔ اور اونٹ حادی خواں کے نغمہ پر وجد و سرور میں آتے رہیں گے۔ یعنی جب تک نیا قائم ہے۔ خدائے رحیم کی رحمت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اور آل و اصحاب اوزتابین سب پر نازل ہوتی رہے۔

اصلین ثناء امین \*

اس شعر پر قصیدہ بود کا ختم ہو گیا ہے اور اکثر نسخوں میں بھی یہی اشعار ہیں اور مضمون کے لحاظ سے بھی یہی شعر خاتمہ کا ہے۔ کیونکہ شعر مار تخت راں آخر ظاہر کرتا ہے کہ مضمون ختم ہو گیا ہے۔

بعض نسخوں میں مندرجہ ذیل اشعار بھی لکھے ہوئے ہیں۔ جو صاف طور پر الحاقی معلوم ہوتے ہیں۔ اور کسی بزرگ نے بعد میں ایزاد کئے ہیں۔ کیونکہ دونوں کی زبان الگ الگ ہے۔ لیکن چونکہ یہ اشعار مندرجہ ذیل اشعار ہیں اس لئے میں ان کو بھی اس خیال سے کہ یہ دُعا ہے۔ درج کرتا ہوں۔ کیونکہ قصیدہ کے بعد انسان جو جائز دُعا مانگنا چاہے مانگ سکتا ہے۔ اور نیز پہلے شعر ثناء الرضاعن ابی بکر الخ کا مضمون



تیناظم علیہ الرحمۃ کے شعروالالہ والصحبہ الثم الثابعین لہم السلام میں آچکا ہے پھر اعادہ کی ضرورت نہیں تھی۔ میں اُن شعروں کو یکجا لکھ کر مختصر طور پر مشکل الفاظ کی شرح کرنا ہوں ۞

ثُمَّ الرِّضَا عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعَنْ عُمَرَ  
وَعُثْمَانَ وَعَنْ عَلِيٍّ ذَوِي الْكِرَامِ

61421

نیز از شغل درم خوشنودیش ای کردگار

فَاغْفِرْ لَنَا شِدْهَا وَاعْفِرْ لِسَامِعِهَا  
لَقَدْ سَأَلْتُكَ يَا ذَا الْجُودِ وَالْكَرَمِ

(142)

بخش مجرم کا ترجمہ فارسی سامع اعلیٰ

وَلِلَّهِ الدِّينُ وَمَا خَلَقْتُ مِنْ خَلْفٍ  
وَالْمُسْلِمِينَ مِنَ الْعُرَبِ وَالْعَجَمِ

(145)

والدینم را به بخشانیز اولاد مرا هم مسلمانان عالم طفیل مصطفیٰ

فقر مجھے باز۔ پھر۔ بند۔ بھرت عطف کا ہے۔ تزیین کے لئے آتا ہے۔ جیسا کہ تہتے ہیں۔ جاء عندی زید و عمرو میرے پاس زید اور عمر آیا۔ یعنی پہلے زید آیا اور اُس کے بعد عمر آیا۔ ایسا ہی اس شعر میں ہے۔ پہلے صحابہؓ پرورد تھا۔ اس کے بعد اُن کیلئے خوشنودی خدا تعالیٰ کی مانگی گئی۔ اور کبھی شعر کے بعد کا زیادہ کی جاتی ہے۔ اور

شکر لکھا جاتا ہے۔ رضا خوشنودی علم تصوف میں ایک منزل ہے۔ کہ وصل بالبدن اپنی تمام خواہشوں کو مٹا دیتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے حکم و فعل پر ہر حال راضی ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ اور فعل الحکیمہ لا یخلو عن الحکمتہ جو کچھ وہ اپنے بندوں کی نسبت حکم کرتا ہے۔ وہ حالت میں ترین مصلحت بلکہ عین مصلحت ہوتا ہے۔ فاغفرنا یتیم ہے۔ اغفر صیغہ امر غفر مصدر بمعنی پوشیدہ کرنا بخشنا غفران حاصل بالمصدر بخشش۔ چونکہ بخشش سے گناہ معدوم ہو جاتے ہیں اس لئے اصل معنی پوشیدہ کرنے اسے بخشش کو ایک نسبت ہے، ناشد صیغہ تم فاعل نشید رفع بصوت۔ انشاد شعر کا پڑھنا۔ سامع صیغہ فاعل ہے۔ سامع شننا۔ ہا ضمیر ناشد ہا اور سامع ہا کی قصیدہ یا اشعار کی طرف ہے۔ سئل صیغہ ماضی تکلم۔ سوال مانگنا چاہنا۔ بعض نسخوں میں قادر فیما ہے۔ یزید و فیض ہے۔ کیونکہ اکثر ان معنوں میں باب افعال انشاد مستعمل ہوتا ہے۔ مُنشد شعر پڑھنے والا ہے۔

الحمد لله والمنتهى شرح قصيدہ در شریف بوقت سعید باجھتام رسید

صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيَّ سُبُوْحِي خَيْرَ خَلْقِهِ

مُحَمَّدٌ وَالِدُ أَصْحَابِهِ وَأَهْلُ بَيْتِهِ جَمْعُهُنَّ

بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ﴿٥﴾



# صَوْمًا قَرِيبًا بِالْإِخْلِاقِ الصَّيْدِ الْمَوْلَى الصَّغَرِ عَلَى الرَّحْمَةِ الْمَدْرَسَةِ الْعَرَبِيَّةِ بِبَدَاةِ كَاهُو عَلَى الطَّبْعِ الْأَوَّلِ

حمداً لك يا مَنْ مَنَّ عَلَيْنَا بِبَيْتِ الرِّحْمَةِ فَازِاحٍ بِهِنَّ الْعِلَّةِ وَالرَّحْمَةِ بَعَثَ  
إِلَى الْأَحْمَرِ الْأَسْوَدَ فَمَا زَالَ الشَّقُّ مِنْ الْأَسْعَدِ حِجَّةَ اللَّهِ عَلَى الْعَالَمِينَ  
سُنْدَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ الَّذِي كَانَ نَبِيًّا وَأَدْمَرِ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطَّيْنِ  
ثُمَّ جَاءَ فِقَامُ يَدْعُو كَافَّةَ الْبَرِيَا إِلَى مَنَاجِرِ الدِّينِ فَهُوَ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَى  
الْخَلْقِ مَبْشَرًا وَنَذِيرًا فَهَذَا هَمُّ إِلَى سَبِيلِ السَّلَامِ دَعَايَا وَسِرَاجًا سَيَرَاهُ  
مُحَمَّدٌ كَا زَلْ تَابِدَ هَرَجٍ بَرَسْتِ بَارِيشِ نَامٍ أَوْ نَقَشِ بَسْتِ  
عَلَيْهِ وَعَلَى اللَّهِ وَاصْحَابِهِ أَطِيبَ بَصُلُوتٍ وَازْكَلَهَا وَأَسْنَى التَّحِيَّاتِ أَعْلَاهَا  
أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ طَالَعْتُ هَذِهِ الصَّحِيفَةَ الشَّرِيفَةَ مِنْ أَوْلَاهَا إِلَى آخِرِهَا  
فَوَجَدْتُهَا بِحُجُورٍ أَتَزَلُّ أَقْدَامُ الرَّاغِبِينَ بِزَاخِرِهَا دَعَايَا لِعَمْرِي أَضَادُهَا  
مَكْنُونٌ أَوْ فَلَكَ مَشْحُونٌ فَلِلَّهِ دُرُّ الشَّارِحِ النَّبِيلِ صَدَقْنَا الْفَاضِلِ  
الْمُجَلِّيلِ الْمَوْلَى مُحَمَّدَ عَبْدَ لِمَا لَكَ نَاطِمُ أَدَامَةِ الْمَالِيَةِ بَعْدَ أَعْمَةِ  
دَوْلَةِ جَهَا وَالْفُورِ صَانِهَا اللَّهُ تَعَالَى عَنْ أَفَاتِ الدَّهْرِ حَيْثُ أَتَى بِمَا يَجِبُ  
فَقَوْلُ الْفَصِيحَاءِ وَقُرُومِ الْبُلْغَاءِ بِالْفَاقِظِ رَائِقَةٍ وَمَعَانٍ نَائِقَةٍ طَاوِيًّا  
كُنْتُ عَنْ الْأَيْجَازِ الْمَخْلُوعِ وَالْأَطْنَابِ الْمَمْلُوءِ فَجَاءَ بِمُحَمَّدٍ اللَّهُ عَلَى مَا  
تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ الرِّقَاقِ الْخَوَاشِي بِرِيَّاءِ مِنَ النِّقَاصِ وَالْغَوَاشِي

اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْهُ ثَوَابًا مِنْ عِنْدِكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ  
الْعَلِيمُ فَإِنَّهُ رَابِتْنِي بِذَلِكَ رِضَاكَ وَأَشْرَحَ رِسْوَكَ الْكَرِيمَ صَلَّى اللَّهُ  
تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ وَالسَّلَامُ  
نَمَقَّةً أَجْفَرُ عِبَادِ اللَّهِ الْوَلِيَّ الصَّغَرِ عَلَى عَهْدِ اللَّهِ عَنْهُ

كُلِّ ذَنْبٍ خَفِيَ وَجَلِي

٣ جمادى الثاني ١٣٢٢ هـ



# نعت حضرت روضہ کائنات فخر موجوات جناب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم

از مؤلف شرح قصیدہ بردہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اے برزۂ برعرش بریں نقش قدم  
اے فخر بذات تو صنادید عرب  
مشاطہ تقدیر لوح حسن تو آریست  
سرخیل رسل تافہ سالار نبوت  
فطرت بشر انوئے اندیشہ ہند سز  
پائے تو بخاکیک نہند، نقش قدم را  
ہر گاہ کہ تصور بادب دست تو بود  
آنکس کہ بانکار به پیشیت، علم اخراست  
جز کلمہ توحید نیاید بہ کثرت کا  
پا برزدی بر کوہ زر از عت علی  
عدل تو علم چرب چو کوہ از رگ ظالم  
آں کس کہ گل روضہ خضرے تو بود

وز نام تو، علم ازلی لوح و سلم را  
وئے نام تو، آقا لیم عجم را  
تا هست تماشا کند حسن عدم را  
بر منزل توحید رسانید اعم را  
تا جلوه بر بید زحمت تو قدم را  
صد مرتبہ تعظیم بیا فرود اقسام را  
آرام زہر گونہ دہد درد و آلم را  
انگند پائے تو، نگو سار، علم را  
سائل شنیدہ ز تو، جز لفظ نعم را  
از سنگ بیارستہ، پہاڑے شکم را  
در آب فرو رنجست، آئین ستم را  
فارغ کند از مشک حق، قوت شتم را

در بیشہ بنام تو پناہ جست، اگر کن  
نطق تو، بہر جا کہ بریزد، دوش معنی  
ہنجا کہ رسل، لرزہ بر اندام فتادہ  
اے فخر رسل! جز تو پناہ ہے بیکہ جویم  
افتادہ بتا ریکی شریکے مصائب  
ز عجز نقش، لطف تو درد من صبرا  
تا نور وجود تو، بافاق جہاں، دیت  
شانت، چو نگہبانی امت، ز ازل بود  
اے شیخ بشارت! کہ بہنگام تبسم  
نام تو بود، زینت آئینہ دل با  
کعبت است گواہم، کہ کنی عفو و رحم  
نصرت بادب، پائے رکاب تو ہو سید  
قصائے مقام تو، ز اندیشہ بلند است  
گسترہ بانیان سخاوان نعم را  
تبدیل کند لطف تو، ماہیت شیا  
شاہاں، بسرخاک رت، سجده نشا  
زود است ہند گردن و پیش خم تن  
از طول قیام تو، بر کعاست نوافل  
پائے تو بہر جا کہ رسید از سر حمت

بر پائے خود، انگند، سر شیر انجم را  
از معنی خود، نیز کند گوش اصم را  
ترویج دہد لطف تو، آئین کرم را  
چوں چرخ نہند، ہر سرم، آفات عجم را  
برگیر، با لطف کرم، دست نرم را  
سر سبز کند، بار دگر، بارغ ارم را  
آراستہ اخلاق تو، عادات و شیخ را  
ز اں، با تو بطفلی، بسپرد، غم را  
شرمندہ کند، درد دانت، دریم را  
زینت کہ بقیمت بود از نقش، درم را  
بر حال نکو ہیدہ گستاخی، دم را  
ہر جا کہ کشیدی علم جیل و ختم را  
رہ نیست باں مرتبہ، فی کف ز کم را  
افزودہ بانگشت کرم، تو شہ کرم را  
تفسیر کند، ذوق تو، آلودہ ستم را  
ایں تہ، میسر نشد، اسکند و خیم را  
ہر کس کہ گردن نہ دہد پیش تو، خم را  
پائے تو بیا فرود، بصد شوق، ورم را  
دست تو شفا داد، گرفتار سقم را



چشم از غم بر خیم، آشک یزد  
 هر نکته تبلیغ تو، تالیف قلوب است  
 نورست وجودت که بیک جنبش شرک  
 اے محبت عالم، اے بیک نعره توحید

چین از رخ من، بهر کرم، شبنم نم را  
 تبلیغ تو، تبدیل کند، فقرت ورم را  
 طے کرد مقامات فلک، او حرم را  
 در بیت کدها، کرد، بگو نسا و صنم را

بر درگاه تو صادق، آورد پیایه  
 بنواز، بالطف، در افتاده عشم را

تاریخ طبع از قافی زمان شاعر اعجاز بیبا  
 علامه الدهر مولوی حاجی احمد خاں صاحب مولوی فضل ونشی فاضل  
 پیر و فیصدیق ایچرٹن کلج بهاول پور

علامہ عبدالملک، کردہ گہرا منسلک  
 آن فاضل عالی ہنم، آن شاعر جادو رقم  
 آل ماہر خنجران، چون کردہ ہر نکته بیبا  
 از بہر عشاق نبی، بس رفرائے مختفی

شرح مفصل مستند، ہر فقرہ را کردہ عیا  
 از خامہ عرفان، رقم کردہ حقیقت بیبا  
 آمدند از عرشیاں، شد درک یا فلا  
 و شرح خود کردہ، چلی آن عارف و رزما

حاجی چو جسٹ قدسیان تاریخ شرح درفشان  
 مطبوع شد شرح قصیدہ بردہ شد تاریخ آن  
 ۵۹ ۱۳

تاریخ طبع از حضرت فاضل و ران شاعر شیرین  
 مولوی سلامہ اللہ صاحب رئیس چک عمر ضلع گجرات

کرد کوشش بے بشام و سحر  
 صاحب علم و فضل در عالم  
 شرح بود کاشف کرد رقم

حضرت مولوی ابوالبرکات  
 مالک جود و بخشش و خیرات  
 اندرین وقت اشرف اوقات

کتاب شائق نوشت تاریخش  
 شرح نمایاب معدن برکات  
 ۵۹ ۱۳

تاریخ طبع از عطار درستم مافی قلم  
 مولوی نور احمد صاحب خطیب جامع مسجد امین آباد

حضرت والا جناب مولوی عبدالملک  
 نور احمد بیست سال طبع این نعم الکتاب

کرد تصنیف این کتاب مستطاب حفظ جان  
 زور رقم تالیف شرح بردہ عمدہ سال آن  
 ۵۹ ۱۳



اغلاطنامہ کتاب حسن الجردہ فی شرح القصیدۃ البرہ			
صفحہ	سطر	غلط	صحیح
خطیبہ			
۶	۱۱	اس کی شرح	اس شرح
۸	۱۰	مُسْتَلِم	مُسْتَلِم
۱۳	۱۰	دینار	دینار
شرح			
۱۳	۲	غنم	غنم
۱۳	۱۳	خَاسِرَ قَتْنِ	خَاسِرَ قَتْنِ
۱۳	۱۴	میں بیدار ہو گیا	مجھے بیدار کر دیا
۱۶	۱۵	چنل غور	چنل
۲۶	۱۵	معنی شرط ہیں	معنی شرط
۲۷	۱۵	یہاں تک	یہاں تک کہ
۴۲	۱۶	جماعت صحابہ کے	جماعت صحابہ کے ساتھ
۵۲	۱۶	اشارہ حدیث	اشارہ بحدیث
۶۱	۵	از قریب وہم بید	ہر قریب وہم بید
۶۱	۸	مکانی دو تو	مکانی دو نورادہ ہیں
۶۱	۱۶	کمالات	شان کمالات
۷۶	۱۵	نذر مرا	انذار مرا
۷۹	۱۱	بلال بن علقمہ	بلال بن علقمہ
۷۹	۱۱	سعد نے بلال کو	سعد نے بلال
۸۳	۳	ہر ملک دویا میں	ہر ملک دویا میں
۸۳	۷	پہنچا گیا	پہنچائے گئے
۸۵	۱۶	عمو اندھے ہو گئے	عمو اندھے ہو گئے
۸۵	۱۶	صمو	صمو
۸۷	۱۸	غاینو	غاینو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۰	۱۶	نہیں چاہتے	نہیں جانتے	۲۰۹	۱۱	الشدود	الشدود
۱۶۶	۱۸	بندوں سے	بندوں کے	۲۰۹	۱۱	دغیرہ کے لئے	دغیرہ کے
۱۸۲	۱۶	مستم	مستم	۲۱۲	۴	موتث خطاب	موتث
۲۰۶	۱۲	اعلیٰ السویہ	علی السویہ	۲۱۴	۵	بارد صواب	بارد صواب
۲۰۸	۱۲	پس جب	پس جب کوئی	۲۲۱	۱۰	یہ زیادہ	وہ زیادہ
۲۰۸	۱۳	بموجب	موجب	۲۲۵	۶	بارغ ازم	بارغ ازم

فہرست کرام کی سہولت کیلئے متن اشعار قصیدہ شریفہ کے غلط نامہ کی فہرست الگ دی گئی ہے درستی فرمالیں

اعلاطنامہ متن قصیدہ بردہ شریفہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۴	فی الظلماء	فی الظلماء	۴۱	۱۲	مِنْتُهُ	مِنْتُهُ
۴	۱۱	مِنْتُهُ	مِنْتُهُ	۴۷	۲	مِنْتُهُ	مِنْتُهُ
۱۸	۱۵	مِنَ التَّهْمِ	مِنَ التَّهْمِ	۹۰	۲	يَا تَحْصِي	يَا تَحْصِي
۲۰	۳	بِذِي الشَّيْبِ	بِذِي الشَّيْبِ	۱۰۴	۱۵	يَا لَعَارِ	يَا لَعَارِ
۲۲	۵	التَّكْلِينِ	التَّكْلِينِ	۱۱۴	۱۲	وَذَاكَ	وَذَاكَ
۲۵	۴	قَوْلِ لَا	قَوْلِ لَا	۱۲۹	۳	وَهُوَ	وَهُوَ
۲۵	۴	مِنْتُهُ	مِنْتُهُ	۱۵۱	۱۴	سَرَى الْبَدْرِ	سَرَى الْبَدْرِ
۵۱	۱۲	لَدَيْهِ	لَدَيْهِ	۱۶۴	۸	مَكْفُولَةٌ	مَكْفُولَةٌ
۵۳	۱	مَعْنَاةُ	مَعْنَاةُ	۱۸۸	۱۲	مِنْتُهُ	مِنْتُهُ
۵۴	۲	فِيهِ	فِيهِ	۱۹۹	۱۲	مِنْتُهُ	مِنْتُهُ
۵۴	۲	غَيْرُ مُنْقَسِمٍ	غَيْرُ مُنْقَسِمٍ	۲۰۱	۱۲	مِنْتُهُ	مِنْتُهُ
۵۶	۵	عَنَّهُ	عَنَّهُ	۲۰۳	۱۴	مِنْتُهُ	مِنْتُهُ
۶۱	۴	فِيهِ	فِيهِ	۲۰۵	۱۴	مِنْتُهُ	مِنْتُهُ
۶۴	۸	فِيهِ	فِيهِ	۲۰۹	۲	إِذَا الْكَرِيمُ	إِذَا الْكَرِيمُ
۶۶	۱	شَمْسُ	شَمْسُ	۲۱۶	۲	عَلَى النَّبِيِّ	عَلَى النَّبِيِّ
۶۹	۸	تَلْقَاءُ	تَلْقَاءُ	۲۲۰	۸	يَا ذَا الْجُودِ	يَا ذَا الْجُودِ
۷۱	۱۲	مِنْتُهُ	مِنْتُهُ				



الْعَشَقُ نَارٌ يُحْرَقُ مَا سِوَاءَ اللَّهِ

## سفر العشق

يَعْنِي قِصَّه

# سید الملوک و بدمع الجمال



مُصَنَّف:

عارف کامل حضرت میاں محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ



## زاویہ پبلشرز

8-C دربار مارکیٹ - لاہور

فون 042-7248657 فیکس 042-7112954

Mob: 0300-9467047 - 0321-9467047 - 0300-4505466

Email: zaviapublishers@yahoo.com



